

اولیاء اللہ کا مقام

رحمۃ اللہ علیہم

۱۵۰۲۵۸

تصنیف

علامہ محمد عمر الدین نعیمی
رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم و تحقیق

علامہ پروفیسر سدا اکرم رضا



قادی رضوی کتب خانہ لاہور

ولی اللہ کی شان، پہچان اور مقام



اولی اللہ ﷺ کا مقام

علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمہ اللہ



علامہ رفیعہ محمد اکرم رضا



قاری لاہوری لکچر خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور 042-37213575

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

98371

اولیاء اللہ کا مقام

مرزا محمد عمر الدین نعیمی مرحوم

علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا

محمد نعیم اللہ خاں قادری

ریاست علی مجددی

اول

352

500

300 روپے

صاحبزادہ منیر احمد مغل (یو۔ ایس۔ اے)

نام کتاب

مؤلف

تقدیم و تحقیق

ترتیب و تخریج

ترتیب فہرست

طبع

صفحات

تعداد

قیمت

ناشر

ملنے کے پتے

انشاء اللہ عزوجل

مدنی مقصد: مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔

M. Shahid Raza Attari

0306-0313-7919528

مدنی اسلامی بکس، قرآن

مدنی عطر ہاؤس

امپورٹڈ عطریات، قرآن پاک، اسلامی بکس، تسبیحات، ٹوپی، عمامے

موزے، مسواک، گلوز، میلاد پرچم، بینرز، گاہول سیل پوائنٹ

Shop # 2-3 Ground Floor, Waqas Plaza, Amin Pur Bazar, Faisalabad.
Ph: 041-2621568 E-mail: muhammadshahidattari@yahoo.com

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَيِّدِ نَامِحِي

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

انتساب
اپنے والدین کریمین
کے نام
جن کے حُسنِ تربیت سے
میں اس سلسلہ تبلیغ و اشاعت کو
آگے بڑھانے کے قابل ہوا۔
منیر احمد مغل
(یو۔ ایس۔ اے)

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

﴿فہرست﴾

❖	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	❖
❖	1	﴿ابتدائیہ راز پر و فیر محمد اکرم رضا﴾	10	❖
❖		اولیاء اللہ ﷺ کا مقام		❖
❖	1	﴿اولیاء اللہ ﷺ کا تعارف اور فضائل﴾	22	❖
❖	2	﴿نگاہ ولایت﴾	30	❖
❖	3	﴿اولیاء اللہ ﷺ کی اقسام﴾	32	❖
❖	4	﴿مقام ولایت فیض نبوت کا مظہر ہے﴾	37	❖
❖		غیر اللہ پر قرآنی سورتوں کے نام		❖
❖	1	﴿گائے کے نام پر قرآنی سورت﴾	42	❖
❖	2	﴿چیونٹی کے نام پر قرآنی سورت﴾	46	❖
❖	3	﴿ولی اللہ کا تصرف﴾	49	❖
❖	4	﴿غار کے نام پر قرآنی سورت﴾	51	❖
❖	5	﴿واقعہ اصحاب کہف اور عقائد اہل سنت کی صداقت﴾	51	❖
❖	06	﴿مکڑی کے نام پر قرآنی سورت﴾	60	❖
❖	07	﴿وسیلے کا بیان﴾	62	❖
❖	00	﴿اولیاء اللہ کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا مقام﴾	64	❖

اولیاء اللہ رحمہ اللہ کے فضائل

01 ﴿قرآن پاک کی روشنی میں﴾ 68 ﴿﴾

02 ﴿زمین کی زینت اولیاء اللہ﴾ 68 ﴿﴾

03 ﴿اولیاء اللہ رحمہ اللہ کے پانچ فضائل﴾ 69 ﴿﴾

شعائر اللہ کی تعظیم خدا کے فرمان کی تعمیل ہے

01 ﴿صالح علیہ السلام کی اوٹنی شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 76 ﴿﴾

02 ﴿صفا مروہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 78 ﴿﴾

03 ﴿حضرت یوسف علیہ السلام کا گرتہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 82 ﴿﴾

04 ﴿حضرت ایوب علیہ السلام کا پاؤں اور چشمہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 83 ﴿﴾

05 ﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 86 ﴿﴾

06 ﴿تابوتِ سکینہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 87 ﴿﴾

07 ﴿انجیر، زیتون، طور سینا شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 89 ﴿﴾

08 ﴿آرام گاہِ انبیاء (بیت المقدس) شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 90 ﴿﴾

09 ﴿شہر مکہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 91 ﴿﴾

10 ﴿نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم﴾ 92 ﴿﴾

11 ﴿محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل دین ہے﴾ 96 ﴿﴾

12 ﴿محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ذریعہ نجات ہے﴾ 103 ﴿﴾

- 13 ﴿ شعائر اللہ کی تعظیم پر اعتراضات کے جوابات ﴾ 106
- 00 ﴿ شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر قرآن کریم کے منکر ہیں ﴾ 126
- ﴿ اولیاء اللہ ﷺ کے ساتھ ذکر خدا میں شمولیت جنت میں داخلے کا سبب. ﴾ 136
- ﴿ رسول اللہ ﷺ کے علم غیب شریف اور نبیوں ولیوں کے وسیلے کا ثبوت ﴾ 142

امداد و استعانت کا ثبوت

- 01 ﴿ قرآن کریم کی روشنی میں ﴾ 160
- 02 ﴿ حدیث پاک کی روشنی میں ﴾ 171
- 03 ﴿ استمدادِ انبیاء و اولیاء پر مزید ثبوت ﴾ 186
- 04 ﴿ استمدادِ انبیاء و اولیاء پر اعتراضات کے جوابات ﴾ 197
- 05 ﴿ اولیاء اللہ ﷺ کے پاس جانے اور دعا کرانے کا ثبوت ﴾ 215
- 06 ﴿ صحبت صالحین باعث نجات ﴾ 219

اولیاء اللہ ﷺ کی کرامات

- 01 ﴿ حبیب عجمی کا مقام اور سچ کی برکت ﴾ 224
- 02 ﴿ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کی خاطر مچھلیاں ہیرے لے کر آگئیں.. ﴾ 225
- 03 ﴿ حبیب بن اسلم راعی رحمہ اللہ کی بکریوں کی رکھوالی بھیڑیے کرتے رہے ﴾ 226
- 04 ﴿ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز کا گٹھا پتھر اٹھا کر دوڑنے لگا ﴾ 227
- 05 ﴿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فرمان پر شیر نے رستہ چھوڑ دیا. ﴾ 228
- 06 ﴿ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کا دنیا میں مقام ﴾ 228

07 ﴿ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیبی امداد ﴾ 229

08 ﴿ کھانے کے بغیر جسمانی طاقت ﴾ 229

09 ﴿ کھانے سے تسبیح کی آواز ﴾ 230

10 ﴿ شیر نے تابعداری کی ﴾ 230

12 ﴿ بے موسم پھلوں سے ضیافت ﴾ 232

13 ﴿ پوشیدہ حالات سے باخبر ﴾ 233

❧ ایصالِ ثواب / ختم گیارہویں شریف کا ثبوت ❧

01 ﴿ ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآنِ پاک سے ﴾ 236

02 ﴿ ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآنِ پاک سے ﴾ 237

03 ﴿ ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے عمل سے ﴾ 239

04 ﴿ ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے اقوال سے ﴾ 239

05 ﴿ ایصالِ ثواب کا ثبوت مخالفین کے گھر سے ﴾ 241

06 ﴿ تاریخِ اور دن کا مقرر کرنا ﴾ 242

❧ اولیاء کرام رحمہ اللہ کے حالات ❧

01 ﴿ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ﴾ 246

02 ﴿ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ ﴾ 248

03 ﴿ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ ﴾ 250

04 ﴿ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ ﴾ 259

»»	262	»»	05	»»	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمہ اللہ	»»
»»	264	»»	06	»»	غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ	»»
»»	301	»»	07	»»	خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ	»»
»»	304	»»	08	»»	خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ	»»
»»	306	»»	09	»»	حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ	»»
»»	308	»»	10	»»	حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ	»»
»»	310	»»	11	»»	مولانا فخر الدین رازی رحمہ اللہ	»»
»»	313	»»	12	»»	حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمہ اللہ	»»
»»	315	»»	13	»»	حضرت میاں شیر محمد شرچوری رحمہ اللہ	»»
»»	324	»»	14	»»	حضرت میاں رحمت علی رحمہ اللہ گھنگ شریف	»»
»»	عالم برزخ کے پراسرار حالات پر انکشافات					»»
»»	331	»»	01	»»	مومن روحمیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں	»»
»»	337	»»	02	»»	مرنے کے بعد ارواح کہاں پر ہوتی ہیں	»»
»»	343	»»	03	»»	چند واقعات بطور ذریعہ نجات	»»
»»	352	»»	00	»»	اختتام	»»



ابتدائیہ

وقت ہمیشہ اُن فرزندِ ان روزگار کے سامنے سر خمیدہ نظر آتا ہے جنہوں نے اپنی سیرت کی خوشبو کردار کے حسن اور عمل کی قوتِ تسخیر سے ہر دور کو متاثر کیا ہوتا ہے۔ یہی خوش بخت اصحابِ نظر ہوتے ہیں جن کی زبان کی تاثیر اور فکر و عمل کی شوکتِ تعمیر سے ہر زمانے کو صراطِ حق سے آشنائی عطا ہوتی ہے۔ ظلمت جس قدر گہری ہو اُجالوں کی تمنا اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اشرارِ باطل جس قدر بھی قوی ہوں چراغِ مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ گری کی تمنا اتنی ہی زیادہ دلوں میں اُبھرنے لگتی ہے۔ تقدیرِ خداوندی تو بندگانِ حق و صداقت کے دلوں سے اُبھرنے والی تمناؤں کی منتظر ہوتی ہے اور پھر یہیں سے الطافِ خداوندی کا دھارا ایسے نفوسِ قدسیہ کو صدیوں کا اعزاز بنا دیتا ہے جو اپنے علم و عمل سے قلعوں کو نہیں بلکہ دلوں کو تسخیر کرتے ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کا ظاہر و باطن احکاماتِ خدا و مصطفیٰ ﷺ علیہ التحسینہ والثناء میں اس قدر ڈھل چکا ہوتا ہے کہ یہ جدھر بھی بڑھتے ہیں تقدیرِ خداوندی کا لہراتا ہوا پھریرا ان کے سروں پر جلوہ فگن رہتا ہے اور پھر دُنیاوی و اُخروی اعزازات اور اُزلی وابدی اکرامات ان کا سرمایہٴ اعزاز بن جاتے ہیں۔ یہ اپنے کردار کو عشق و عقیدت کی روشنی بخش کر خود کو تقدیرِ یزداں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ خدائے کرم یزداں کو خطا کاروں کو بھی محرومِ کرم نہیں رکھتا ان کو اپنی لامتناہی قوتوں کا مظہر بنا دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٥٠﴾
سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹، ۷۰

ترجمہ:- جس نے اطاعت کی اللہ اور اُس کے رسول کی پس ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ حضرات اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ باعتبار علم کے۔

حق یہ ہے کہ جب بندہ خدا کی رضا میں ڈھل جاتا ہے اس کی ایک ایک سانس نبضوں کی حرارت ذہنوں کی ذہانت افکار کی عذرت اس کا کھانا اس کا پینا اس کی نماز اور قربانی اس کا ناز و نیاز اس کی سحر کا گداز اس کے ایمان کی حرارت اس کی ذہنی تب و تاب سب کچھ خدا اور رسول خدا ﷺ کیلئے وقف ہو جاتے ہیں۔ لفظ دم توڑ جاتے ہیں۔ عمل خمیدہ سر بارگاہ ایزدی میں ہدیہ نیاز بجالاتا ہے تو پھر خدا کی رحمتیں اس کے انعامات قدسیہ کا روپ دھار کر اس بندہ مومن کے روپ میں ظاہر ہو جاتی ہیں اور اس کے سر عجز و نیاز پر۔

”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“

کا تاج روحانیت سجا دیا جاتا ہے۔ پوری کائنات اس کی جاگیر ہوتی ہے وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے کیونکہ اب اس کا اپنے لیے کچھ نہیں سب کچھ رب ذوالجلال کیلئے ہوتا ہے۔ وہ رب ذوالجلال جس کے انعامات اس خاک نشیں کو افلاک بد اماں کر دیتے ہیں مگر وہ عطا ہونے والے تمام انعامات کو محبوب دو عالم ممدوح کائنات حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی سے مشروط کر دیتا ہے رب کریم اسے ”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ“ ﴿التساء: ۸۰﴾ کا پیغام سرمدی عطا کر کے جلوہ ہائے مصطفویٰ ﷺ کی بدولت تجلیات ربانی سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ ”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ کے منصب نور پر فائز ہوتے ہی اس بندہ حق پر فقر و درویشی کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ اسے شریعت کے آئینہ خانے میں جھانک کر ہی طریقت اور معرفت کا حصہ وافر عطا ہوتا ہے۔ اس کی ضرب ضرب بدالہی اور اس کے راست گوئی صدق صدیق کی ترجمان بن جاتی ہے مگر بات لفظ و آہنگ کی نہیں بلکہ عمل اور فقط عمل کی ہے۔ خدا کے نام پر عمل کی میزان پر ٹکنے والا کبھی سرنگوں نہیں ہوتا اور ظاہریت کے جمال میں گم ہونے والا خرد کی پہلی ہی منزل ہو جاتا ہے۔ اس کے نصیب میں عشق سرفراز کی نوازشیں کہاں؟

گُفْتَهُ او گُفْتَهُ اللہ بود
گرچه از حلقومِ عبداللہ بود
اللہ اللہ گفتن اللہ می شود
یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اب ان کے مقامات ملاحظہ کیجئے جو ”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ کی رفعتوں کے حق دار بنے۔
 صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا
 ”سات آدمی قیامت کے دن وہ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے نیچے رکھے گا
 جس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ حاکم عادل، وہ جوان جو اللہ کی
 عبادت کرتا ہوا جوان ہوا، وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد سے معلق رہے۔ وہ دو آدمی جو آپس
 میں صرف اللہ ہی کیلئے محبت کرتے ہیں، اس پر جمع ہوتے ہیں اس پر جدا ہوتے ہیں، وہ آدمی جس
 کو حسن و جمال والی عورت نے برائی کی دعوت دی لیکن وہ یہ کہہ کر کنارہ کش ہو گیا کہ میں اللہ
 سے ڈرتا ہوں۔ وہ جو اپنے دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے لیکن بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہیں لگنے دیتا
 کہ میں نے کیا خرچ کیا۔ وہ شخص جو اللہ کو یاد کرتا ہے، خوفِ خدا سے اس کے آنسو نکل آتے
 ہیں۔

معلوم ہوا کہ ”اَلْعَمْتُ عَلَيْهِمْ“ کے مقام پر فائز ہونے کیلئے عمر لباس وقت اور کسی

مخصوص طرزِ عمل کی ضرورت نہیں۔ لازم ہے کہ وہ رضائے الہی اور رضائے مصطفیٰ ﷺ کا متلاشی رہے۔ اس کے قول و فعل میں معمولی سا تضاد نہ ہو وہ جس نیک گفتاری کا سہارا لیتا ہے اس کی خلوتیں اور اسکی جلوتیں اس کی شاہد ہوں۔ وہ خوفِ خدا میں اس قدر ڈوب جائے کہ شاہانِ وقت کے سامنے کلمہ حق کی سر بلندی کے نام پر ہر سختی اور سزا کو خالق کو نین کا انعام خیال کرے۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ

عشق ہے اصل حیاتِ موت ہے اس پر حرام

یہی ”انعام یافتہ ہستیاں“ ہیں جو فقر و درویشی کو چراغِ راہ بنا کر منزلِ معرفتِ الہی کی طرف بڑھتی ہیں۔ علم ان کا اعزاز، عشقِ خداوندی ان کا افتخار، محبتِ رسول ﷺ ان کا امتیاز، قرآن ان کی پہچان، عمل ان کی زندگی کا اعزاز، فقر ان کی ڈھال، سادگی و درویشی ان کی زرہ بن کر انہیں جادہٴ عمل پر چلتے رہنے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔ زمانہ انہیں دیکھے تو پہچان نہ پائے، وقت ان کی گردِ راہ تک نہ پہنچ سکے۔ شاعرِ مشرق نے بھی اس تصویرِ خدا شناسی کو اس طور اُجاگر کیا ہے۔

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیرِ تیری

مرے درویشِ خلافت ہے جہانگیرِ تیری

ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیرِ تیری

تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیرِ تیری

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خدائے قدوس کی طرف سے رحمتوں کی خوشخبری ”ہم تیرے ہیں“ اور ہم ہی نہیں ”لوح و قلم بھی تیرے ہیں“ دراصل وہ انعامِ قدسی ہے جو مقدر سے ہی کسی کا اعزاز بنتا ہے۔ خدا کی طرف سے ”انعام یافتہ“ ہونے تمنا تو سبھی کرتے ہیں مگر اس کے حصول کے لئے جس طرح سے اپنی حیاتِ مستعار کا لمحہ لمحہ انعامِ خداوندی کے نام پر تصدق کرنا پڑتا ہے۔ وہ شوکتِ ایمان کی داستانِ نور کا حسین باب ہے۔

خدا کی قدرت کے اسرار قرآن حکیم اور احادیث کے شہ پاروں سے انوار کی صورت چھن چھن کر ابھر رہے ہیں اور انہی فیوض کی قوس قزح سے بزم ہستی منور ہو رہی ہے۔ اس ضمن میں یہ حکایت ہر صاحب نظر کی راہنمائی کرتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر بہت بڑا تھا۔ جس سے اپنے بیگانے مسافر راہرو بھی فیضیاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ سے شرف بیعت حاصل کرنے کی غرض سے آیا۔ اس نے آپ کی کرامات کا شہرہ سن رکھا تھا۔ وہ قریباً ایک سال وہاں مقیم رہا اور پھر اچانک واپسی کا ارادہ کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ روشن ضمیر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اے مرد صالح تو ایک عرصہ ہمارے ہاں مقیم رہا، نہ آنے کا سبب بتایا اور اب جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے۔ اس نے کہا: حضرت! میں آپ کی کرامات کا شہرہ سن کر آیا تھا، مگر اس ایک سال کے عرصہ میں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا: تم نے اور مقامات پر کیا کیا دیکھا ہے؟ اس آدمی نے کہا: میں نے ایک مقام پر ایک مرد درویش کو ہوا میں پرواز کرتے دیکھا۔ ایک اور مقام پر ایک درویش کو پانی پر چلتے دیکھا۔ ایک جگہ ایک صوفی کو آگ پر چلتے دیکھا، لیکن آپ کے ہاں تو میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ حضرت نے مسکرا کر کہا: کیا تم نے میرا کوئی عمل خلاف شریعت دیکھا ہے؟ میں نے نماز نہ پڑھی، روزے نہ رکھے، قرآن و سنت کا درس نہ دیا، ہوا میں معروف اور نہی عن المنکر کے راستے کو چھوڑا ہو۔ کبھی کوئی ایسا جملہ میری زبان سے نکلا ہو جو خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے منافی ہو۔ اس شخص نے کہا: نہیں حضرت ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: شریعت کی یہی پابندی تو عین کرامت ہے۔ پھر فرمایا: تم ہوا میں اڑنے والے کو صاحب کرامت صوفی سمجھتے ہو تو ہوا میں تو مچھرا اور کھیاں بھی اڑتی ہیں، تم ان کی بیعت کر لو۔ تم نے پانی پر چلنے کو کرامت سمجھا ہے۔ پانی میں تو مچھلیاں اور مینڈک بھی تیرتے ہیں۔ تم ان کے جاؤ پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تم آگ پر چلنے کو کرامت سمجھتے ہو تو یہ تو سراسر شعبہ بازی ہے۔ تم ان شعبہ بازوں کے غلام کیوں نہیں بن گئے؟ اب اس شخص کی نگاہ باطن بہت کچھ دیکھ رہی تھی، وہ کرامت اور شعبہ بازی میں فرق سمجھ رہا تھا، بے اختیار رونے لگا اور عرض کیا ”حضرت! پھر ارشاد فرمائیے کہ کرامت

کسے کہتے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں اس طالب حق کو دیکھا۔ اس کے دل پر نگاہ کی اور فرمایا ”اصل کرامت یہ ہے کہ مرد مومن کسی طالب حقیقی کے دل میں برے کے بغیر سوراخ کر کے اللہ ہو کی ضرب لگاتا ہو اس طرح جا بیٹھے کہ مومن کا دل اللہ کی تجلی گاہ بن جائے۔ یہ فرما کر آپ نے عظمت کبریائی کا نعرہ لگایا تو اس طالب حقیقی کو ایسا لگا جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل کے ایوان میں تشریف فرما ہیں اور خدا کی رحمت و عنایات کے انوار سے اس کا دل بھر پور ہوتا جا رہا ہے۔

در اصل یہی وہ کرامت ہے جو خدا سے بے بہرہ انسانوں کو معرفت الہی کی منزل عطا کرتی ہے۔ دنیا کی برکات اور آخرت کی عنایات کو اس کے نام کر دیتی ہے۔ چاروانگ عالم میں اسلام جس تیزی سے پھیلا ہے اس کا سب سے بڑا سبق ان صوفیائے عظام کی کرامات ظاہری نہیں تھیں بلکہ وہ کرامات باطنی تھیں جنہوں نے تاریک دل جگمگا دیئے۔ خدا سے بے خبر انسانوں کو خدا کی ذات سے آگاہی عطا کی۔ ان مردانِ حق کا اپنا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب سب ان کی جاگیر ہوتے ہیں۔ یہ عبادت الہی میں شب و روز محو رہ کر کرامات طلب نہیں کرتے بلکہ کرامات تو ان کیلئے اضافی انعام ہوتا ہے تاکہ ”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ کی منزل پر فائز ہونے والوں کو جو انعام عطا ہوتا ہے اس سے ساری دنیا باخبر ہو جائے کیونکہ دنیا کی باخبری کے لئے کچھ ظاہری مظاہر بھی ہوتے ہیں کسی مرد حق نے کبھی دُعا میں کرامات طلب نہیں کیں۔ انہوں نے تو خدا سے خدا ہو کو مانگا ہے اور اس شان سے خدا کی عبادت کے جلوؤں میں گم ہو گئے کہ عبد ہو کر معبود کے جلوؤں کے ترجمان بن گئے۔ یہی وہ منزل ہوتی ہے جب بندہ مومن خدا کا ہاتھ بنتا ہے اس کی زبان بنتا ہے اس کی نظر اور اس کے پاؤں بنتا ہے۔ رب العالمین ان سب چیزوں سے بے نیاز ہے مگر ان بندگانِ خاص کے ذریعہ ہی پہچان کرانے کیلئے انہیں غیر معمولی جلالت، فہم و بصیرت، دور رس نظر اور کبھی شکست نہ کھانے والی قوت سے نوازتا ہے۔

وہ جس کے بازوؤں سے اک زمانہ سہا جاتا ہے
نگاہ پاک سے آئینہ دل جھللاتا ہے

دل پر نور جس کا ایک جہاں کو جگمگاتا ہے
قدم اس کا جدھر اُٹھتا ہے باطل لڑکھڑاتا ہے
یہی ہیں جن پہ لطف خالق دارین ہوتا ہے
ہر اک درویش کامل حاصل کونین ہوتا ہے

(رضا)

جن ہستیوں کا انعام خداوندی مقدر بنتا ہے ان کے تذکرے رب العالمین از خود زمانے
بھر میں عام کر دیتے ہیں۔ اپنی ولایت کا ڈھنڈورا خود پیٹنے والے توبتان عجم کے پجاری ٹھہرے
مکران کا کیا کہیے جو رضائے الہی میں زندگی گزار کر آسودہ لحد ہو جاتے ہیں مگر بزم ہستی کا ایک
ان کی روحانی چکا چوند اور ایمانی جگمگا ہوں سے ضو بار ہو جاتی ہے۔ لاہور کے داتا گنج بخش سید
علی ہجویری ہوں یا اجمیر کے غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سرہند کے مجدد الف ثانی
شیخ احمد سرہندی ہوں یا بغداد کے غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی، پاکپتن کے بابا فرید الدین
مسعود گنج شکر ہوں یا ملتان کے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، دہلی کے خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی ہوں یا خواجہ نظام الدین اولیاء تونسہ کے صحراؤں میں معرفت الہی کے گلاب
اُگانے والے حضرت شاہ سلیمان تونسوی ہوں یا عصر حاضر میں شرقپور کے شیر ربانی میاں شیر
محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے کسی کی خوشبوئے کرم نوازی کتابوں، رسائل و جرائد اور من گھڑت
کرامات کی مرہون منت نہیں ہے۔ یہ تو عین فضل الہی ہے جو بنجر وادیوں کو آب حیات بخشتا،
ظلمتوں کو انوار سے ضو بار کرتا اور اپنی رضا میں سرمست ہو کر زندگی گزارنے والوں کو زمانے بھر
کے لئے اپنی عظمتوں کا لافانی مظہر بنا دیتا ہے۔ وہی انعام سے نوازے تو کیسے ممکن ہے کہ
کائنات کے سب سے بڑے حکمران کے انعام یافتہ افراد کے تذکار وقت کے دھندلکوں میں
چھپ جائیں۔ یہ لوگ خدا کی دلیل ہیں۔ ان کے کردار کی پاکیزگی سے تورب پہچانا جاتا ہے
پھر رب العالمین اپنی دلیل کو کیسے تاریکیوں کے حوالے کر سکتا ہے۔ سچ کہا حکیم الامت نے

فطرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دُنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

یہ بندگانِ خدا گفتار اور کردار میں اللہ کی برہان ہوتے ہیں اس لئے ان کے ارادوں کی مضبوطی میں قوتِ خداوندی کا پرتو ہوتا ہے اور ان کے عزائم کی وسعت میں شوکتِ الہی کے لامتناہی مظاہر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جن کو ان کا خدا ہی عطا کر رہا ہو حیاتِ دوام سے نوازا رہا ہو جن کے ہر نقشِ حیات کو اہل ایمان کے جادہ حق کی منزل قرار دے رہا ہو وہ وقت کی آندھیوں سے کس طور مٹ جائیں گے۔ خدا کی قوت جب ان مردانِ حق کا اعزاز بنتی ہے تو انہی میں سے ایک درویش چنگیز و ہلاکو کی اولاد کو اسلام کی تجلیات میں گم کر دیتا ہے۔ تاکہ چنگیز خاں کی قہر سامانیوں نے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کی اولاد آنے والے ادوار میں نہ صرف اس نقصان کا ازالہ کرے بلکہ اسی کی بدولت فروغِ اسلام اور ترویجِ دینِ مصطفوی ﷺ کو غیر معمولی وسعت اور ہمہ گیری عطا ہو سکے۔

ہمارے الفاظ کیا حقیقت رکھتے ہیں یہ تو خدا کا فیصلہ ہے جو وہ مختلف ادوار میں صادر کر چکا ہے کہ

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نہ ے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے آفسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دُھندلا سا ستارا تو ہے

اگر ہم بظہرِ نظر غائر دیکھیں تو ان حق پرستوں نے اپنے لئے قصر و ایوان تعمیر نہیں کئے ارادت مندوں کی بڑی تعداد رکھتے ہوئے بھی سنگِ مرمر کی خانقاہیں نہیں بنوائیں، میلوں تک پھیلے ہوئے لنگر خانے تعمیر نہیں کروائے، یہ تو رضائے الہی میں سرمست و سرخوش رہنے والے مردانِ خوش نہاد تھے۔ جو تختہ دار کو چوم کر بھی خوشنودیِ خدا کے نام پر زندگی بھر تابدگی کا نمونہ بنے رہے۔ برف کی سلوں پر لیٹ کر بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرح مسکراتے رہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرح کوڑے کھا کر بھی رضائے الہی پر راضی رہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح غریب الوطنی کی زندگی بسر کر کے بھی اپنے خالق و مالک کے جلوؤں میں گم

رہے۔ حضرت بابا فرید رحمہ اللہ کی طرح وطن سے بے وطن ہوئے۔ سیدنا علی ہجویری رحمہ اللہ کی طرح افغانستان سے بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کر کے لاہور میں دریائے راوی کے کنارے ڈیرہ ڈالے رہے۔ کس کس کا نام لیا جائے ان میں سے کسی کا عمل بھی اپنی خواہشات کے تابع نہیں تھا اور پھر انعام خداوندی نے انہیں یوں نوازا کہ جہاں جہاں انہوں نے قیام کیا وہ مقامات اہل شوق کے لئے مرکز تجلیات بن گئے۔

رزم گاہ حق و باطل میں تاریخ نے ہزاروں معرکے دیکھے۔ ایک طرف یہ بے سروسامان اصحاب تصوف تھے جن کا اسلحہ فقط رضائے الہی تھا یہ خوشنودی رسول کے لئے جیتے تھے شریعت ان کا نور تھی طریقت ان کا روحانی پیر ہن تھا صداقت ان کی صدائے حریت تھی معرفت الہی اُن کے لئے خدا کا انعام تھی یہ دنیاوی اسباب سے بے نیاز تھے تیغ و سپر کے تصور بے بھی نا آشنا تھے۔ یہ جہاں جاتے تھے اپنا حجرہ بعد میں بناتے تھے مسجد پہلے تعمیر کرتے تھے تاکہ قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی وجد آفریں صداؤں سے زمانہ منور ہو جائے۔ یہ بوریا نشین اپنی سادگی میں بھی قوت سکندر و دارا کو قدموں تلے روندنے کی قوت رکھتے تھے۔ یہ چلتے تھے تو ایک زمانہ ان کے ہمراہ ہوتا تھا یہ بڑھتے تھے تو کہسار و دریا راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ یہ بولتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ جدھر نگاہیں اٹھاتے تھے زمانہ اپنی نگاہیں اُن کے قدموں تلے بچھا دیتا تھا۔ یہ خدائے مہربان پر اعتمادِ کامل کا ثمر تھا۔ اپنے مالک اور اس کے محبوب ﷺ سے غیر متزلزل وابستگی کا اعزاز تھا ان کا ہر نقشِ عمل لوحِ فطرت کی تحریر تھا یہ خودی و خودداری کی تصویر تھے۔

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سخر و طغرل سے کم شکوہ فقیر
خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایاب
خودی ہو زندہ تو گھسار و پرریان و حریر
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگ مردہ کو فوج سراب بھی زنجیر

معلوم ہوا کہ ولایت و ایمان کی برم جہم ہے جو بندگانِ خدا کے دلوں پر اُترتی ہے اور انہیں اسی طرح سیراب کرتی ہے کہ وہ علم و عمل کا پیکرِ صدرِ رنگ بن جاتے ہیں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں ولایت کے انوار کو سمیٹنے اور ان کی اشاعت اور ابلاغ کی سعادت عطا ہوتی ہے۔ مستند کتب کے مصنف، مردِ با صفا حضرت مرزا محمد عمر الدین نعیمی علیہ السلام بھی ایسے ہی صاحبِ ایمان تھے جنہوں نے اپنے ذوقِ مطالعہ اور درویشوں کی بارگاہ میں حاضری کی بدولت خود کو ایک روشن مثال بنا دیا۔

مرزا محمد عمر الدین علیہ السلام کی زیر نظر کتاب ”اولیاء اللہ کا مقام“ حقیقی معنوں میں ولایت اور معرفت کی روشن تحریر ہے۔ یہ ایک ایسی شمعِ روشن ہے جس سے بے شمار دلِ ضو بار ہو رہے ہیں۔ ولایت بذاتِ خود قتلِ نور ہے آفتابِ معرفت ہے ماہِ تابِ عشق و سرمستی ہے۔ مرزا محمد عمر الدین علیہ السلام نے اسی آفتاب سے حیاتِ نو حاصل کی اور اس سے حاصل ہونے والے فیوض کو زمانے بھر میں تقسیم کر دیا۔

آپ شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ السلام کی نگاہِ فیضِ رساں کے انعامِ خوردہ تھے۔ اس ولیِ کامل نے ان کی خوب خوب راہنمائی کی۔ اور شیرِ ربانی کے انوارِ معرفت سے ان کا جو حصہ بچا وہ حضرت والا قدر میاں رحمت علی گھنگ شریف والے نے عطا کر دیا۔ حضرت میاں رحمت علی علیہ السلام صاحبِ فقر و استغناء تھے۔ درویشی و خدامستی کی زندہ تصویر تھے۔ میاں صاحب نے حضرت مرزا محمد عمر الدین علیہ السلام کے روحانی مراتب کو جلا بخش کر آپ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

حضرت مرزا محمد عمر الدین علیہ السلام نے جن دیگر درویشوں اور خدامستِ فرزندگانِ روزگار سے کسبِ فیض کیا ان میں سے ایک کھیالی دروازہ والے حضرت باباجی دھلو شاہ علیہ السلام ہیں جن کے فیوض کے گلستان کی خوشبو سے بے شمار دلِ مہک رہے ہیں۔ مرزا محمد عمر الدین علیہ السلام کو حضرت باباجی دھلو شاہ سے کئی نسبتیں حاصل ہیں۔ آپ ایک دور میں ان کی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی رہے اور تمام روحانی تقاریب بصدِ شان بجالاتے رہے۔ ضعف اور پیری نے غلبہ پایا تو یہ نگرانی کے امور ترک کر دیئے مگر حضرت باباجی علیہ السلام سے روحانی تصرفات کے حصول کا

سلسلہ برابر قائم رہا۔ آج حضرت قبلہ مرزا محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں، مگر آپ کی روحانی تعلیمات کی تجلیات سے ایک زمانہ روشنی حاصل کر رہا ہے۔

بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

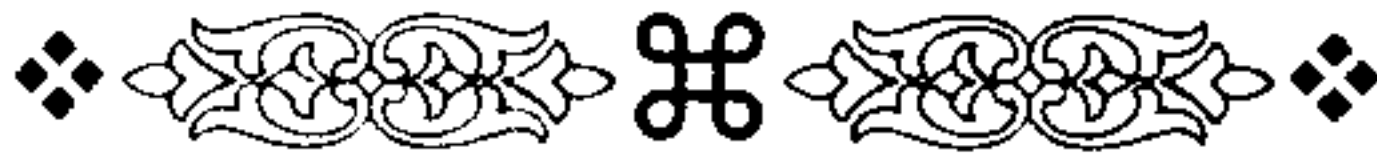
آپ کی دوسری کتب کی طرح یہ کتاب ”اولیاء اللہ کا مقام“ بھی میرے عزیز شاگرد حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری آف کامونگی کی تصحیح و تخریج سے منظر عام پر آرہی ہے، خصوصاً انہوں نے ترتیب جدید، پہرہ بندی اور ذیلی سرخیاں قائم کر کے اس کتاب میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔ اگرچہ اب بھی کچھ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں مرزا محمد عمر الدین نعیمی صاحب نے سخت لہجہ اختیار کیا ہے، جس سے اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن آپ کی محنت اور خلوص کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ علمائے کرام کی نظر میں وہ مقامات اصلاح طلب ہیں، جہاں آپ نے مخالفین پر کچھ شرعی حکم لاگو کئے ہیں، مگر ہم نے ان مقامات کو اسی طرح رہنے دیا ہے۔ اگر ضرورت محسوس کی گئی تو آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔ آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا





اولياء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

اولیاء اللہ علیہ السلام کا مقام

اولیاء اللہ کا تعارف اور فضائل

ولی کے معنی ہیں خدا کا دوست اور محبت رکھنے والا یعنی مستقل جذبہ عشق والا ایسا عشق جو طالب کو مطلوب کی ذات میں ہوتا ہے کہ اسکو محو اور مستغرق کر دیتا ہے کہ اس کی اطاعت اور رضا سے ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے.....

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط

﴿پ ۳ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷﴾

کہ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے جو ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور گستاخوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ کفار کا کوئی دوست اور حمایتی نہیں کہ وہ اس دوستی اور محبت سے محروم ہیں۔

خدا کے محبوب علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ ایسے صاحب حال خدا کے بندے ہیں کہ وہ کسی معاملہ میں قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ اُن کا دوست اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اُن کو یہ مقام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور کمال درجہ محبت کے صدقہ میں عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے رقعہ بنام نیل دریا سے ظاہر ہوا جو خشک ہو چکا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں جب تک ایک

98371

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

نوجوان لڑکی کو زیور پہنا کر دریا کی بھینٹ نہ چڑھایا جاتا اُس میں پانی نہ آتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اس کا یہ حال ہوا تو لشکرِ اسلامی کے سپہ سالار نے خلیفۃ المسلمین کو اس سے آگاہ کیا اور دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کے نام رُقعہ لکھا کہ اگر خدا کے حکم سے رُک گیا ہے تو ٹھیک ورنہ میں حکم دیتا ہوں کہ جاری ہو جا اور اپنے پانی سے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری کر اور اگر اپنی مرضی سے رُک گیا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں۔ جب یہ کاغذ کا ٹکڑا دریا میں ڈالا گیا تو اُسی وقت دریا جاری ہو گیا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبِ حال تھے اس لئے اُن کا حکم دریا نے بھی مانا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِالْحَرْبِ۔

﴿مخلوۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ﴾

کہ جس کسی نے میرے ولی کو تکلیف دی میرا اُس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے یہ مقام صاف ظاہر کرتا ہے کہ ولی اللہ صاحبِ حال ہوتے ہیں جن سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ یہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ہوا و ہوس کا شکار نہیں ہوتے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اُن کی پاسداری فرماتا رہتا ہے اور اُن کے دشمن ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اعلان ”نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ“ ﴿پ ۲۲ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۳﴾ کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور معاون ہوتا ہے اور خدا کی مدد سے اُن کا مقام بلند رہتا ہے۔

خدا کے رسول ﷺ نے نہایت جامع الفاظ میں اولیاء اللہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انبیاء اور شہداء اُن پر رشک کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کی ذات کے ساتھ عشق و محبت کسی فرض کے بغیر محض خدا کی رضا کے لئے رکھتے

ہیں جس سے اُن کے چہرے منور ہوتے ہیں اور جس وقت لوگ خوف زدہ ہوں گے اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا اور جس وقت لوگ غم زدہ ہوں گے اُن پر کوئی غم نہ ہوگا کیونکہ خدا کا فرمان ”الَاِیَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝“ پ ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۶۲ ﴿ اسی وقت کے لئے جاری ہوا ہے۔ مگر گستاخ اور بے ادب لوگ خدا کے رسول ﷺ ”ہرہانِ ربی“ کے مقامات اور کمالات کے منکر ہیں وہ اولیاء اللہ کے مقامات کی کیا پرواہ کرتے ہیں حالانکہ اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانہ میں تاقیام قیامت آیات قرآن کریم اور خدا کے رسول ﷺ کے فرمان کی صداقت کے روشن چراغ ہیں۔ ان کے وجود کی برکت سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے جس سے مخلوق کو رزق کی عطا ہوتی ہے۔ کفار پر غلبہ ہوتا ہے ہر زمانہ میں یہ لوگ معین تعداد میں چھپے رہتے ہیں کہ خدا کے سچے سپاہی ہیں جن میں ۳۰۰/ اخیار کہلاتے ہیں ۴۰/ رابدال اور ۷/ برابر اور ۴/ راوتاد ہوتے ہیں اور ۳/ نقباء ہوتے ہیں جس پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے۔ تمام مومن اگرچہ ایمان میں مشترک ہیں مگر سارے ایک ہی سطح پر نہیں ہیں کیونکہ ان میں عظیم فرق ہے۔ ان میں اولیاء اللہ کا مقام بہت بلند ہے کہ اُن کی روحانی قوت بلند ہوتی ہے جس سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ وہ استقامت دین کے روشن مینار ہیں جن سے یہ حقیقت واضح طور پر آشکار ہو جاتی ہے کہ فلاح اور کامیابی کا راستہ دین اسلام میں ہے جو خدا کے رسول ﷺ نے پیش کیا ہے۔

ذکر نبی ﷺ کی دل میں تڑپ پیدا کیجئے

شیطان بدنصیب کو تڑپاتے جائے

اولیاء اللہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دریائے ہدایت فیض و

رحمت کی نہریں ہیں اُن کی کرامات درحقیقت خدا کے رسول ﷺ کے معجزہ کا ظہور ہے

جو تاقیامت جاری اور ساری ہے۔ کیونکہ خدا کے فرمان.....

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝

﴿پ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۳۲﴾

کہ تم پر سے وہ بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی، کی یہ تفسیر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جو دکھ تھا کہ وصال کے بعد تبلیغ دین کا کام کیسے ہو گا تا کہ دُنیا ہدایت پر قائم رہے، یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ علمائے کرام حضور ﷺ کے علم کے تالاب بن گئے اور اولیاء اللہ اُس علم کی نہریں۔ علمائے کرام شریعتِ مطہرہ پر چلنے کے طریقے بتانے والے ہیں۔ نماز، روزہ اور جملہ احکام شرعیہ کا درس دینے والے اور وضو کرا کر خدا کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق مصلیٰ پر کھڑا کرنے والے ستون ہیں تو اولیائے کرام ﷺ اُن احکامات پر استقامت عطا کرنے والے روشن مینار ہیں۔

جس طرح پھل اُسی شاخ کو لگتا ہے جس کی جڑ قائم ہو، وہ ہری بھری ہو اور جڑ کے ساتھ تعلق قائم ہو اُسی طرح یہ ہستیاں اسکی شاخیں ہیں کہ دریا کے رحمت سے جاری ہیں، مگر جس گروہ کا عقیدہ خدا کے رسول ﷺ کے کمالات کا انکار ہے، وہ کمالاتِ اولیاء اللہ کے بھی منکر ہیں، اُن کا ایمان اتنا غیر محفوظ ہے کہ وہ آسانی سے شیطان کے شکار ہو جاتے ہیں، اُن کے حق میں خدائی فرمان بتاتا ہے کہ وہ گمراہ ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے.....

”وَمَنْ يُّضِلِّ لَفَنَّ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝“

﴿پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۷﴾

کہ جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا نہ کوئی ولی ہے نہ مرشد۔ لہذا ولی اللہ اور مرشد کے خلاف عقیدہ اور ولی اللہ کے وجود سے انکار اُن کی گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ اس لئے استقامت دین کا فقدان اُن کے ایمان کو غیر محفوظ بنا دیتا ہے کہ وہ آیاتِ قرآنِ کریم

اور حدیث پاک کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے، بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔
سورۃ الم نشرّاح میں ہے.....

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝

﴿پ ۳۰ سورۃ الم نشرّاح آیت ۲۱﴾

کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک ۴ مرتبہ چاک کر کے اس کا شرح صدر کیا گیا، نہ صرف صاف کیا گیا بلکہ اُس کو کھولا گیا۔ بچپن، جوانی، نزول وحی سے پہلے اور پھر شب معراجِ عظیم کعبہ کے پاس شرح صدر کر کے اس کو اس قدر وسیع کر دیا گیا کہ اُس میں علوم غیبیہ، اسرار و رموزِ الہیہ، جزئیات، کلیات، حقائق و معارف کے دریا جاری ہو گئے کہ حضور ﷺ ہر اُزدانِ ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ ہو گئے۔ رب تعالیٰ سے تعلق دُنیا سے بے خبر نہیں ہونے دیتا۔ کروڑوں درود اور سلام اور اُمت کے اعمال پیش ہو رہے ہیں سب سے باخبر ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں۔ آپ ﷺ اُمت کے گنہگاروں کی بخشش کا وسیلہ ہیں کیونکہ سینہ مبارک خزانہِ الہی کا کھلا دروازہ ہے جہاں سے عطائیں جاری ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ کھلا ہوا آئینہ ہے جس میں عالم غیب و شہادت منعکس ہو رہے ہیں۔ جس طرح آئینہ پر سورج کا عکس پڑتا ہے تو وہ سورج کا کام کرتا ہے۔ اِس طرح حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ رب تعالیٰ نے صاف کر کے آئینہ بنا دیا ہے جس پر خدا تعالیٰ نے تجلی ڈالی تو سینہ مبارک سے ربّانی فیوض جاری ہو گئے ہیں اور حضور ﷺ خدائی کام کرتے ہیں، مگر آئینہ جس طرح سورج نہیں کہلا سکتا اِسی طرح حضور ﷺ بھی خدا نہیں کہلا سکتے، اُس کی صفات کے مظہر ہیں۔

خدا کے آخری رسول ﷺ کو یہ دُکھ تھا کہ اُن کے وصال مبارک کے بعد اسلام کا پیغام کیسے عوام تک پہنچے گا، تو خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اُمت کے اندر علماء اور اولیاء پیدا کئے جائیں گے جس سے دین محفوظ رہے گا تو آپ کا یہ غم دُور ہو گیا، بلکہ شفاعت کا

مقام عطا فرما کر مزید تسلی فرمادی اور حضور ﷺ کو سکون قلبی عطا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر بلند کیا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا، سب کے ذکر فقط فرش پر مگر حضور ﷺ کا ذکر فرش اور عرش پر اور جنت میں، بلکہ رب تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ہر جگہ رکھا جو کلمہ میں، اذان میں، نماز میں، خطبہ میں ہر جگہ لیا جاتا ہے، پھر حضور نبی کریم ﷺ کو القابات سے یاد کیا اور باقی نبیوں کو ان کے ناموں سے، حضور ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کی تکمیل قرار دیا بلکہ ہر وقت ہر جگہ جاری کر دیا کہ ماضی میں رَفَعْنَا کا اعلان کر کے بتا دیا کہ روزِ ازل سے تا ابد جاری ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل ہر زمانہ میں رَفَعْنَا کا مقام ہے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نمونہ ہیں ذاتِ الہی کی طرف سے جس کو چھپایا نہیں جاتا کہ ”بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ“ ﴿النساء: ۱۷۴﴾ ہیں۔

دُنیا کی آرزوئیں فنا آشنا ہیں سب
جو رُوحِ زندگی ہے وہ تنہا تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں
ایماں بھی یہی ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو

محبوبِ خدا کے مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ نے خود بلند کر دیا ہے۔ پھر حضور ﷺ کے غلاموں کا مقام بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ اُن کی مقبولیت کی سند خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

الْاِیْنَ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۝ لَا
تَبْدِیْلَ لِّكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

﴿پ ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۶۲، ۶۳، ۶۴﴾

سُن لو خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی۔ انہیں خوشخبری ہے دُنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہو سکتیں یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں اولیاء اللہ کا مقام یہ واضح کر رہا ہے کہ اُن کو یہ مقام اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد ﷺ کے صدقہ میں عطا ہوا ہے تاکہ دین اسلام کی حفاظت کر کے حضور نبی کریم ﷺ رُوف الرحیم ﷺ کا غم اور دُکھ دُور کر دیں کیونکہ مقام نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ حضور پر تھا۔ اولیائے کرام حضور نبی کریم ﷺ کی شان اور حضور ﷺ کے فیض کے مظہر ہیں کہ کرامات اولیاء اللہ حضور ﷺ کے ہی معجزہ کا مظہر ہیں۔ اولیاء اللہ خدا کے مقبول بندے ہیں دُنیا کو ان کی ضرورت ہے کہ اُن کے وجود سے دُنیا کو فائدہ ہے۔ اُن کی پہچان کیا ہے۔ لَھُمُّ الْبُشْرٰی سے کیا مراد ہے۔ ان تمام اُمور کے بارے میں یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کا امکان نہیں تو دین کی تبلیغ ان کے ذمہ ہے۔ لہذا جس طرح کھیتیاں آفتاب کی روشنی اور بارش کی محتاج ہیں اسی طرح سارا عالم نبی کریم ﷺ اور اُن کے وسیلے سے علمائے کرام اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے روحانیت کی دولت حاصل کرنے کے لئے محتاج ہے۔ اولیاء کرام اگر حضور رحمتہ العالمین ﷺ کے دریائے رحمت اور فیض کی نہریں ہیں تو علماء بارش نبوت کے تالاب ہیں۔

حدیث پاک کے مطابق حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي۔ ﴿مشکوٰۃ باب العلم پہلی فصل متفق علیہ﴾

کہ اللہ تعالیٰ رحمتوں کو عطا کرنے والا اور خدا کا محبوب ان کی تقسیم کا ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ کے وسیلے سے علماء اور اولیاء ان عطاؤں کا سبب ہیں کہ علماء کے لیے مچھلیاں بھی دُعاے بقا کرتی ہیں۔

لَهُمْ يُرْزَقُونَ وَبِهِمْ يُمْطَرُونَ۔ وہ جانتی ہیں کہ نزولِ بارش اور دریا کی روانی علماء کی وجہ سے ہے۔ ﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ﴾

”مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب ذکر الیمن والشام و ذکر اویس قرنی“ میں ہے۔ یُسْتَلٰی بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔ کہ انکی دعاؤں سے بارش ہوتی ہے، کھیتیاں سرسبز ہوتی ہیں، دشمنوں پر کُتھ حاصل ہوتی ہے اور اہل شام سے عذاب ٹلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے اور حضور تک رسائی اولیاء اور علماء کے ذریعہ سے ہے۔ کیونکہ سینہ مصطفیٰ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فیض بلا واسطہ حاصل کیا، انکو نور ہدایت عطا ہوا۔ ان سے یہ فیض تابعین نے پایا، پھر تبع تابعین نے اور انکے وسیلے سے علماء اور اولیاء منور ہو گئے۔ اس لئے اولیاء کے سینے نورِ نبوت ﷺ کے آئینے ہیں جن سے چھن چھن کر نور ہدایت عالم کو منور کر رہا ہے، اسی لئے ان سے بیعت کی جاتی ہے تاکہ آئینہ کے سامنے آکر نور حاصل کریں اور بے نور نہ رہیں۔ لیکن جن لوگوں کا عقیدہ اولیاء اللہ پر نہیں ڈھ اس لئے گمراہ ہیں کہ وہ بے نور ہیں۔ ان کے دل آئینہ کے نہ تو سامنے ہو سکتے ہیں اور نہ ان سے روحانی اور نورانی روشنی اور ہدایت کی شمع روشن ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ خدا کے رسول ﷺ کے نور کے منکر ہیں اور منکر ہی ہمیشہ گمراہ ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلق کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے انبیائے کرام تشریف لائے۔ جب سلسلہ نبوت ختم ہو گیا تو حضور ﷺ کی نظر کرم سے دو گروہوں کے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا۔ ظاہری اصلاح کے لئے علمائے کرام مقرر ہوئے مگر باطنی کے لئے

اولیاء اللہ کا گروہ منتخب ہوا۔ چونکہ حضور ﷺ کی نبوت قیامت تک قائم ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق) لہذا ضروری ہوا کہ دونوں گروہ قیامت تک قائم رہیں۔ نماز کی ادائیگی کے لئے جسم لباس اور جگہ اور کاپاک ہونا، قبلہ رُکھڑے ہونا، نماز کی شرائط و ارکان کو ادا کرنا ہے، اسکی تعلیم اور تمام دوسرے ارکان شریعت پر عمل کا کام علماء کے سپرد ہوا۔ مگر ان تمام امور میں خلوص کا درس تاکہ مقبولیت کے مقام تک پہنچ سکیں اولیاء اللہ ﷺ کے سپرد ہوا۔ گویا شرائط صحت علماء سے ملتی ہیں تو قبول شرائط اولیاء اللہ ﷺ سے۔ حتیٰ کہ استقامت کا مقام عطا ہو جائے۔ مختصر یہ کہ ایمان کا درس عالم دین سے ملتا ہے تو اس کی حفاظت کا مقام اولیاء اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ اسی لئے اولیاء تو علماء کے شاگرد ہوئے مگر دوسری طرف علماء اولیاء اللہ کے مرید ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ امام فخر الدین رازی کے دلائل بوقت نزع شیطان نے توڑ دیئے مگر خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ جو ولی اللہ تھے اور اُنکے مرشد کامل تھے سینکڑوں میل دُور بیٹھے بھی مولانا کی مدد کی اور ان سے بے ساختہ پکار کر کہلوا یا کہ میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے اور اس پر میرا ایمان ہے اور اس مدد کی وجہ سے مولانا فخر الدین رازی ایمان سلامت لیکر دنیا سے رخصت ہو گئے۔



نگاہِ ولایت

جیسے جسموں پر بیماریاں آتی ہیں تو جسم کا علاج اطباء کرتے ہیں اسی طرح دل کی بیماریوں کا علاج اولیاء اللہ کرتے ہیں جو اطباء ایمان ہیں۔ لوہے سے زنگ دُور کرنے کے لیے بھٹی چاہیے مگر دل کا زنگ صحبت اولیاء کی بھٹی میں دُور ہوتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

حضور غوث پاک ﷺ کی بارگاہ میں چور چوری کرنے کی نیت سے آیا تو اگرچہ اُس کو دُنیا کا مال نہ مل سکا، لیکن غوثِ پاک ﷺ کی اُس پر نظر پڑ گئی، تو اس سے فرمایا کہ فلاں علاقے کا قطب فوت ہو گیا ہے اور اس کو اُس علاقے کا قطب بنا دیا گیا ہے، لہذا اسکو وہاں بھیج دو۔ یہ غوثِ پاک ﷺ کا مقام تھا کہ ایک ہی نظر میں چور سے قطب بنا دیا۔ یہ مقام غور بھی ہے کہ چور تو کہتا ہے کہ میں چور ہوں، میں نے اچھا کام نہیں کیا، لیکن یہ سارا فیض حضور غوثِ پاک ﷺ کی نظر کرم کا تھا کہ برے کو اچھا کر دیا، ایک بد کو نیک بنا دیا۔

ایک ڈاکو جنگل میں غوثِ پاک ﷺ کے سامنے آیا تو ڈاکہ ڈالنے کی نیت سے غوثِ پاک ﷺ کا جبہ مبارک پکڑ کر چھیننے لگا۔ غوثِ پاک ﷺ نے دُعا کی کہ مولا اس کا ہاتھ میرے دامن سے نہ چھوٹے، جس کے نتیجے میں اس کو ولی بنا دیا۔ غوثِ پاک ﷺ کی ایک نگاہ نے وہ کام کیا کہ ڈاکو کو وہ مقام عطا کیا جو ڈاکو ساری عمر نمازیں پڑھ کر روزے رکھ کر حج اور خیرات کر کے حاصل نہ کر سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ دُنیا کے سفر میں جس طرح راہبر کی ضرورت ہے اسی طرح عالمِ بالا کے مسافر کو بھی رہبرِ طریقت کی ضرورت ہے مگر دیوبندی، وہابی، نجدی، عقائدِ باطلہ میں ولی اللہ سے نفرت کے سوا کچھ نہیں، لہذا عالمِ بالا کے سفر میں ان کا رہبر شیطان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے، جو ان سب کو لے کر ڈوبے گا۔

ولی کون ہے؟ اس کا جواب اسی آیت کے آگے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ“ ﴿پ ۱۱﴾ سورہ یونس آیت نمبر ۶۳ ﴿۶۳﴾ کہ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ یعنی تقویٰ پران کا ایمان و

عمل ہے۔ لہذا ایمان کے بغیر ولایت محال ہے اور تقویٰ اور ظاہری عبادت کے بغیر باطنی طہارت محال ہے۔



اولیاء اللہ کی اقسام

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں مگر ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود و بندے اولیاء من دُون اللہ ہیں جن کو اولیاءُہم الطَّاغُوتُ ﴿البقرہ: ۲۵۷﴾ فرمایا ہے۔ اور اس بنا پر اولیاء اللہ کے منکر اولیاءُہم الطَّاغُوتُ کے تابع دار یہ گمراہ لوگ ہیں جو شیطان کے مرید ہیں۔

اولیاء اللہ میں تین (۳) قسم کی ولایت والے ہیں۔

ایک قسم میں مادر زاد ولی ہیں جیسے کہ حضرت غوث اعظم ﷺ پیدا ہوتے ہی رمضان کے مہینے کے روزہ دار ہوئے۔

غوثِ اعظم ﷺ ہیں ولی ہر آن میں

دودھ چھوٹا ماں کا رمضان میں

بعض مومن تقویٰ و طہارت کی وجہ سے مقبول بارگاہِ رب العزت ہو کر ولایت کا مقام پاتے ہیں اور یہ ولایت کسی ہے۔

مادر زاد اولیاء اللہ کی ولایت اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے جیسے کہ حضرت مریم مادر زاد ولیہ تھیں جو کسی کی نگاہ کرم سے ولی بن جاتے ہیں انکی ولایت وہی ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آنے والے جادوگر کہ ایک ہی نگاہ میں ولی اللہ بن گئے وہ مومن صحابی اور شہادت کے سارے مقام پا گئے۔ اس لئے کہ انہوں نے نبی کا ادب کیا اور کہا قَالُو یٰمُوسٰی اِنَّمَا اَنْ تُلٰعٰی وَاِنَّمَا اَنْ اَنْتَ کُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلٰفٰی ﴿پ ۱۶﴾

۱۰۰۰ آیت نمبر ۶۵ کہ اے موسیٰ علیہ السلام ڈال کر آپ اپنا معجزہ پہلے دکھائیں گے یا ہم کو جازت ہے کہ ہم پہلے ڈال کر اپنے جادو کو پیش کریں۔ انہوں نے ادب کے ساتھ اجازت مانگی اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقبول بندہ مانا۔ اسی طرح غوث اعظم رحمہ اللہ کے گھر میں آنے والے چور اور جنگل میں ملنے والے ڈاکو دونوں غوث اعظم رحمہ اللہ کی نگاہ کرم سے ہی ولایت پا گئے۔ اس آیت میں تینوں قسم کے ولی اللہ بیان ہوئے ہیں کہ ان کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ وہ ماسوائے اللہ کے کسی کا دل میں خوف نہیں رکھتے اور اعمال صالح کی بنا پر ان کو آئندہ کا غم نہیں ہوتا۔ ان تینوں قسم کے اولیاء اللہ کا مقام بیان ہوا، پروہاں ان کے مقابلہ میں ولی نہیں ”من دُون اللہ“ ہیں جو کہ کفار اور گمراہ لوگوں کی دولت ہیں اس لئے وہ اولیاء اللہ سے نفرت کرتے ہیں اور ان کے سایہ سے بھاگتے ہیں۔

ولی تشریحی اور تکوینی بھی ہوتے ہیں، گویا دونوں قسم کے ولی پائے جاتے ہیں۔ ولی تشریحی میں ہر نیک مسلمان ہو سکتا ہے جسے قرب الہی حاصل ہو اور وہ ہر چالیس متقی مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے۔ ولی تکوینی وہ ہے جسے عالم میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہو۔ ایسے ولی غوث قطب ابدال وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ تمام قیامت کے ڈر خوف سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ دنیا کے غم خوف سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض لوگ متقی ہو کر ولی بنتے ہیں تو بعض ولی ہو کر متقی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس پہنچ کر ۴۰ سال کی عمر میں تقویٰ اختیار نہ کیا تھا مگر ولیہ ہونے کے سبب بے موسم پھل عطا ہوتے تھے۔

”لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“ ﴿۱۰۱﴾ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲

کے مصداق ولی اس طرح ہوتے ہیں کہ خلق کے منہ سے خود نکلتا ہے کہ یہ ولی ہے۔ جیسے غوث الاعظم رحمہ اللہ اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ وغیرہ کہ ان کی

مقبولیت فی الخلق قبول خالق ہونے کی دلیل بن جاتی ہے جو بہت بڑی علامت ولی اللہ ہے۔ اور فی الآخرۃ۔ ﴿سورہ یونس: ۶۴﴾ کے مقام میں وفات کے وقت اور قبر سے اُٹھتے وقت فرشتے اس کی ولایت کی گواہی دیں گے۔ جنت کا مژدہ سنائیں گے اور رضائے الہی کی خوشخبری دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا ذکر قرآن مجید فرقانِ حمید کے مختلف مقامات میں کیا ہے۔ اور لوگوں کے منہ سے کہلوا کر ان کی پہچان کرا دی ہے۔ نبوت کے بعد ولایت کا مقام ہے جو قیامت تک قائم رہے گی اور دین اسلام کی حقانیت پر دلیل رہے گی۔ کیونکہ اولیاء اللہ شرعی احکام کے عمل پر کسی مخلوق سے خائف نہیں ہوتے۔ لہذا حضور نبی کریم ﷺ کی شان تا قیامت قائم ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ایمان نام ہے تمام دینی امور کو محبت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ یقین سے ماننا۔ محبت مصطفیٰ ﷺ کی بجائے توہینِ امامِ الانبیاء ﷺ جن کا نظریہ ہو ان کو دولتِ ایمان کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات کا انکار جن کے دلوں میں گھر کر چکا ہو وہ ہدایت کیسے پاسکتے ہیں۔ ایسے گستاخانہ نظریات والے صحیح گمراہ ہیں اور ان کے عقائدِ باطلہ ان کی کتب سے ظاہر ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یقین کے تین درجے ہیں۔ علمِ یقین، جو سن کر حاصل ہوتا ہے۔ عینِ یقین، جو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ اور حقِ یقین، جو اس میں فنا ہو کر حاصل ہوتا ہے۔ آگ کو سن کر یقین کرنا کہ وہ گرم ہے یہ پہلا درجہ ہے اور پھر اس کے قریب ہو کر گرمی محسوس کر کے گرم ماننا دوسرا درجہ اور تیسرا درجہ آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس میں فنا ہو کر یقین کرنا کہ وہ گرم ہے۔

یقین کا پہلا درجہ ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرے درجہ کا یقین خاص حضرات کو حاصل ہوتا ہے اور اس یقین کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰی ﴿پ ۳ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶۰﴾ عرض کیا تھا۔ اسی یقین

کے لئے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ۔ ﴿پ ۷۷﴾ سورة الانعام آیت نمبر ۷۵ ﴿ کہ ابراہیم کو ملکوتِ آسمان و زمین دکھائے
گئے۔

اور امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ تیسری قسم فتانی اللہ یا فتانی
الرسول کو حاصل ہوتا ہے جو اس درجہ پر پہنچتا ہے اس کا مقام ہے۔

كُفِّتْهُ اَوْ كُفِّتْهُ اللّٰهُ يُؤْذُ

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فتانی اللہ ہو کرانا الحق کہے تو مقامِ ناز ہے۔ گر فتانی الرسول ہو کر انا رسول اللہ نہیں
کہہ سکتا کہ یہ مقامِ ادب ہے۔

”مشکوٰۃ شریف“ میں حدیثِ قدسی بیان ہوئی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ
میں ولی کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ ہاتھ پکڑتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں
جس سے وہ دیکھتا ہے اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ مگر خدا کے محبوب
کو یہ مقام خدا نے خود عطا فرما دیا کہ ارشاد ہوا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی يُوحٰی ۝

﴿پ ۲۷﴾ سورة النجم آیت نمبر ۲، ۳ ﴿

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۝

﴿پ ۲۹﴾ سورة الانفال آیت نمبر ۱۷ ﴿

ترجمہ: اور جو تم نے پھینکا وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبٰیِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبٰیِعُوْنَ اللّٰهَ طِیْدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۝

﴿پ ۲۶﴾ سورة الفتح آیت نمبر ۱۰ ﴿

ترجمہ: وہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا کلام وحی الہی ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی حرکت خدا کی حرکت ہے، حضور ﷺ کی بیعت خدا کی بیعت اور حضور ﷺ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

مجنون کے عقل و حواس دُست نہیں ہوتے اس لئے اُس کے اقوال و افعال پر احکام شرعیہ وارد نہیں ہوتے۔

شیخ منصور نے ”انا الحق“ کہا تو وہ سولی پا گئے۔ مگر مومن ہی رہے کیونکہ فتاویٰ اللہ ہو کر یہ کہا تھا۔ مگر فرعون نے اَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلٰی ○ ﴿پ ۳۰ سورۃ التّٰوٰعٰت آیت نمبر ۲۴﴾ کہا تو وہ کافر ہو کر مر گیا کہ وہ فتاویٰ اللہ نہ ہوا تھا۔ بلکہ خدا کے مقابلہ پر اُتر آیا تھا اور رب کہلاتا تھا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ”مِنَ الشَّجَرَةِ اَنَّ يُّمُوْسٰى اِنِّىْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ“ کہ درخت سے آواز آئی کہ میں اللہ رب العالمین ہوں درخت کے بولنے کے باوجود درخت خدا نہ بنا بلکہ درخت ہی رہا لیکن منکر ذات الہی مر گیا۔

جیسے لوہا آگ کی صحبت اختیار کر کے آگ کی تاثیر پالیتا ہے، وہ جلاتا بھی ہے اور رنگ بھی آگ کا سرخ پالیتا ہے، پھر بھی لوہا ہی رہتا ہے آگ نہیں ہو سکتا۔ جن بزرگ ہستیوں کا یہ مقام ہے کہ ادھر اللہ سے واصل اور ادھر دُنیا میں شامل وہ سالک ہوتے ہیں۔

جنگِ بدر کے قیدیوں سے سلوک کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے معاوضہ وصول کر کے معافی کا مشورہ دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری شان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا.....

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِلَهُكَ غُفُورٌ رَحِيمٌ ○

﴿پ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۶﴾

کہ جس نے میرا ساتھ دیا وہ میری امان میں ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے تو بخشے والا مہربان ہے۔ یعنی یہ ولایت ابراہیمی کے مظہر ہیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل کا مشورہ دیا تو فرمایا تیری مثال حضرت نوح کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا۔

رَبِّ لَا تَذُدْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ○

﴿پ ۲۹ سورہ نوح آیت نمبر ۲۶﴾

کہ کافروں کو ختم کر دے اور ان کا نام و نشان مٹا دے۔ یعنی یہ ولایت نوح علیہ السلام کے مظہر ہیں۔

عقائدِ باطلہ کے حامل لوگ محض عبادت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے لیکن وہ اپنے ایمان کو دُرست نہیں کرتے اس لئے وہ نجات ہرگز نہیں پاسکتے کیونکہ ایمان کے بغیر عبادت مقبول نہیں۔ لہذا ایسے بد مذہب لوگ ایمان کی فکر کریں، ورنہ ان کی کوئی عبادت مقبول نہ ہوگی۔ اور ولایت کا درجہ تو ایمان و تقویٰ کا مظہر ہے کہ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۳﴾ کے مطابق ہے۔ اس لئے جن کے ایمان ہی درست نہ ہوں وہ نہ ولایت کا مقام پاسکتے ہیں نہ اسکے قریب ہی جاسکتے ہیں بلکہ وہ ولایت اور ولی سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

— ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ —

مقام ولایت فیض نبوت کا مظہر ہے

مقام ولایت حضور نبی کریم ﷺ کے فیض کا ہی مظہر ہے جو تا قیام قیامت ہر زمانہ میں جاری ہے۔

یہ سارا حضور نبی کریم ﷺ کا ہی فیض ہے کہ حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ... حضرت اولیس قرنی رحمہ اللہ... حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ... حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ... حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ... حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ... حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ... حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ... حضرت بوعلی قلندر رحمہ اللہ... حضرت علی ہمدانی رحمہ اللہ... حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ... حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ... اور حضرت میاں رحمت علی رحمہ اللہ خدا کے ایسے مقبول بندے ہیں جنہوں نے کفر کے کل قلعے سر کئے اور دنیا کے صنم کدوں کو پیوند خاک کر دیا اور وہ کام کئے جو دنیا کا بڑے سے بڑا شخص بھی نہیں کر سکتا، بلکہ اُن کی نظیر ہی پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمہ اللہ نے ہند کے اندر راجپوتانہ میں ڈیرے ڈالے اور کفر کی سیاہ آندھیوں کے اندر اسلام کی شمع روشن کرتے ہوئے مردہ دلوں کو مسیحائی عطا کی اور اپنی نگاہِ کرم سے نوے لاکھ بت پرستوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کر کے اُن کو ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کا درس دیا اور اُن کے دلوں کے اندر توحید و رسالت کا درخت لگا کر اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ راجپوتانہ میں راجہ پر تھوی راج عرف راجہ تھورا کے زور کو اور اُسکی اسلام دشمنی کو اپنی کرامات کے زور سے ملیا میٹ کر کے رکھ دیا اور اس مقام پر اپنی کرامات کے اظہار سے اس کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ وہ جہاں آ کر بیٹھے وہاں پر درختوں کا سایہ تھا۔ راج تھورا نے وہاں پر اُونٹ اور جانور بٹھا دیئے تاکہ خدا کا بندہ تنگ آ کر اس جگہ کو چھوڑ دے۔ خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ نے اسکے بعد جھاڑیوں کی لکڑی سے چھپر بنا کر اس میں رہائش کی اور اللہ کا ذکر شروع کر دیا، تو راجہ نے اپنے سپاہیوں کی مدد سے اسکو آگ لگادی۔ خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ نے ایک ہی بار اللہ کا نام بلند کیا تو وہ آگ بجھ گئی اور

اسکی بجائے راجے کے محل کو آگ لگ گئی۔

یہ دیکھ کر راجہ ہتھوڑا نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ کو تین دن کا الٹی میٹم دے دیا کہ اسکی راج دھانی سے نکل جائے ورنہ قتل کرادے گا۔ اسی رات خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ نے خواب کے اندر بادشاہ شہاب الدین غوری کو حکم دیا کہ راج پوتانہ پر حملہ کر دو اور کشف کی حالت میں اعلان فرما دیا کہ ہم نے پرتھوی راج کو شہاب الدین کے ہاتھ میں دے دیا۔ شہاب الدین غوری اس سے پہلے پرتھوی راج سے شکست کھا چکا تھا، مگر ولی کا خواب میں حکم سنا تو فوراً اس پر عمل کیا اور حملہ کیا تو پرتھوی راج زندہ گرفتار ہو گیا اور شہاب الدین غوری کے پاس لایا گیا تو اس کا خاتمہ ہو گیا اور کفر کا زور ٹوٹ گیا۔

اسکے تین دن بعد شہاب الدین غوری اجمیر شریف میں داخل ہوا تو مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں حاضری کے لئے پہنچا تو خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے پہچان لیا، حالانکہ پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی مگر خواب میں زیارت کر چکا تھا، اس لئے دقت نہ ہوئی اور فوراً مرید ہو گیا۔

خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے دُکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے پرچمِ اسلام کو بلند کیا اور ۹۰ لاکھ کفار کو حلقہ بگوشِ اسلام کر کے حضور نبی کریم ﷺ کا خادم بنا دیا۔ یہ سارا فیض حضور رحمۃ العالمین ﷺ کے دریائے رحمت کا جاری ہے۔ لیکن بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے منکر لوگ حضور سید المرسلین ﷺ کے فیض کا انکار کر کے خود سربے ہوئے ہیں، اُن کو ان آیات کی پرواہ نہیں۔ اور پ ۱۱ سورۃ یونس کی آیات ۴۲، ۴۳، ۶۲ کا انکے نزدیک کوئی مقام ولایت میں مقام ہی نہیں، اسی بنا پر وہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے کے خلاف ہیں اور شرک شرک کہہ کر عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خود اس نعمت سے محروم ہیں۔ جو خود مردود ہو چکا وہ دوسرے کو

بھی مرزود ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی ایسی چالیں کامیاب نہیں ہو سکتیں، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے مقبول بندوں اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اگر اولیاء اللہ کی قربت اور انکی صحبت کا فیض شرک ہوتا تو قرآن کریم میں ان کا ذکر نہ آتا۔





غیر اللہ پر قرآنی سورتوں کے نام



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

غیر اللہ پر قرآنی سورتوں کے نام

گائے کے نام پر قرآنی سورت

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی ساری ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ان میں دوسری سورت ”البقرہ“ ہے جو گائے کے نام پر منسوب ہے۔ کیا گائے غیر اللہ نہیں۔ کیا یہ شرک ہے؟ گمراہ لوگ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں کیونکہ وہ قرآن کریم کا صحیح مفہوم سمجھنے سے عاری ہیں۔ محض لیبل لگا کر علامہ اور مفتی کا لبادہ اوڑھ کر شیر بنے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت میں کچھ نہیں ہیں کیونکہ اس آیت کی رو سے اُنکے دل کے اندر حضور ﷺ کا ادب نہیں بلکہ مرض ہے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ لِّقَدْ آذَاهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۱۱﴾

پارہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰

اُنکے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھادی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بدلہ اُن کے جھوٹ کا۔

انکی یہ بیماری حضور نبی کریم ﷺ کے مقام کو جھٹلانا ہے۔ یہ نہ حضور کے مقام کا احترام کرتے ہیں نہ اولیاء اللہ کے مقام کا۔ یہ تو صحابہ کرام اہل بیت غار حرا اور غار ثور اور ہر اس چیز کو جس کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ سے ہے اُس سے نفرت کا اظہار

کرتے ہیں۔ جیسا کہ نجدی عقائد باطلہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ لوگ جب بھی اپنے عقائد باطلہ کا اظہار کرنے کے لئے بولتے ہیں تو اپنی بولی سے ہی پہچانے جاتے ہیں کہ یہ اصل میں گدھے ہیں جن کے اوپر شیر کا لبادہ ہے۔

”سورۃ بقرہ“ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اسکے اندر گائے کا ذکر ہے جو ایک یتیم اور ماں کے تابع دار ولی کی تھی اس لئے اس ولی کی گائے کے ذبح کرنے کے بعد اس سے معجزہ نبی کا ظہور یا ولی کی کرامت کا اظہار ہوا۔ یہ گائے عام نہ تھی بلکہ خاص نشانیوں والی تھی کہ اس سے خدمت نہ لی جاتی کہ زمین جو بوئے یا کھیتی کو پانی دے۔ بے عیب تھی اس میں کوئی داغ نہ تھا۔ ایسی گائے صرف اسی کے پاس تھی۔ قیمت ادا کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے اُسے ذبح کیا گیا تو اُس کے ایک ٹکڑا کو جسے اُس کی زبان یا دُم بیان کیا گیا ہے ایک مقتول کی لاش پر مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور خدا کی قدرت سے کچھ دیر زندہ رہ کر اُس نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا کہ وہ مقتول کے رشتہ دار ہیں جنہوں نے قتل کر کے لاش کو مخالفین کی زمین پر پھینک دیا اور اُن پر قتل کا الزام لگایا تھا۔ جس کا مقدمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دربار میں آیا تھا اور ولی کی نسبت کی وجہ سے گائے نے ذبح کے بعد بھی عوام کو ہدایت کا درس دیا اور یہ کام مقبول بارگاہ رب العزت ہو گیا کہ خون کے بعد دوسروں پر تہمت لگانا ایک بڑا جرم ثابت ہو گیا اور ساتھ ہی خدا کی شان کا اظہار ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی مردے بھی زندہ کریگا اور حساب و کتاب لے گا تاکہ بُرے لوگ سزا پائیں اور نیک لوگ جزا کے حق دار بن جائیں۔ مطالعہ کریں آیات سورۃ بقرہ ۷۳... ۷۲... ۷۱ اور اپنے ایمان تازہ کریں کہ ولی تو کجا اُس کی گائے بھی خدا کو مقبول ہو گئی اور اُس کا ذکر قیامت تک جاری ہو گیا کہ اُس کے نام کی نسبت سے قرآن کریم کی پہلی سورۃ کا نزول ہوا تاکہ گمراہ لوگ قرآن کریم پڑھ کر ہدایت پائیں.....

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولَ تُبِيرُ الْإَرْضَ وَتَلَسُقِي الْحَرثَ مُسَلَّمَةٌ
لَأَشِيَةِ فِيهَا قَالُوا النَّبِيُّ جُنْتُ بِالْحَقِّ مُنْذِرُكُمْ وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ○

﴿پ اسورۃ بقرہ آیت نمبر ۷۷﴾

ترجمہ:- کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے کہ وہ ایک گائے ہے کہ جس سے خدمت نہیں لی جاتی، بھوتے اور کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اُسے ذبح کیا اور (ذبح) کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ○

﴿پ ۱۶ سورۃ طہ آیت نمبر ۹۵، ۹۶﴾

ترجمہ:- موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری! بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی لی فرشتہ کے نشان سے پھر اُسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا گیا۔

ان آیات میں بیان ہے کہ سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں نے جبرائیل کو دیکھا اور ان کی گھوڑی کی تاثیر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ گھوڑی کی ٹاپ سے گھاس اُگتی دیکھی جو لوگوں نے نہ دیکھی تھی۔ اس لئے صرف سامری نے دیکھا کہ دوسرے کا اس طرف دھیان نہ آیا تو ایک مٹھی بھر کر پھڑے میں رکھ دی تو اس میں جان آگئی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جبرائیل علیہ السلام کی ٹاپ کی خاک زندگی بخش ہے، مگر چونکہ سونا کفار فرعونوں کا تھا اس لئے پھڑی کی آواز سے لوگ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پر نہ آئے۔

اسی طرح قرآن و حدیث جب گمراہوں کی زبان سے نکلے تو اس سے لوگ گمراہ

ہی ہوں گے ہدایت پر نہ آئیں گے۔ جب جبرائیل کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک بے جان سونے میں جان پیدا کر سکتی ہے تو خدا کے مقبول بندوں، نبیوں اور ولیوں کے قدموں کی خاک بھی مردہ دلوں کو ضرور زندگی بخش کر خدا کے قرب کا باعث ہو جاتی ہے۔

سامری کا بیان کہ اس نے جو کچھ کیا اپنی نفسانی خواہش سے کیا جس میں اس کی ندامت اور شرمندگی کا اظہار بھی تھا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے قتل نہ کیا، ورنہ مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ یہ مٹی سونے کے پھڑے میں ڈال کر دیکھوں کہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ سامری نے ندامت کا اظہار کیا تو بچ گیا۔ گناہگار جب ندامت اور توبہ کرے تو محاسبہ سے بچ سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی نسبت سے خاک میں تاثیر ہو گئی تھی تو خدا کے مقبول بندوں میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا قرب مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور وہ مقبول بارگاہ رب العزت ہو جاتے ہیں، لیکن جو ان کے قریب ہونے کے ہی خلاف ہوں، ان کو قرب الہی کیونکر نصیب ہو سکتا ہے!! اس لئے وہ گمراہی کے سوا بات ہی نہیں کرتے۔ ان کے لئے قرآن سے ہدایت کی بجائے گمراہی مقدر ہو چکی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے نافرمان ہیں۔



چیونٹی کے نام پر قرآنی سورت

وَحِشْرَ سُلَيْمَانَ جُنُودَهُ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ○ حَتَّىٰ
 إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ
 سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
 اؤْذِنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
 تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ○

﴿پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹﴾

ترجمہ: اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی۔ اے چیونٹیوں! اپنے گھروں میں چلی جاؤ، تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔ تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں شامل کر جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں۔

اس آیت میں چیونٹیوں کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی آمد پر اس نالے موجود تھیں۔ لشکر سلیمان علیہ السلام میں جن انسان اور پرند تھے یہ اتنا زیادہ لشکر تھا کہ انتظام کے لئے اگلوں کو روکا جاتا تھا، تاکہ پچھلے مل جائیں۔ یہ نالہ ایک وادی تھی جو طائف شریف سے بیس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اور اب بھی اسے وادی نمل ہی کہا جاتا ہے۔ جب لشکر اُس وادی پر پہنچا تو وہ چیونٹی جو سب کی سردار تھی بولی: اے

چیونٹیو! گھروں میں پناہ لے لو تا کہ بے خبری میں ماری نہ جاؤ۔ کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ صحابہ کسی پر ظلم نہیں کرتے کہ وہ چیونٹیوں کو کچلیں، البتہ بے خبری میں ایسا ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نبی نے دُور سے بھی چیونٹیوں کی سردار چیونٹی کی آواز کو سن لیا، لہذا ہمارے نبی کریم ﷺ ہر وضعِ اقدس کے اندر امتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی جانوروں کی بولی سمجھتے ہیں جیسے حضور سرور کائنات ﷺ ہر جانور کی بولی سمجھتے تھے، اونٹوں کی فریادری کرتے تھے۔ نبی دور کی پکار سننے والے اور فریادری کرنے والے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا اور اپنے لشکر کو ٹھہر جانے کا حکم دیا تا کہ چیونٹیاں سراخوں میں گھس جائیں۔ سرور کائنات ﷺ کے سامنے درختوں نے کلام کیا۔ کیکر اور کھجور کی شاخوں کا کلام اور حضور ﷺ کی گواہی دینا اور کھجور کے تنے حنا نہ کا رونا، حضور ﷺ کے فراق میں گریہ و زاری کرنا۔

آج کل خوردبین اور دیگر آلات کی ایجاد سے باریک چیزیں دیکھ لی جاتی ہیں، مگر آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا، جو چیونٹی کی آواز کو سن سکے اور سنا سکے۔ اس لئے یہ معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا جہاں عقل بھی حیران ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج جنت میں پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز سن لی۔ جب وہ مکے کی گلیوں میں چلتے ہوئے جا رہے تھے، وہ بھی معجزہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور ملک کی بادشاہت عطا ہوئی اور وہ جانوروں کی بولی جانتے تھے جو خدا کی نعمت ہے جس پر انہوں نے نے خدا کا شکر ادا کیا۔ انہوں نے رب سے عرض کی کہ ایسے اعمال کی توفیق دے جو نیک و صالح کے ہوں اور اس پر قائم رکھ لہذا یہ سنت رسول ہے کہ مومن بھی ایسی دُعا کریں اور اپنے ماں باپ کے لئے بھی دعا کریں تا کہ ان کی بخشش کا وسیلہ بنے۔

اس سورہ کو نمل یعنی چوٹی کے نام کی نسبت سے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔
چوٹیوں کا ذکر غیر اللہ کا ذکر ہے، مگر اس میں مومن کو ہدایت ہے کہ چوٹی بھی نبی کے
مقام کو پہچانتی ہے، لہذا تم بھی اس سے ہدایت پکڑو اور نبی کریم ﷺ کے مقام کو پہچانو،
حضور ﷺ کی شان کے خلاف بدتمیزی اور اخلاق سے دور باتیں نہ کرو ورنہ تمہارا دعویٰ
ایمان باطل ہے۔ کیوں کہ براہین قاطعہ، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، اور صراط مستقیم
میں تمہارے باطل عقائد کا واضح اظہار ہے اور تمہاری گمراہی کا ثبوت ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

ولی اللہ کا تصرف

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ؕ أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ

﴿پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۴۰﴾

ترجمہ:- اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ تاکہ مجھے آزمائے کہ میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

اس آیت میں حضرت آصف بن برخیا کا بیان ہے جن کے پاس تورات شریف یا ابراہیمی صحائف یا لوح محفوظ کا تھوڑا سا علم تھا جس کی وجہ سے وہ ولی ہو چکے تھے۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگرد اور وزیر بھی تھے اور علم باطنی بھی حاصل کر لئے تھے کیونکہ ظاہری علم یہ طاقت پیدا نہیں کرتا کہ کہے کہ میں اس تخت کو آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کروں گا۔ اور وہ اسی وقت اسے اٹھا کر لے آئے اور حاضر کر دیا۔ جب پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دیکھا تو خدا کے شکر میں سجدہ میں چلے گئے۔ اس سے ولی کی قوت اُس کی رفتار اُس کا مقام حاضر و ناظر معلوم ہو گیا کیونکہ حضرت آصف بن برخیا نے بلقیس کے مقام اور اُس کے تخت کا پتہ کسی سے نہ پوچھا، نظر اٹھائی تو خود دیکھ لیا اور آنا فانا وزنی تخت بغیر کسی چھکڑے یا گاڑی یا سواری کے خود لا کر حاضر کر دیا۔ یاد رکھیں کہ جو کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام لے آئے وہ غلط بیانی کرتے ہیں کیونکہ خدا کا فرمان بتاتا ہے کہ حضرت آصف کا اعلان تھا کہ وہ خود لائے گا، ملکوتی قوت کا فرمانہ تھی، بلکہ روحانی

قوت تھی اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا سے وہ تخت آیا تھا۔

جب ایک ولی بنی اسرائیل کی طاقت کا یہ حال ہے تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت اور معجزات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا شکر ادا کرنا کہ اُس نے میرے شاگردوں میں ایسے اولیاء پیدا کئے ہیں، ثابت کرتا ہے کہ ولایت برحق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں، جن کا منکر گمراہ ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو نعمت عطا کر کے آزماتا ہے کہ اُس کے مقبول بندے اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں، فخر نہیں کرتے، نہ ہی انکار کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا انکار، حاضر و ناظر کا انکار بجائے شکر کے محض گمراہی کا ثبوت ہے اور قرآن کریم کی آیات نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما کر انکی گمراہی کا اعلان فرمادیا ہے تاکہ عوام ایسے لوگوں کے عقائد باطلہ سے بچیں، کیونکہ یہ کھلم کھلا قرآن کریم کی خلاف ورزی ہے، جس کی بنا پر ایسے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

تبلیغ کا لباس وہ پہن کے ہوئے آئے ہیں
گستاخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، دامن بچائیے



غار کے نام پر قرآنی سورت

واقعہ اصحابِ کہف اور عقائد اہلسنت کی صداقت

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ إِلَيْهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّ اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْهَادِينَ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقِلَبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَقَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَاهُ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمَلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لَيِّسَاءً لُوِائِيْنُهُمْ طَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِئْتُمْ طَقَالُوا لَبِئْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِئْتُمْ طَقَابَعُثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝ ﴿١٨﴾ سورة الكهف آیت نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹﴾

اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو اُن کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو اُن کے بائیں طرف کتر جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے۔ جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اُس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔ اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں طرف کروٹیں بدلتے ہیں۔ اور اُن کا کتا اپنی کلائیاں پھیلانے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔ اے سننے والے اگر تو اُن کو جھانک کر دیکھے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور اُن سے ہیبت میں بھر جائے۔ اور یوں ہی ہم نے اُن کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں۔ اُن میں سے ایک کہنے والا بولا۔ تم یہاں کتنی دیر رہے۔ کچھ بولے ایک دن رہے یا دن سے کم

دوسرے بولے اللہ تمہارا رب خوب جانتا ہے، جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی دے کر شہر بھیجو۔ پھر وہ غور کرے کہ کونسا کھانا وہاں ستھرا ہے کہ تمہارے لئے اُس میں سے کھانے کو لائے اور چاہئے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔

ان آیات کے اندر یہ بیان ہوا ہے کہ ہدایت والا ہی اولیاء اللہ کی کرامات پر ایمان رکھتا ہے مگر بے ہدایت اور گمراہ کا نہ کوئی ولی نہ مرشد ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کا نہ اولیاء اللہ پر ایمان ہے نہ اُن کی کرامات پر۔ اُلٹا وہ اُس کی مخالفت کرتا ہے۔ ولی اور مرشد کی صحبت اور اُن کی کرامات کو شرک کہہ کر فرمانِ خداوندی کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ مگر اس سورہ میں اصحابِ کہف کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر کے انکی گمراہی کا اعلان فرمادیا ہے۔

گستاخِ مصطفیٰ ﷺ مرا تو کہا گیا

یہ بے ادب کا چہرہ ہے اسکو چھپائیے

چنانچہ ان آیات کے اندر جو واقعہ بیان ہوا ہے اس سے اصحابِ کہف کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عام لوگ بت پرست ہو گئے۔ سات حضرات ایمان پر قائم رہے۔ اُس وقت دقیانوس بادشاہ کا زمانہ تھا جو کافر تھا اور ہر مومن کو قتل کر دیتا تھا۔ یہ حضرات ایمان بچانے کی خاطر بھاگے اور قریب کے ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ کچھ نقدی سکے اور ایک کتاب اُن کے ساتھ تھا، کتاب دروازے پر سو گیا۔ یہ حضرات خدا کی قدرت سے تین سو سال کے قریب سوئے رہے، ادھر دقیانوس بادشاہ مارا گیا اور اُس کے بعد کئی سلطنتیں گزر گئیں اور آخر کار ایک بادشاہ بیدار س نامی مومن صالح کا دورِ حکومت آ گیا۔ اُس نے ساٹھ سال تک سلطنت کی، مگر اُس کے زمانے میں لوگ قیامت کے منکر ہو گئے۔ جس پر بادشاہ

نے دُعا مانگی کہ مولا کوئی نشانی ایسی دکھا دے جو قیامت میں اُٹھنے پر دلیل ثابت ہو۔ چنانچہ اُس کے بعد ہی اصحابِ کہف نیند سے بیدار ہوئے اور بڑے ہشاش بشاش تھے۔ اُنہوں نے ایک ساتھی ”یملیخا“ سے کہا کہ تم بازار جاؤ اور کچھ کھانا لاؤ، مگر اپنا پتہ کسی کو نہ بتانا۔ وہ شہر میں آئے تو شہر کا نقشہ بدلا ہوا پایا۔ بہر حال نان بائی کی دوکان پر گئے اور روٹی خریدی۔ جب نقدی دی تو وہ بولا کہ یہ سکہ تو آج سے تین سو سال پہلے کا ہے جو دقیانوس کا زمانہ تھا۔ یہ تمہارے پاس کہاں سے آگیا اور شک کی بنا پر اُس کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے خیال کیا کہ شاید اس کو کہیں خزانہ ملا ہے اُس نے پوچھا کہ خزانہ کہاں ہے۔ اس پر یملیخا نے اپنا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اس پر بادشاہ اور حکام اور شہر کے لوگ اُن کو دیکھنے غار پر پہنچے۔ بادشاہ بیداوس نے اُن سے مصافحہ کیا اور اپنی رعایا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح ان بزرگوں کو تین سو سال تک سلا کر اُٹھا سکتا ہے وہ قیامت میں مردے بھی زندہ فرما سکتا ہے اور یہ حضرات پھر اپنی جگہ پر سو گئے اور بادشاہ نے وہاں غار کے دروازے پر مسجد بنانے کا حکم دیا اور ہر سال وہاں لوگ جمع ہوتے تھے اور عید کی طرح خوشی مناتے تھے۔ ﴿تفسیر خازن خزان العرفان﴾

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ بزرگوں کی یاد میں عرس کی تقریبات منا کر اللہ اللہ کرنا قدیم زمانہ سے مومنوں کے اندر رائج تھا جو اولیاء سے محبت کا اظہار ہے کہ صدقات اور تلاوت قرآن کریم کا ایصالِ ثواب اُن کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جو آیت ”قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اِلَّا الْمَوْفَۃَ فِی الْقُرْبٰی“ ﴿پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳﴾ کے فرمانِ الہی پر عمل ہے۔ کہ حضور ﷺ کے مقربین سے اظہارِ محبت کرو کیونکہ یہ حضور ﷺ کی آرزو ہے۔

آیات مذکورہ میں ارشاد کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے اصحابِ کہف کو دیکھا ہے اُن کے آرام فرمانے کا رخ بھی مشاہدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات بتاتی ہیں

کہ سورج نکلنے وقت غار کے دائیں طرف بچ جاتا ہے اور ڈوبتے وقت بائیں طرف
 کتراتا ہے اور اصحابِ کہف غار کے کھلے میدان میں پڑے ہیں اور یہ اُن کا قیام اللہ
 کی نشانیوں سے ہے کہ تین سو نو برس پڑے رہے۔ جیسا کہ آیت پاک میں ارشاد ہے
 وَلَكِبُوا فِي كُفِّهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝

﴿پ ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۲۵﴾

کہ وہ اپنی غار میں تین سو نو برس ٹھہرے رہے وہ غار کے اندر اللہ کے ذکر میں
 مشغول ہو گئے اور ذکر کرتے کرتے تھک کر سو گئے اور اس عرصہ میں زندہ رہے اُن کی
 آنکھیں کھلی رہیں جس سے دیکھنے والا اُن کو بیدار سمجھے مگر وہ سوئے پڑے رہے جیسا
 کہ آیت میں ”وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ“ (پ ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۸)
 کا بیان ہے اور میت کو سوتا ہوا نہیں کہا جاتا اور سال میں ایک یا دو دفعہ اُن کی کروٹیں
 بدلی جاتیں کہ عاشورہ کے دن ایسا ہوتا جیسا کہ ”وَنُقَلِّبُہُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ
 الشِّمَالِ“ (الکہف: ۱۸) میں واضح ہے کہ ہم اُن کی کروٹیں بدلتے دائیں بائیں جس
 سے واضح ہوا کہ فرشتوں کے کام یعنی بندوں کے کام رب کے کام ہوتے ہیں کیونکہ
 فرشتے کروٹیں بدلتے تھے مگر رب نے فرمایا ہے کہ ہم بدلتے ہیں اور ایسا فعل شرک
 نہیں کہلاتا۔ بندہ ولی اللہ کا کام بھی رب کا کام ہوتا ہے اس لئے شرک نہیں ہوتا
 اصحابِ کہف کی زندگی کا ثبوت بھی ہے کہ کروٹیں زندہ کی بدلی جاتی ہیں مردوں کی
 نہیں اور اس کے بعد کتے کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں کتا بھی
 مقبول ہو گیا کہ اُس کا ذکر عزت کے ساتھ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اور اُس کو
 زندگی نصیب ہوگی جو دائمی ہے کہ مٹی اُس کو بھی نہیں کھاتی۔ لہذا جس انسان کو ولی کی
 بجائے نبی کی صحبت مل جائے اُس کا مقام کیا ہے اور خود نبی کا مقام کتنا بلند ہے مگر اس
 کے باوجود ”تَقْوِيَةُ الْاِيْمَانِ“ میں حضور نبی کریم ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا کہا گیا ہے

تو کیا ایسا بننے والا اسماعیل دہلوی اس آیت پاک کی موجودگی میں گستاخ رسول ﷺ نہیں کہ اصحابِ کہف اور اُن کا کتا تو زندہ ہوا، انکو مٹی نہ کھائے اور یہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں گستاخی کرے اور ایمان کا دعویدار بنے۔ اور کتے کا حال بھی یوں بیان ہوا ہے کہ اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر پڑا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام عبادات سے بڑھ کر اچھی صحبت کا مقام ہے کہ اس کا فائدہ انسانوں تک ہی محدود نہیں حیوان بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ کتا مقبول ہو گیا۔ اس میں یہ بھی واضح ہو گیا کہ ولی کی کرامت اُن کی بے خبری میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہے، کیونکہ اصحابِ کہف کی نیند کے اندر بھی اُن کا رعب و دبدبہ کرامت تھی، یہ اُن کی حفاظت کا انتظام تھا۔ اور یہ رعب کا مقام حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف نہیں ہو سکتا، کیونکہ حضور ﷺ نے تو شبِ معراج قابِ قوسین پر پہنچ کر رب تعالیٰ کی زیارت کی اور نہ گھبرائے۔ اصحابِ کہف تو ولی اللہ اور خدا کے بندے تھے اور حضور ﷺ کے غلام تھے جبکہ حضور ﷺ کا مقام ”مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا تَغْيٰ“ ﴿النجم: ۷۱﴾ ہے کہ میرے حبیب نے مجھے دیکھا تو آنکھیں بھی نہ جھپکیں نہ بند ہوئیں اور بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے معراج میں اصحابِ کہف کو ملاحظہ فرمایا..... واللہ اعلم ورسولہ۔

اس واقعہ کا فائدہ اُن لوگوں کو ہوا جو قیامت کے دن کے منکر تھے کہ تین سو نو سال کے بعد جگانے سے اُن کو ایمان نصیب ہوا اور خود اصحابِ کہف کا ایمان بھی قوی تر ہو گیا اور اس میں یہ بھی نکتہ ہے کہ چونکہ کرامت دکھائی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور دنیا سے بے خبر کر دیا، حالانکہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات بھی اس جہاں سے خبردار ہوتے ہیں، بلکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میت قبر کے اندر دفن کرنے والوں کو جانتی ہے اور انکے جوتے کی آواز کو بھی سنتی ہے جب وہ واپس جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ”عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ“ ﴿التوبة: ۱۲۸﴾ ہے

کہ اُمت کا مشقت میں پڑنا، حضور ﷺ پر گراں ہوتا ہے کہ وہ اپنی اُمت کے حالات کو جانتے ہیں اور اپنی نیند کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اس لئے وضو نہیں ٹوٹتا کہ بے خبر نہیں ہیں۔ اور یہ مسئلہ تو بہت عام ہے کہ اہل قبور کو سلام کیا جاتا ہے ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ“ جس کے مطابق یہ ثابت ہے کہ اہل قبور سلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ورنہ یہ طریقہ حضور ﷺ کی سنت نہ ہوتا اور نہ ہی حضور ﷺ کا کوئی فعل عبث ہو سکتا ہے، کیونکہ بے خبر کو سلام نہیں کیا جاتا۔

لہذا جاگنے کے بعد اُن کا آپس میں پوچھنا کہ کتنی دیر تک سوئے رہے اور جواب میں بعض کا کہنا کہ ایک دن یا اس سے کم اور دوسروں کا کہنا کہ اللہ بہتر جانتا ہے، جتنی دیر ٹھہرے اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ مرنے کے بعد سب لوگ بے خبر ہو جاتے ہیں جب کہ بیان ہو چکا ہے کہ خدا نے اُن کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سو سال تک وفات دے کر اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا تا کہ اُن سے معجزے کا ظہور ہو۔ اس سے گمراہ لوگوں کا کہنا کہ وفات کے بعد سب بے خبر ہو جاتے ہیں، عقائد باطلہ سے ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد مومن کے لئے جنت کا نظارہ اور نعمتیں اور کافر کے لئے جہنم کا عذاب اُن کی بے خبری کی دلیل نہیں، کیونکہ جو بے خبر ہو اُس کو ثواب اور عذاب کیسا۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان بعد از وفات بھی برزخی زندگی پاتے ہیں۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں ابو جہل سے حضور ﷺ نے خطاب کیا (حالانکہ وہ اُس وقت قتل ہو کر مردہ پڑا تھا) کہ اے ابو جہل! خدا نے اپنا وعدہ میرے ساتھ پورا کر دیا ہے کہ مجھے فتح عطا فرمادی ہے، کیا تیرے ساتھ جہنم کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو مردہ ہے، آپ ﷺ اس سے خطاب فرما رہے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھ سے زیادہ سنتا ہے اور باخبر

ہے مگر جواب دینے سے قاصر ہے۔ لہذا یہ عقیدہ کہ بعد وفات سب بے خبر ہو جاتے ہیں باطل ہے اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شب معراج تمام سابقہ نبیوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی بہت سے نبی حج میں شریک ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اُن کی زندگی کا ثبوت ہے۔ لہذا دیوبند و ہابی نجدی کے عقائد باطل ہیں جو بے خبر کہتے ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ اصحاب کہف سورج نکلتے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور آفتاب ڈوبتے وقت اُٹھے تھے۔ اس لئے وہ سمجھے کہ آج ہی سوئے ہیں۔ مگر جب اپنی جہتیں بڑھی ہوئی اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو ترڈ کرنے لگے کہ ایک دن میں ایسا نہیں ہو سکتا تو بولے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کتنی دیر ہم سوئے۔ مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ خدا کی طرف متوجہ رہے اس لئے دُنیا کی طرف توجہ نہ کر سکے کہ کتنی دیر پڑے رہے۔ خدا کو یہ منظور تھا کہ اس سے اُن کی کرامت کا ظہور ہو اور اُن کا یہ واقعہ دُنیا میں گمراہوں کے لئے باعث عبرت ہے جو کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں اور اُن کی صحبت کے فیض سے محروم ہو کر اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جب مولانا فخر الدین رازی رحمہ اللہ جیسے عالم شیطان کے حملے سے بغیر ولی کی مدد سے نہ بچ سکے کہ خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے عالم کشف میں اُن کو دیکھا تو سینکڑوں میل دُور سے پکار کر کہا کہ دلائل چھوڑ کر اعلان کرو کہ میں خدا کی ذات پر بغیر دلیل کے ایمان لایا تو اس پر عمل کر کے وہ ایمان سلامت لے کر رخصت ہوئے اور شیطان بھاگ نکلا۔ جو لوگ اولیاء اللہ کی کرامت کے منکر ہیں وہ کیسے بچ سکتے ہیں۔ وہ قرآن کریم پڑھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ انکار ہی کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک مسئلہ یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ کافر سے خرید و فروخت جائز ہے

دوسرے یہ کہ کافر کا پکا ہوا کھانا مسلمان کے لئے حرام نہیں، کیونکہ اصحابِ کہف کے لئے کھانا شہر سے آیا جو کافر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برسوں فرعون کافر کے گھر کا کھانا کھایا اور آنحضور رسول اکرم ﷺ نے بھی نبوت کے اعلان سے پہلے ابوطالب کے گھر سے کھانا کھایا، البتہ حرام جانور کا کھانا حرام ہے اور جھٹکا حرام ہے کہ ذبح نہیں کیا گیا۔۔۔

أَنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِرِ وَمَا أَهْلًا بِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ
﴿پ ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۳﴾

یہ بھی واضح ہوا کہ اصحابِ کہف کو جگا کر بھوک لگائی گئی تاکہ اُن کی کرامت کا ظہور ہو اور لوگ اُن کی کرامت پر ایمان لائیں۔ ورنہ ۹۰۹ سال تک بھوک کا نہ لگنا اور اُن کا زندہ رہنا خدا کی قدرت کا اظہار ہے جس نے بھوک کو روک رکھا۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر غذا کے آسمان پر زندہ رہنا خدا کی شان کا اظہار اور نبی کا معجزہ ہے۔ یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ صالحین کی قبور پر قبہ بنانا جائز ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔۔۔

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُيُوتًا ﴿پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۲۱﴾

کہ اُن کی ظاہری عمارت بناؤ

اور اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ قول بغیر تردید کے نقل فرما دیا ہے جو علامت جواز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صالحین کے قرب میں مسجد بنانا بہتر ہے کہ وہاں نماز کی زیادہ قبولیت ہوتی ہے۔ اسی لئے مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے کہ قربت محبوب ﷺ کی وجہ سے ہے۔ ”عَلَيْهِمْ“ سے مراد اُن کے قرب میں ہے۔

نعتِ رسول ﷺ پڑھنا میرا شغل ہے بشر
کہتے ہیں جس کا کھائے بس اُس کا گائیے

❖ اولیاء اللہ ﷺ کا مقام ❖

اور یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ جب انسان اپنے ایمان کے اعلان کرنے پر قادر نہ ہو تو ایمان کو چھپانا جائز ہے۔ مگر کفار میں رہنا حرام ہے۔ وہاں سے نکل جائے لیکن اس سے تقیہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کیونکہ تقیہ کر کے کفار میں رہنا حرام ہے۔ اسی لئے اصحابِ کہف نے شہر چھوڑ کر غار میں پناہ لی کہ ﴿فَأُوْا۟ اِلَی الْکَھْفِ﴾ (الکھف: ۱۶) کا ارشاد ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف نے تقیہ نہ کیا تو رب تعالیٰ نے اُن کے لئے ساری مشکلیں آسان فرمادیں۔

اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اصحابِ کہف کے واقعہ کا بہت تفصیلی علم عطا فرمادیا، لیکن اس کے اظہار سے منع فرمادیا ہے کہ ارشاد ہے۔ ”وَلَا تَسْتَفِیْ فِیْہِ مِنْہُمْ اَحَدًا“ (الکھف: ۲۲) کہ ان کے بارے میں کسی کتابی سے نہ پوچھو کیونکہ آپ کو رب تعالیٰ نے بتا دیا ہے اور یہ بھی کہ اگر ان شاء اللہ کہنا کسی وقت یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لیں۔

اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی وقت نماز پڑھنی بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لو، فرمایا ہے کہ.....

”وَ اذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ“ ﴿الکھف: ۲۳﴾

اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے علم پر اعتراض کرنے والوں کو حضور نبی کریم ﷺ کا مقام بیان کر دیا ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ کو اتنے معجزے عطا فرمائے ہیں جو ان معجزوں سے بڑھ کر قوی ہیں۔ یہ تو صرف اصحابِ کہف کا واقعہ ہے جس کا بیان ہوا ہے جبکہ حضور نبی کریم ﷺ نے تو منبر شریف پر کھڑے ہو کر اور قیام فرما کر قیامت تک آنے والے واقعات کو بیان فرمادیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہے اور بیان ہو چکا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ تلاوتِ قرآنِ کریم عبادت ہے، خواہ سمجھ میں

آئے یا نہ آئے کہ.....

وَأَنْتَ مَا أَوْحَى إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ط (الکہف: ۲۷)
میں حکم ہے کہ تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی

—◆●◆❖◆●◆—

مکڑی کے نام پر قرآنی سورت

حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کی رات جب غارِ ثور کے اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو اُس غار کے منہ پر چوکیدار بنا دیا اور مکڑی نے محبوبِ خدا ﷺ کی خدمت بجالاتے ہوئے غار کے منہ پر جالا بن دیا اور یہ جالا بظاہر اتنا کمزور ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے.....

وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبُيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○

﴿پ ۲۰ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۱﴾

اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے، کیا اچھا ہوتا اگر جانتے لیکن مکڑی کی خدمت اتنی مقبول ہو گئی کہ کفار صبح کو جب غار کے منہ پر پہنچے تو غار کے اندر نہ جاسکے۔ ایک معمولی جالے نے وہ کام کیا جو خیر کے قلعہ کا دروازہ بھی نہ کر سکا کہ اُس کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اُکھاڑ پھینکا تھا، حالانکہ بعد اُس کو اٹھانے کے لئے ستر آدمی آئے اور اٹھانہ سکے، مگر جالا اُس سے ہزار گنا بہتر ثابت ہو گیا اور کوئی کافر نظر اٹھا کر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ نہ سکا اور نہ دروازے کو کھول سکا۔

اللہ تعالیٰ کو مکڑی کی خدمت پسند آگئی کہ محبوبِ خدا ﷺ کی خدمت بجا آوری میں فوراً عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کا ذکر قرآن کریم ”سورۃ العنکبوت“ میں بیان فرما

دیا جو قیامت تک مومنوں کی زبان پر جاری ہے، حافظ اور قاری پڑھتے ہیں اور علمائے کرام اس کو بیان کرتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ پر دس دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں، یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس نے بھی دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو تھام لیا اُس کا مقام بلند ہو گیا اگرچہ مکڑی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگوں سے مکڑی اچھی ہے جو خدا کے محبوب ﷺ کے گستاخ اور بے ادب ہیں۔ مکڑی غیر اللہ ہے مگر اُس کا عمل مومن کے لئے ذریعہ نجات ہے کہ اُس نے وہ درس دیا ہے جو گستاخ رسول ﷺ کی زبان پر نہیں آسکتا کیوں کہ مکڑی نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت کر کے حضور نبی کریم ﷺ کا دامن تھام لیا اور بتا دیا کہ نجات حضور شفیع المذنبین ﷺ کے وسیلہ سے ہے، لیکن گستاخ رسول ﷺ وسیلہ کے منکر ہیں وہ نجات نہیں پاسکتے ہیں، وہ قرآنِ کریم پڑھ کر ہدایت کی بجائے گمراہی مول لیتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک غیر اللہ کا ذکر شرک ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ غیر اللہ کا ذکر خود خدا تعالیٰ بیان کر رہا ہے، اس لئے شرک نہیں ہو سکتا۔ ان کی توحید چونکہ شیطانی توحید ہے اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کے احترام کے منکر ہیں۔ ورنہ اپنی باطل کتب میں حضور ﷺ کی شان کے خلاف تنقید کر کے حضور سید المرسلین ﷺ کی توہین نہ کرتے۔ یہ اُن کے عقائد باطلہ کا بین ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں اولیائے کرام ﷺ سے دشمنی اور گستاخی اُن کے نزدیک معمولی چیز ہے۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ کا احترام اُن کے دل میں نہیں ہے۔



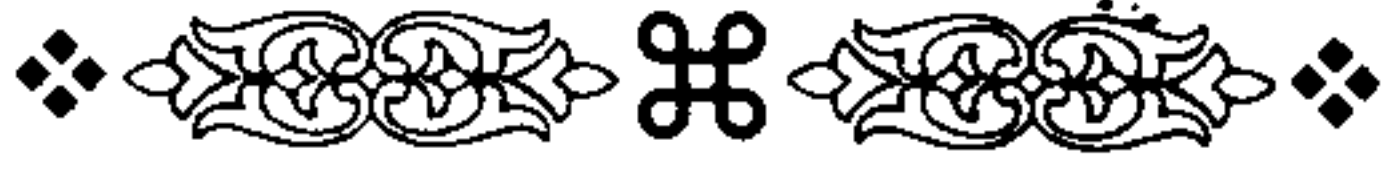
وسیلے کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ سورة المائدہ آیت نمبر ۳۵

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں
جہاد کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اس آیت سے واضح ہے کہ مسلمان کو اعمال کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم السلام کا
وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیے۔ کیونکہ ”اتقوا اللہ“ میں خدا سے ڈر کر نیک اعمال کرنے کا حکم
ہے پھر اس کے بعد وسیلے کی تلاش کا حکم ہے کہ اس کے لئے کوشش کرنی لازمی ہے
تا کہ وسیلہ حاصل ہو جائے اور انکی محبت سے فیض یاب ہو سکیں اور رب تعالیٰ تک پہنچ
سکے۔ مومن کو اس کے لئے اولیاء اللہ کا وسیلہ تلاش کرنا چاہئے کیونکہ بغیر وسیلے کے کوئی
بھی رب تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سب کا وسیلہ ہیں اس لئے وہ اس حکم میں
شامل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کا وسیلہ پکڑیں۔ اولیاء اللہ تو پہلے بھی وسیلے میں
منسلک اس لئے ہیں جو بھی ان کے وسیلے میں شامل ہوگا وہ بھی اس میں منسلک ہو
جائے گا اور خدا تک رسائی پالے گا کہ بیعت کا سلسلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔





اولیاء اللہ ﷺ کی پہچان
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا مقام



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

اولیاء اللہ ﷺ کی پہچان

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا مقام

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ ﷺ مثل دلہن کے ہیں اور دلہن تک رسائی سوائے اُس کے محرم کے کوئی نہیں کر سکتا کہ ”ولی راہ ولی می شناسد“ کے مطابق ولی ہی ولی کو جانتا ہے، یا وہ شخص جس کو وہ نفع پہنچانا چاہے۔

شیخ ابوالعباس کے مطابق خدا کا پہچانا آسان ہے، مگر ولی کا پہچانا مشکل ہے کیونکہ خدا اپنی ذات اور صفات میں مخلوق سے ممتاز ہے اور ہر مخلوق اس پر گواہ ہے، مگر ولی شکل و صورت میں اور اپنے افعال میں ہماری طرح ہے۔ ”مشکوٰۃ باب فضل الفقراء“ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے پراگندہ حال، بال بکھرے ہوئے اور جن کو دھکے دیے جاتے ہیں، اگر وہ خدا پر قسم کھالیں تو وہ پوری فرما دیتا ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت مگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اگر کوئی کام خلافِ عادت کسی نبی سے ظاہر ہو تو یہ معجزہ ہوتا ہے کہ یہ اس کی تصدیقِ نبوت ہے۔ اگر نبی کے تابع امتی سے صادر ہو تو کرامت ہے مگر کافر کے ہاتھ سے کوئی خلافِ عادت ہو تو استدراج ہے کیونکہ دجال کے ہاتھوں خلافِ عادت کام ظاہر ہوں گے۔ اگر ہوا میں اڑنا ولایت ہو تو گدھ، چیل، اُلُو، چکاڈڑ اور تمام پرندے ولی ہیں۔ اگر پانی پر تیرنا ولایت ہو تو مچھلیاں اور آبی جانور ولی ہیں۔ اگر دل کی بات

جاننا ولایت ہو تو شیطان ولی ہے کہ وہ انسان کے دل کے وسوس کی بھی خبر رکھتا ہے جس کا ثبوت ”فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ“ ﴿پ ۱۳ سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸﴾ میں بیان ہے کہ تلاوت قرآن کریم سے پہلے ”أَعُوذُ بِاللَّهِ“ پڑھ کر اس کو اس برائی سے روکا جاتا ہے۔ لہذا ایک ہی علامت سب میں تلاش کرنا غلطی ہے کیونکہ ولایت کی مختلف علامات ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نبی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم اور غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ بڑے صاحب کامل تھے مگر اس کے باوجود ایک نبی اور باقی ولی بلکہ ولی گرتھے۔ تارک الدنیا ہونا بھی ولایت کی نشانی نہیں کیونکہ بہت سے ہندو سنیا سی تارک الدنیا ہیں مگر ولی نہیں۔ بے عمل شریعت کا تارک ہو کر کس طرح ولی ہو سکتا ہے۔ لہذا نماز کے تارک ہو کر جو ولایت کا دعویٰ کریں اور کہیں کہ وہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں مگر روٹی اور نذرانے مریدوں سے حاصل کرتے ہیں وہ بھی ولی نہیں ہو سکتے۔ لہذا ولی کی علامات مختلف ہیں اور کتاب و سنت کے مطابق مختلف ارشادات سے علامات واضح ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے وہ ولی ہے (خازن) کیونکہ انکے فیض سے انسان تو کیا جانور اور درود یوار بھی ذکر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی دنیا کی فکر سے بے پرواہ ہوتا ہے مگر ذکر خدا میں مشغول۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص بوجہ اللہ محبت یا عداوت رکھے وہ ولی ہے جیسا کہ اس کی شان قرآن کریم میں بیان ہے۔.....

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

﴿پ ۲۶ سورہ الفتح آیت نمبر ۲۹﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار پر سخت مگر

آپس میں نرم ہیں، وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے خدا کے فضل کے متلاشی اور مقام ولایت والے کہ تعلق باللہ والے ہیں۔ ”تفسیر روح البیان“ کے مطابق بعض ولی ایمان و تقویٰ اور درجات کے حصول پر ولی ہوتے ہیں۔ بعض محض عطائے الہی سے اور بعض محض ولایت وہی والے ہوتے ہیں۔ گویا ولی ولایت کسی عطائی وہی والے ہوتے ہیں جیسا کہ ان کا بیان ہو چکا ہے، مگر کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ خدا کے محبوب ﷺ کا فرمان ہے کہ میرا صحابی مٹھی بھر جو خیرات کرے تو غیر صحابی اگر چہ ولی قطب اور ابدال ہی کیوں نہ نصف پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔





اولیاء اللہ ﷺ کے فضائل



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

اولیاء اللہ ﷺ کے فضائل

قرآن کریم کی روشنی میں



زمین کی زینت اولیاء اللہ ﷺ

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۴﴾ کے فرمان سے اولیاء اللہ کے
فضائل بے شمار ہیں کہ یہ حضرات مثل آسمان کے چاند تاروں کے زمین کے چاند اور
تارے ہیں۔ جیسے آسمان کو نورانیت اور بقاء زینت چاند تاروں سے ملی ہوئی ہے ویسے
ہی زمین کی بقا روشنی اور زینت اولیاء اللہ سے دُنیا میں قائم ہے۔ فضائل صحابہ قرآن
پاک اور حدیث پاک کے روشن بیان ہیں جیسے قرآن کریم میں انکے لئے فرمایا گیا ہے
جَزَاءُ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ

﴿پ ۳۰ سورہ البینات آیت نمبر ۸﴾

اور کہیں شہداء کے لئے فرمایا ہے کہ.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ
لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ إِلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

﴿پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۹، ۱۴۰﴾

کہ انکو مردہ خیال بھی نہ کرو جو شہید ہیں وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔



اولیاء اللہ ﷺ کے پانچ فضائل

الَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ
لِكَلِمَاتِ اللَّهِ طَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲، ۶۳﴾

ان آیات قرآن کریم میں جو گیارہویں پارہ میں گیارہویں رکوع میں بیان ہیں

اولیاء اللہ کے پانچ فضائل بیان ہوئے ہیں۔

(۱).....ان کو خوف نہیں

(۲).....ان کو غم نہیں

(۳).....ان کو دنیا میں خوشی ہے

(۴).....ان کی آخرت میں خوشی ہے

(۵).....ان کے لئے بڑی کامیابی کا مقام ہے۔

اس لئے ”سورہ یونس“ کی ان آیات میں اولیاء اللہ ﷺ کے فضائل تشریح طلب ہیں اور اس طرح پر ہیں۔

کہ ان کو خدا کا خوف اوروں سے زیادہ ہوتا ہے کہ خاتمہ کا خوف، قیامت کا خوف جو مفید ہیں۔ خدا کے خوف کو خشیت الہی کہا گیا ہے کہ ان کا مقام ”لَوْ اَنْزَلْنَاهَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَاٰیْعَةً حَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ“ ﴿۲۸﴾ سورہ الحشر آیت نمبر ۲۱ ﴿۲۱﴾ وہ دنیاوی نقصان سے نہیں ڈرتے کہ اس ڈر سے وہ اعمال صالحہ چھوڑ دیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد فی سبیل سے کنارہ کشی کر جائیں بلکہ دنیا کی چیزیں اولیاء اللہ سے ڈرتی ہیں۔ وہ شیر کا خوف نہیں کھاتے۔ حضور ﷺ کے صحابی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جب راستہ بھول گئے اور رستہ میں شیر کو دیکھا کہ حملہ آور ہو رہا ہے تو شیر سے ہرگز نہ ڈرے بلکہ اس کو اپنا مقام بتلایا کہ وہ صحابی رسول ﷺ ہیں اور راستہ بھول گئے ہیں۔ اس پر شیر صحابی پر حملہ کرنے سے باز رہا اور خادم بن کر راستہ بتایا اور جب تک وہ اپنے لشکر کے پاس نہ پہنچ گئے ان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ ان سے موذی جانور خود ڈرتے ہیں کہ ان کو پہچانتے ہیں اور ان کی کرامات کے بیان میں یہ مقام بعد میں واضح کیا جائے گا۔ درحقیقت قیامت کے دن اوروں کو حساب و کتاب کا کھٹکا ہوگا، خوف ہوگا کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ مگر اولیاء اللہ کو اس کا خوف اور غم نہ ہوگا۔ ﴿تفسیر روح البیان﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام اولیاء عظام ﷺ سے بہت افضل ہے۔ ان کے مقام کے مطابق ان کی ذمہ داریاں ہیں جیسے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو امت کے حساب و کتاب کی فکر ہوگی کہ ان کے لئے کبھی میزان پر، کبھی حوض کوثر پر اور کبھی پل صراط پر امت کو پار کراتے ہوں گے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میں آپ کو قیامت کے روز حضور نبی کریم ﷺ کو

کہاں تلاش کروں تو جواب میں فرمایا کہ میزان پر تلاش کرو اگر وہاں نہ پاؤ تو حوض کوثر پر کہ میزان پر اُمت کے اعمال کو اپنے سامنے وزنی کراتے ہوں گے اور حوض کوثر پر پیاسے اُمتیوں کو حوض کوثر سے ٹھنڈا اور میٹھا جام پلاتے ہوں گے۔ اگر وہاں پر بھی نہ پاؤ تو پل صراط پر اُمت کو پار کراتے ہوں گے۔ ایک جان اور کئی ذمہ داریاں ہوں گی علاوہ ان کے اُمت کی کوتاہیوں پر غم اور افسوس ہوگا۔

مگر اولیاء اللہ ﷺ پر ایسی حالت نہ ہوگی کیونکہ ان کی ایسی ذمہ داریاں نہیں۔ وہ اس غم اور فکر سے آزاد ہوں گے۔

حدیث پاک میں ہے کہ شب معراج حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ آسمانِ اول پر اُن کا مقام ہے اور دائیں طرف والوں کو دیکھتے تو خوش ہوتے کہ یہ سب مومن اور خدا کے مقبول بندے ہیں، مگر بائیں طرف والوں کو دیکھ کر غمگین ہوتے اور آنسو بہاتے کہ یہ ان کی محبت کا تقاضا تھا، کیونکہ یہ لوگ اولادِ آدم علیہ السلام سے ہونے کے باوجود کافر اور منکر تھے۔

آنحضور ﷺ ہر اتوں کو روتے اور اُمت کی بخشش کے لئے دُعائیں فرماتے، مگر اولیاء اللہ کا مقام ”لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ ہے کہ وہ خوف اور غم سے آزاد ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿سورہ یونس: ۶۴﴾

اولیاء اللہ کا مقام یہ ہے کہ ان کے دل دنیاوی تفکرات سے آزاد ہیں کہ وہ دنیاوی تفکرات کے اثر کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے دل مثل اس کشتی کے ہیں جو خود دریا پر ہے، محفوظ ہے، مگر جس کشتی میں دریا آجائے اُس کی تباہی ہے اور اُن کا حال ان لوگوں کی طرح ہے جن کے دلوں میں دنیا کا لالچ ہے ان کے دل میں مگر اولیاء اللہ

کے دل میں عشق خدا اور رسول ﷺ ہے اس لئے دنیاوی تفکرات کے لئے جگہ نہیں ہے۔

نور ایمان کیا ہے؟ محبت حبیب ﷺ کی ہے
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خری ہے

اولیاء اللہ ﷺ کا دنیا کے بارے میں یہ حال ہے کہ موت اُن کے لئے وصل
حبیب کا ذریعہ اور قبر اُن کے لئے دیدار مصطفیٰ ﷺ کی جگہ ہے اور قیامت کے دن وہ
سایہ عرش میں ہوں گے جو اُن کے لئے ”بُشْرٰی فِی الْاٰخِرَةِ“ ہے۔

دنیا کے اور لوگوں میں رہ کر مسلمانوں کا ایسے لوگوں کو ولی سمجھنا اور اچھا جاننا۔
لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیْوَۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ طٰوِیْلَکَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿سورہ یونس: ۶۴﴾ ہے۔

حدیث پاک ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخرت میں بشریٰ کا مقام
یہ ہے کہ اُن کے چہرے پر نور اور نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کو یہ مقام اس لئے عطا ہوا ہے کہ ان کا ”الْكَفٰیُّ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ
اَنْفُسِهِمْ“ پر کامل ایمان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اُن کی جانوں کے ان سے زیادہ
مالک ہیں۔ اور یہی ایمان صحابہ کرام کا تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو بِشْرٍ مِّمْلُکُمْ
﴿الکہف: ۱۱۰﴾ سے کبھی خطاب نہ کیا تھا۔ اور نہ ہی ایسا خیال کبھی دل میں آیا تھا۔ اسکے بر
خلاف جو حضور نبی کریم ﷺ کو بِشْرٍ مِّمْلُکُمْ کہہ کر اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں وہ الْكَفٰیُّ
اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴿پ ۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۶﴾ کے منکر ہیں مگر یہ تو
خدا کا فیصلہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایمان والوں کی جان کے مالک ہیں لہذا انکار
کرنے والے اَوَّلِیَاءُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے ماننے والے ہیں۔ اُنکے لئے خدا کا فیصلہ
ہے کہ وہ اَوَّلِیَاءُ هُمْ الطَّاغُوتُ ﴿البقرہ: ۲۵۷﴾ ہیں اس لئے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ

وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ﴿٥٥﴾ سورة المائدہ آیت نمبر ۵۵ پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ وہ تو ان کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں جن سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے اس لئے طاغوت اور شیاطین سے وہ کیسے بچ سکتے ہیں۔

میلاد کی مٹھائی سے غش آتا ہے جسے

کوے کی بچنی لائے اسکو پلائے

لہذا ان کا فیصلہ برحق ہے جس سے ارشاد ہے وَمَنْ يَفْعَلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا کہ جسے خدا گمراہ کرے اُس کا نہ کوئی ولی ہے نہ مرشد اور دُنیا میں وہ اسی نشانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہابی کا نہ کوئی پیر ہوتا ہے نہ مرشد اس لیے وہ شیطان کے مرید ہیں کیونکہ جس کا پیر و مرشد نہ ہو اس کا پیر و مرشد شیطان ہوتا ہے۔

چونکہ اولیاء اللہ کا چہ چا اور مقبولیت دُنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے کہ بعد وفات فرشتے اُن کی ولایت کی گواہی دینے والے اور اُن کو جنت کا مرثدہ اور رضا الہی کی خوش خبری دینے والے ہوتے ہیں اس لیے اُن کا ذکر قرآن کریم میں گیارہویں پارہ کے گیارہویں رکوع میں ہوا ہے۔ اسی بنا پر گیارہویں شریف کی نسبت سے غوث اعظم ﷺ کو یاد کیا جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ دین حق وہی ہے جس میں اولیاء اللہ کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا چہ چا خلق کے منہ سے کراتا ہے۔ کیونکہ پھل اسی شاخ کو لگتے ہیں جس کا تعلق جڑ سے قائم ہو۔ یہی لوگ مخبر صادق ﷺ کے منظور نظر ہیں اس لیے صاحب بصیرت ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور قیامت تک کوئی اور نبی آنے والا نہیں اس لیے دین حق کی خدمت ان کے سپرد ہے۔ انکی کرامات قیامت تک ظاہر ہوتی رہیں گی اور مردہ دلوں کو زندگی کی روح اور اسلام کا درس دیتی رہیں گی۔ اس لئے کرامات اولیاء بھی حضور نبی کریم ﷺ کا ایک معجزہ ہے جس کا ظہور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

آپ کو مان کے خدا کو جانا ہم نے
آپ کے در سے ملی دولتِ ایمان آقا
حرفِ اول میرے ایمان کا خدا کی توحید
آپ کا نام مگر حاصلِ ایمان آقا
شفاعت کی نظر اے خاصہ خاصانِ رسل
عرصہ محشر میں ہوں بے سرو سامان آقا





شعائر اللہ کی تعظیم
خدا کے فرمان کی تعمیل ہے



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

شعائر اللہ کی تعظیم خدا کے فرمان کی تعمیل ہے

—◆●◆◆●◆—

صالح علیہ السلام کی اونٹنی شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

قرآن کریم کا مطالعہ جس قدر ہو سکے گہرا کیا جائے گا اور اُس میں غور و فکر کیا جائے گا جیسا کہ ”لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ“ ﴿پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹﴾ کا حکم ہے، تو معلوم ہو گیا کہ گمراہ لوگوں سے گمراہی ظاہر ہوتی جائے گی، کیونکہ شعائر اللہ کی توہین کرنے والوں کا انجام عذاب کی صورت میں اُن پر ظاہر ہوا جیسا کہ بیان ہے...

وَمَا آذَنَّاكَ مَا الْعُقَبَةُ ۝ فَكَتُّ رَقَبَةٍ ۝ وَإِطْعَمْتُ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ ﴿پ ۳۰ سورہ الشمس آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵﴾

ترجمہ:- جب کہ اُس کا سب سے بد بخت اُٹھ کھڑا ہوا تو اُن سے اللہ کے رسول نے فرمایا: اللہ کے ناقہ اور اُس کے پینے کے باری سے بچو۔ تو انہوں نے اُسے جھٹلایا، پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو اُن پر اُن کے رب نے اُن کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برباد کر دی اور اُس کا پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

ان آیات کے اندر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود پر عذاب کا بیان ہے کہ اُنکی بستی کو برباد کر کے برابر اس لئے کر دیا کہ اس قوم کے ایک شخص قدار بن سالف نے آٹھ شخصوں کی مدد سے اونٹنی کو ہلاک کر دیا جو عام اونٹنی نہ تھی بلکہ ”نَاقَةُ اللَّهِ“ تھی۔ اس کو خدا سے نسبت تھی اس لئے وہ بڑی عظمت والی تھی کہ وہ معجزہ کے طور پر پہاڑ سے

پیدا ہوئی تھی۔ اس کی ایذا رسانی سے ساری قوم اس لئے ہلاک ہو گئی کہ انہوں نے شعائر اللہ کی تعظیم کی بجائے اُس کی توہین کی اور ذلک وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَعْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۲﴾ اسورۃ الحج آیت نمبر ۳۲ کا انکار کیا تھا اور شعائر اللہ اس لئے تھی کہ اس کی نسبت خدا کے نبی اور ان کے معجزے سے تھی۔ اس لئے واجب التعظیم جانور کا قتل عذاب بن گیا۔ اسی بنا پر بعض بزرگوں کے جنگل کا شکار اور اس جنگل کی لکڑی کا استعمال عذاب بن جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پچھلی اُمتوں میں ناقہ کا قاتل بڑا بد بخت تھا اور اس اُمت میں علی کا قاتل بڑا بد بخت ہوگا کہ اُوٹنی مظہر نبوت حضرت صالح علیہ السلام تھی اور علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی نبوت کے مظہر اور صاحب ولایت ہیں، مگر جو خدا کے محبوب کی شان کے گستاخ ہیں اور توہین انبیاء و اولیاء کے مرتکب ہیں، وہ بد بخت کیوں نہیں۔ اُن پر عذاب ضرور آئے گا۔ دُنیا میں حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کے صدقہ میں ”مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ کے تحت عذاب سے بچے ہوئے ہیں، لیکن قیامت میں وہ گرفت سے ہرگز نہیں بچ سکتے کیونکہ شعائر اللہ اور ان کے تمکات کی توہین کرنے والے مجرم ہیں۔ اور جو لوگ اسماعیل دہلوی اور اُن کے عقائد باطلہ کی تائید کرنے والے ہیں، وہ بھی اس عذاب سے نہیں بچ سکتے جب تک توبہ نہ کریں۔



صفا، مروہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

انبیاء اور اولیاء شعائر اللہ ہیں جن کے وسیلے سے صفا، مروہ اور بیت اللہ شریف شعائر اللہ بنے۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۲﴾ (پ ۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲)
ترجمہ اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہری عبادت تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہے، مگر دل میں بزرگانِ دین کی تعظیم اور اُنکے تبرکات کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہ تعظیم کرنا نصیب کرے۔ جس شے، پتھر یا جانور کو عظمت والے نبی اور ولی سے نسبت ہو جائے وہ بھی شعائر اللہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں صفا اور مروہ کو حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا سے نسبت ہو گئی، اُنکے قدم ان دونوں پہاڑیوں پر لگ گئے تو وہ شعائر اللہ بن گئیں اور ان کا ذکر بھی قرآن کریم میں آگیا۔

جو لوگ بصیرت سے محروم ہیں، وہ شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر ہیں۔ قرآن کریم میں بیان ہے کہ یہ لوگ اسی بنا پر کفر کے مرتکب ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

وَتَرَاهُمْ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ○

﴿پ ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۹۸﴾

ترجمہ: اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔
اس سے معلوم ہوا کہ کفار حضور نبی کریم ﷺ کو سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے، اس لئے وہ صرف بشریت کو دیکھتے ہیں، جو نور کے اوپر مثل لباس اور پردہ کے ہے، مگر نور نبوت کو نہیں دیکھتے۔ بصیرت سے دیکھنے والے تو صحابی بن گئے مگر بصارت سے دیکھنے والے کافر ہی رہے۔ ابو جہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ اور

ان کے ہم نوا کہتے ”قَالُوا مَا اتَّعَمُوا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا“ ﴿پ ۲۲/سورہ یسین آیت نمبر ۱۵﴾ کہ آپ تو ہماری طرح بشر ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کی نبوت اور اس کی تعظیم کے منکر رہے۔ آج کے دور میں ابو جہل اور کفار کے قدم پر چلنے والے بھی ”بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ ﴿المؤمنون: ۳۳﴾ کہہ کر نور مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہیں۔ وہ گمراہی پھیلا رہے ہیں، کیونکہ اُن کو بصیرت نہیں ملی۔ جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے منکر ہیں، اُن کو اولیاء کرام ﷺ کی تعظیم سے کیا واسطہ ہے۔ ثابت ہوا کہ شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر بظاہر متقی نظر آتے ہیں مگر دل کے بے ایمان ہیں۔ اُن کی عبادات سے تقویٰ تو ظاہر ہوتا ہے، مگر دل میں ایمان نہیں، کیونکہ وہ منکر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا قرآنی آیات کے نزول سے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ

﴿پ ۶/سورہ المائدہ آیت نمبر ۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کے نشان۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کا فرمان ہے وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿پ ۱۷/سورہ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ اور اس فرمان میں شعائر اللہ خانہ کعبہ صفا، مروہ، بزرگوں کے مزارات اور قرآن کریم وغیرہ سبھی داخل ہیں کہ ان سب کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہے، اس لئے یہ بھی شعائر اللہ بن گئے ہیں، جس طرح حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم مبارک لگنے سے صفا اور مروہ پہاڑیاں شعائر اللہ بن گئی ہیں، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں، وہ ولیہ تھیں، نبی نہ تھیں۔ انہوں نے اپنے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں چکر لگائے، تو ہر حاجی کے لئے مناسک حج میں یہ حکم بھی ہو گیا کہ وہ صفا اور مروہ کے سات چکر پورے کرے۔ ان کی تعظیم و تکریم

دین میں شامل ہو گئی۔ کیونکہ حضرت حاجرہؓ حضرت اسماعیل ذبح اللہ علیہم کی والدہ تھیں اور اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو اللہ تعالیٰ کے دوست تھے اس لئے خلیل کے وسیلے سے پتھر کی پہاڑیاں بھی اللہ کی نشانیاں بن گئیں کہ ان کی تعظیم کئے بغیر مناسک حج ادا نہیں ہوتے اور نہ حج قبول ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح شعائر اللہ کی تعظیم کا منکر دل کا بے ایمان ہے اور اُس حج اس لئے قبول نہیں ہوتا کہ وہ صفا و مروہ کے سات چکر نہیں لگاتا اور صفا اور مروہ کا تعظیم نہیں کرتا۔ اس ہستی کی تعظیم کا منکر جس کے صدقہ میں حضرت حاجرہؓ مقبوا ہوئیں اور ان کی نسبت سے پتھروں کو شعائر اللہ کا مقام ملا وہ بھی دل کا بے ایمان۔ اسی وجہ سے اُس نے تعظیم کی بجائے حضور نبی کریم ﷺ کو ”تقویۃ الایمان“ یہ چمار سے زیادہ ذلیل بیان کر کے اپنے بے ایمان ہونے کا کھلا ثبوت فراہم کیا ہے ”تقویۃ الایمان“ میں حضور ﷺ کی شان کے خلاف ایسی گستاخی کرنے والے۔ پیروکار اور ماننے والے بھی بے ایمان ہیں کہ یہ سب لوگ دل کے بے ایمان ہیں ان کی ظاہری عبادت منافقت کا کھلا ثبوت ہے اور اس ثبوت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ”سورۃ المنافقون“ میں واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ ارشاد ہے.....

وَكُلُّهُ عِزَّةٌ وَكَرْسُؤُهُ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

﴿پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت نمبر ۸﴾

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ نہ صرف حضور نبی کریم ﷺ بلکہ ہر ایمان والا عزت والا ہے کہ یہ عزت بوجہ وسیلے کے عطا ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے جو عزت والا ہے اور ہر امتی ایمان والا عزت والا ہے کہ اُس کا تعلق سرور کائنات نضر

موجودات ﷺ سے ہے۔ اس کو عزت اس سے عطا ہوئی ہے جو ساری عزتوں کا مالک ہے اور یہ عزت دائمی ہے کیونکہ ایمان دائمی ہے۔ اس لئے موت کے بعد بھی وہ عزت بوجہ ایمان کے دائمی طور پر قائم ہے کیونکہ موت سے ایمان کو فنا نہیں۔ اسی بنا پر مومن کی میت بھی عزت و تکریم والی ہے اس لئے اُس کا جنازہ کفن و دفن اور اُس کے لئے مغفرت حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اگر وہ ذلیل ہوتا اور پہلے سے زیادہ ذلیل تو اللہ تعالیٰ شہید کے مقام کو بلند نہ کرتا۔ اس کے لئے اس کا حکم ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ ﴿پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۵۴﴾ نہ ہوتا کہ شہید کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہے مگر تم کو اس کے سمجھنے کا شعور نہیں۔ بلکہ ”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“ ﴿پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹﴾ کا دوسرا حکم نہ فرماتا کہ شہید کو دل میں بھی مردہ نہ کہو نہ سمجھو کیونکہ وہ زندہ ہے اُسے رزق دیا جاتا ہے۔ اُس کا اتنا احترام نہ کیا جاتا۔ کاش! ایسے لوگ اسلام کو سمجھیں کہ جس کی ایسی ذہنیت ہو اس کو کس زبان سے شہید کہہ کر شہید کے مرتبہ اور شان کی تذلیل کرتے ہیں اور ایمان کے دعویدار بھی ہیں۔ کیونکہ اس آیت کی رو سے کسی مسلم کو ذلیل کہنا حرام ہے۔ ہر مومن عزت والا ہے اور اسکی عزت مال و دولت کی وجہ سے نہیں ایمان کی بنا پر ہے۔ لہذا جو مومن کو ذلیل کہے وہ اللہ کے نزدیک خود ذلیل ہے۔ غریب مسکین اس لئے عزت والا ہے کہ مومن ہے مگر مالدار کافر کتے سے بدتر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو ذلیل کہنے والا ابن ابی منافق نہایت ذلت سے مرگیا اور اسماعیل دہلوی کا انجام بھی برا ہوا کہ وہ بھی پٹھانوں کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ مارا گیا۔



حضرت یوسف علیہ السلام کا گرتہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

اٰهْبُوا بِقِمِيصِيْ هٰذَا فَالْقُوَّةُ عَلٰی وَجْهِ اَبِيْ يٰتٍ بَصِيْرًا ۚ وَاتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ سورة يوسف آیت نمبر ۹۳

ترجمہ: میرا یہ کرتالے جاؤ! اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو! اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر و بار کو میرے پاس لاؤ۔

اس آیت میں جو کرتا بیان ہوا ہے یہ وہی قمیص ہے جو آپ اس وقت پہنے ہوئے تھے اور اس اضافت سے معلوم ہوتا ہے کہ گرتے میں شفاء کی تاثیر اس لئے پیدا ہوئی کہ اُسے جسم سے مس کیا گیا تھا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی جو منتقل ہوتی ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات جسم کے ساتھ چھونے سے بیماریوں کے لئے شفاء اور دفع البلاء مشکل کشا ہو جاتے ہیں اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں بینائی دوبارہ آگئی جب وہ قمیص اُن کے منہ پر ڈالی گئی۔ قمیص شعائر اللہ ہو گئی تھی کیونکہ نبیوں کے جسم کے ساتھ مس ہونے سے اُس کو یہ مقام حاصل ہو گیا تھا جو بذات خود شعائر اللہ ہیں لہذا جن کا تعلق باللہ قائم ہو وہ شعائر اللہ ہیں اس لئے اُن کی تعظیم فرض ہے۔



حضرت ایوب علیہ السلام کا پاؤں اور چشمہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

حضرت ایوب علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿پ ۲۳ سورہ ص آیت نمبر ۴۲﴾ کہ اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے پانی کا ٹھنڈا چشمہ پھوٹے گا، اُسے پیو اور غسل کرو شفاء ہوگی، کیونکہ غسل سے بیرونی بیماری اور پینے سے اندرونی بیماری دور ہو جائے گی۔ لہذا حضرت ایوب علیہ السلام کا پاؤں اور چشمہ دونوں شعائر اللہ ہیں، یہ اس لئے عظمت والے ہیں کہ نبی سے نسبت ہوگئی۔ اسی طرح سے بزرگان دین کے لباس، تبرکات، بال وغیرہ شعائر اللہ اور عظمت والے ہیں، اُن کو چومنا اور اُن کا احترام اسی طرح سے ہے جس طرح قرآن کریم اور کتب احادیث کے اوراق شعائر اللہ ہیں اور اُن کو چومنا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آیات قرآن کریم لکھ کر تعویذ بنانا اور گلے میں ڈالنا تاکہ دفع شر اور بیماری سے نجات ہو جائے ہے کہ یہ بھی شعائر اللہ سے ہے، کیونکہ قرآن کریم خود شعائر اللہ ہے۔

آپ زمزم کی تعظیم اس لئے کی جاتی ہے اور اسے کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے کہ اس پانی کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے جو خود شعائر اللہ ہیں۔

وَاذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَغَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّیٰ ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿پ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۲۵﴾

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام مصلیٰ بنایا۔

اس آیت میں خانہ کعبہ کا ذکر فرمایا ہے کہ سب مسلمان اپنی دینی ضرورتیں پوری

کرتے، حج اور عمرہ کرنے کعبۃ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ادھر منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، دُعا کرتے ہیں اور ادھر منہ کر کے دفنائے جاتے ہیں، وہاں پر قتل و غارت سے امن میں ہیں، مومن کو وہاں پہنچ کر ان شاء اللہ عذابِ الہی سے امن ہے، اسی لئے مومن کو قبلہ کی طرف تھوکنہ منع ہے، اسکی طرف منہ کر کے پیشاب اور پاخانہ کرنا منع ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ کعبہ شعار اللہ ہے، اسکی تعظیم فرض ہے۔ اسکے بعد مقامِ ابراہیم کا ذکر ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی، اُس کو بنایا اور اب تک وہ کعبہ شریف کے پاس موجود ہے۔ مصلیٰ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے سامنے کھڑے ہو کر نفل ادا کرو اور یہی عمل اب تک جاری ہے کہ حاجی وہاں پر نفل پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے وہ بھی عظمت والا ہو جاتا ہے کہ اُس کا مقام شعار اللہ ہو جاتا ہے اور نبی اس کے لئے شعار اللہ کا وسیلہ ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ عین حالت نماز میں مقامِ ابراہیم کا احترام اُس نماز کو کامل بنا دیتا ہے، مگر ناقص نہیں بناتا کہ شعار اللہ ہے۔ لہذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نماز کے اندر اس کو کامل بنا دیتا ہے، مگر ناقص نہیں کرتا، کیونکہ حضور شعار اللہ ہیں۔ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور اصحابِ عظمت و شان والے ہیں۔ اور اس سے اُن کی تعظیم ثابت ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ ”صراطِ مستقیم“ میں مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ بیان کہ ”نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مثل بیل اور گدھے کے ہے کہ نماز کو ناقص بناتا ہے“ سراسر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز کو کامل بناتا ہے، جیسے کہ مقامِ ابراہیم کا احترام نماز کے اندر نماز کو کامل بناتا ہے، مگر ناقص نہیں بناتا۔ اس لئے دیوبندی، وہابی، نجدی اسماعیل دہلوی اور اُس کے چیلے گمراہ ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل بیل اور گدھے کے کہہ کر

حضور ﷺ کو گالی دیتے ہیں، تو ہیں کے مرتکب ہیں، اُن کے اعمال برباد ہیں اور اُن کا دعویٰ ایمان باطل ہے کہ ”اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ“ ﴿پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲﴾ کا فرمان الہی اُن کو مردود بنا دیتا ہے اور وہ اس حکم کے مطابق بے ایمان ثابت ہوتے ہیں۔ انکی نجات اُسوقت تک ناممکن ہے جب تک وہ توبہ نہ کریں اور حضور ﷺ کا احترام نہ کریں، کیونکہ حضور ﷺ شعائر اللہ ہیں اور حضور ﷺ کے صدقہ میں اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں اور ہر وہ چیز شعائر اللہ ہے جس کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم السلام سے نسبت ہے، مثل صفا اور مردہ کے کہ اُنکو حضرت ہاجرہ ولیہ سے نسبت ہے، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی کی والدہ ہیں

جبین عرش پہ لکھا ہوا ہے نام تیرا
خدا کے بعد سب سے ہے بڑا مقام تیرا



حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا و شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

فَالْقَهَّاءِ فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا
الْأُولَى ﴿پ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۲۱۲﴾

ترجمہ:- تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈال دیا تو جیسی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ فرمایا
اسے اٹھالے اور ڈر نہیں ہم اسے پھر پہلی حالت میں کر دیں گے۔

ان آیات کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا بیان ہوا ہے کہ وہ لاٹھی موٹائی
میں اڑدھا اور رفتار میں باریک سانپ کی طرح تیز ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے ”فَإِذَا هِيَ تُعْبَانُ مُبِينٌ“ اور عصا کا یہ معجزہ رب کی طرف سے تھا مگر اس کے
لئے وہ خاص لاٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ شرائط تھیں کہ آپ کے ہاتھ میں
دوسری لاٹھی اور دوسرے ہاتھ میں یہی لاٹھی سانپ نہ بن سکتی تھی۔ اسی لئے فرمایا
”خُذْهَا“ اسکو تم پکڑو معلوم ہوا کہ عصا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ دونوں شعائر
اللہ ہیں اور قابل تعظیم ہیں۔ فرعون نے شعائر اللہ کی تعظیم کی بجائے اُن کی توہین کی تو
دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور اُس کی ساری قوم بھی ڈوب گئی واصل جہنم ہو گئی۔
فرعون کے جادو گروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور ادب کیا اور کہا ”قَالُوا يَا
مُوسَىٰ إِنَّمَا أَنْتَ مُنَادٍ وَآمَّا أَنْ تَكُونَ نَحْنُ الْمُلُكُوتُ“ ﴿الاعراف: ۱۱۵﴾ کہ بولے
اے موسیٰ علیہ السلام! یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔ اس میں اُن کا ادب رب تعالیٰ کو پسند آ گیا کہ
نمی پر پیش قدمی نہ کی بلکہ ادب سے پہلے اجازت مانگی اس کی بدولت اُن کو ایمان کی دولت
نعیب ہو گئی اور مقبولان بارگاہ الہی ہو گئے کہ صحابی اور شہید کے مرتبہ کو پہنچ گئے یہ انعام اُن
کو شعائر اللہ کی تعظیم کی وجہ سے ملا اور قرآن میں اس کا ذکر باعث ہدایت ہے۔



تابوتِ سکینہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٢٨﴾ اور ان سے اُن کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ترکہ کی۔ اٹھالائیں گے اُسے فرشتے، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔ اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا، جو شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا، تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا، اس میں تبرکات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تھے۔ تورات کی تختیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، آپ علیہ السلام کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف اور انبیاء علیہم السلام کی قدرتی تصاویر تھیں۔ اُن کے لئے یہ تبرکات مشکل کشاء اور حاجت روا تھے کہ باذن الہی اس میں یہ تاثیریں تھیں۔ اسی لئے میت کے ساتھ بزرگوں کے تبرکات رکھے جاتے ہیں۔ جنگ میں تبرکات سے بھرا صندوق فتح کے لئے آگے لے کر چلتے تھے تو اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے فتح عطا فرماتا تھا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مومن وہ ہے جس کا خدا کے مقبول بندوں پہ ایمان ہو کہ وہ شعائر اللہ ہیں اور اُن کے تبرکات کی تاثیر کے قائل ہوں کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ خدا کے مقبول بندوں اور اُن کے تبرکات کا انکار شعائر اللہ کا انکار ہے۔ لہذا مومن لوگ شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس صندوق کو آگے رکھ کر دُعا کرتے، جو قبول ہوتی اور وہ فتح پاتے تھے۔

بعد میں بنی اسرائیل میں نجدی، وہابی عقائد باطلہ والے لوگ پیدا ہو گئے، جنہوں نے شعائر اللہ کی تعظیم سے انکار کیا اور صندوق کی بے حرمتی کی، تو وہ لوگ مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے اور یہ صندوق اُن سے چھن گیا اور غنیم کے ہاتھوں میں چلا گیا، مگر طالوت بادشاہ کے لئے جب یہ صندوق فرشتے اُٹھا کر لائے، جو اُن کے لئے بطور نشانی اور شعائر اللہ کے تھا اور رات کے وقت اُن کے گھر کے سامنے موجود پڑا، تو وہ مطمئن ہو گئے۔ یہ اس طرح پر آیا کہ دشمن کے شہر میں جہاں یہ صندوق تھا، اُن پر بلا پڑی اور وہ اس قدر مصیبت میں گرفتار ہو گئے کہ اُن کے پانچ شہر ویران ہو گئے۔ اس پر مجبور ہو کر انہوں نے صندوق کو دو بیلوں پر لا کر بیلوں کو ہانک دیا اور فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت بادشاہ کے پاس لے آئے، جیسا کہ تَحْمِيلُهُ الْمَلَكَةَ ﴿البقرہ: ۲۴۸﴾ کے فرمان سے واضح ہے۔ اس پر طالوت نے ستر ہزار اسرائیلی جوانوں کا لشکر لیا اور جالوت کے مقابل جہاد کیا اور حضرت شموئیل علیہ السلام کی وحی کے مطابق عمل کیا، تو کامیاب ہوئے۔ اگرچہ راستہ میں بہت سے لوگ نہر کا پانی پی کر معذور ہو گئے، مگر جنہوں نے حکم کے مطابق صرف چلو بھر پیا وہ بچ گئے اور دشمن کو شکست دی۔

(تفسیر خازن، روح البیان، مدارک، جلالین شریف)



انجیر، زیتون، طور سینا شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

وَالَّتِیْنِ وَالزَّیْتُونِ ○ وَطُورِ سِیْنِیْنِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِیْنِ ○

﴿پ ۳۰ سورۃ التین آیت نمبر ۱، ۲، ۳﴾

ترجمہ: انجیر کی قسم اور زیتون کی اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی۔
ان آیات میں تین یعنی انجیر کے درخت کو حضرت آدم علیہ السلام سے نسبت ہے اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے اور زیتون کے درخت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
نسبت ہے۔ اس نسبت کی بنا پر یہ درخت قابل احترام بیان ہوئے ہیں کہ انکی قسم بیان
ہوئی ہے اس لیے یہ شعائر اللہ بن گئے ہیں۔ اسی طرح سے طور سینا کو حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے نسبت ہے اس لیے قابل احترام ہیں اور شعائر اللہ ہیں۔ ”بلد الامین“
شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ کی جائے پیدائش ہے اور اس
میں حضور نبی کریم ﷺ نے بطور امانت کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ لہذا یہ بھی شعائر اللہ ہے۔
پھر اس کے بعد شہر مدینہ بسایا اور وہیں پر تا قیامت قیام فرمایا اس لیے وہ بھی قابل
احترام ہے اور شعائر اللہ ہے۔



آرام گاہِ انبیاء علیہم السلام (بیت المقدس) شعارِ اللہ اور تعظیم کا حکم

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے گزریں کہ فرمایا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَى طُكُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَنَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَكُمْ يَظْلِمُونَ ○ پھر سورۃ البقرہ آیت نمبر ۵۷ کہ سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے ہوئے کہ ہمارا گناہ معاف کر دے ایسے داخل ہوں۔ اس میں بیت المقدس میں داخلہ پر تعظیم کا حکم دیکر اس کی تعظیم کرائی گئی ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آرام گاہ ہے۔ لہذا یہ مقام بھی شعارِ اللہ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس میں ہی نماز پڑھائی تھی اس لئے اُس کے شعارِ اللہ ہونے میں شک نہیں۔ کیونکہ اسکی خدا تعالیٰ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے نسبت ہے اور قابلِ تعظیم ہے۔ شعارِ اللہ کے بارے میں جس قدر قرآن کریم کا مطالعہ ہوگا اُن کا بیان آتا جائے گا کہ یہ تمام قابلِ احترام اس لئے ہیں کہ ان کی نسبت انبیاء و اولیاء اللہ سے ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جو لوگ انبیاء اور اولیاء اور اُن سے نسبت والے مقامات کا احترام نہیں کرتے وہ شعارِ اللہ کے منکر اور گمراہ ہیں۔

آیاتِ قرآن کریم کے بعد احادیث کا مطالعہ بھی اسی چیز کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ ذیل میں اس کا بیان ہے۔

عمر بس مجھ سے عاصی کا یہی تو ایک سہارا ہے
کہ میں ادنیٰ گدا ہوں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا



شہر مکہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝

﴿پ ۳۰ سورۃ البلد آیت نمبر ۱﴾

ترجمہ:- مجھے اس شہر کی قسم کہ محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ان آیات میں شہر مکہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اسکی عظمت اور حرمت کا مقام بیان کیا ہے، محض اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ ہے۔ معلوم ہو گیا کہ خدا کے محبوب کی نسبت سے مکہ معظمہ کے کوچہ و بازار اور اسکی مٹی، پتھروں کو وہ حرمت ملی کہ رب تعالیٰ نے اس کی قسم بیان کی ہے۔ اس لئے شہر مکہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں شعائر اللہ اور قابل تعظیم ہو گیا ہے۔ لہذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صحابہ بھی قابل تعظیم ہیں، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

—◆●◆❖◆●◆—

نبی کریم ﷺ کے تبرکات شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

”مشکوٰۃ کتاب اللباس“ میں بیان ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ مبارک یعنی اچکن شریف موجود تھا۔ جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کے لئے باعث برکت ہوا۔ جب کوئی بیمار مدینہ منورہ کا اُن کو نظر آتا وہ جبہ مبارک کو دھو کر اُس کے دھوون کا پانی مریض کو پلاتیں تو وہ شفا یاب ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جبہ مبارک میں شفاء اس لئے پیدا کر دی کہ حضور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے بدن سے مس ہو چکا تھا، جن کا مقام شعائر اللہ ہے جس سے وہ جبہ مبارک بھی شعائر اللہ ہو گیا تھا۔

”مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ کے باب الاشریہ کی دوسری فصل“ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت کعبہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اُن کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا اور حضرت کعبہ کے گھر والوں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر بطور تبرک رکھ لیا کہ اس حصہ کو حضور سید عالم ﷺ سے نسبت ہو گئی تھی۔

”مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل دوم“ میں بیان ہے کہ ایک جماعت نے حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (اہل یہود کا عبادت خانہ) ہے جسکو توڑ کر وہ مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک برتن میں پانی لیکر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ کر مسجد بناؤ تو اس پانی کو اس زمین پر چھڑکو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے لعاب شریف نے کفر کی گندگی کو دور کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں تبرک کے طور پر رکھے تھے اور جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو یہ ٹوپی سر پر پہن کر

دُشمن سے مقابلہ کرتے تو اُن کی برکت سے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرماتا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک شعائر اللہ ہیں جن کی عظمت اور تعظیم کی وجہ سے اُن کو فتح عطا ہوتی تھی۔

”مشکوٰۃ باب السترہ“ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا مستعمل شدہ پانی لے لیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے وہ پانی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیتے اور ہاتھ تر کر کے اپنے چہرہ پر مل لیتے۔ جس کو یہ پانی نہ مل سکتا وہ دوسرے کے تر ہاتھ سے تری حاصل کر کے اپنے چہرہ پر مل لیتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کے مستعمل شدہ پانی کو تبرک جانتے تھے جس سے تبرکات کا احترام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ثابت ہے۔

”مشکوٰۃ کتاب الآداب باب المصافہ والمعانقہ“ فصل دوم میں بیان ہے۔
حضرت زارع سے مروی ہے جو وفد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے اور ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومے۔ عَنْ زَادٍ وَكَانَ فِي عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَّبَعُهُ مِنْ رُؤَا جَلْنَا فَنَقْبِلُ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرِجْلَهُ۔
”مشکوٰۃ باب الکبار وعلامات العفاق“ کی دوسری فصل میں بیان ہے کہ حضرت صفوان بن عسال سے روایت ہے۔ ”فَتَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ“ کہ ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے۔

”شفاء شریف“ جلد ۲ ص ۴۴ میں بیان ہے کہ جس منبر پر حضور نبی کریم ﷺ خطبہ فرماتے تھے اُس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ہاتھ لگا کر اپنے منہ پر رکھتے اور چومتے تھے۔

”شرح بخاری ابن حجر پارہ ششم ص ۱۵ میں بیان ہے

کہ ارکانِ کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگانِ دین کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف یا قبر کو چومنا کیسا ہے؟ اس پر فرمایا کہ اس میں کوئی جرح نہیں۔ اور ابن ابی الصنف الیمانی سے روایت ہے کیونکہ علماء شافعیہ سے منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے اوراق اور بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اِسْتَنْبَطَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ مِنْ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ تَقْبِيلَ قُبُورِ الصَّالِحِينَ“ کہ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے۔

اُمت کے اولیاءِ ادب میں ہیں دم بخود
 بہ بارگاہِ سرور دین ہے سنبھل کے آ
 شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
 یہ کوچہ حبیب ہے پلکوں سے چل کے آ
 ”عالمگیری کتاب الکراہت باب ملاقات الملوک“ میں بیان ہے
 کہ بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے.....

- (۱)..... رحمت کا بوسہ کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔
- (۲)..... ملاقات کا بوسہ جیسا کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔
- (۳)..... شفقت کا بوسہ کہ جیسے بیٹا اپنے باپ کو بوسہ دے۔
- (۴)..... دوستی کا بوسہ کہ کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ لے۔
- (۵)..... شہوت کا بوسہ کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔
- (۶)..... اور بعض نے حجر اسود کا بوسہ لینا دینداری کا بوسہ بتایا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ بوسہ چھ قسم کا ہے۔ تبرک چیزوں کا بوسہ دینداری کی علامت ہے اور ان تبرکات کا احترام بھی دینداری ہے۔ اسی بنا پر اولیاء اللہ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنا، اُن کے تبرکات لباس اور بال وغیرہ کو بوسہ دینا، اُن کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔

مگر دیوبندی، وہابی، نجدی تبرکات کی تعظیم کو حرام اور شرک کہہ کر اس سے روکتے ہیں، جس سے تمام آیات قرآن کریم اور احادیث کا انکار ہوتا ہے۔



محبت رسول ﷺ ہی اصل دین ہے

جب حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا دعویٰ ہو تو پھر آقا پر تنقید اور اعتراضات اور حضور کے جملہ کمالات کے انکار کا حق باقی نہیں رہتا۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ خدا کا اعلان ہو کہ.....

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْنَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ طَالِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَنْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِآثِمٍ لَا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦﴾ سورة المائدة آیت نمبر ۳۲

کہ محبوب پر دین کی تکمیل ہو گئی، ساری نعمتیں حضور کو عطا کر دی گئیں اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا گیا۔ جس سے واضح ہو گیا کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ ہر صورت میں کامل اور اکمل ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں عام انسان غیر کامل ہیں بلکہ بے خبر اور نادان ہے کہ جب تک اس کی ماں اس پر ظاہر نہ کرے اس کو اپنے باپ کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنی زبان سے نماز کے اندر پانچ مرتبہ ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ کا اقرار کرتا ہے کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ شہادت دینے کے بعد کہ عہدہ کا مقام یہ ہے کہ روزِ اوّل سے تا ابد اس کا تعلق باللہ قائم ہے کہ اس کا رسول اور بھیجا ہوا ہے۔ اس نے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا

ہے۔ لہذا اس کا تعلق اور رسالت قیامت تک قائم ہے۔ یہی نہیں کہ اس پر ہی بس کی ہے بلکہ اس کا مقام خداوند تعالیٰ نے یٰٰیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۶﴾ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۱ بیان کر کے یہ واضح فرمادیا ہے کہ حضور سید آدم و بنی آدم ﷺ رب کی برہان اور اس کی دلیل ہیں۔ لہذا اس فرمان کی رُو سے حضور سید عالم ﷺ پر اعتراض رب پر اعتراض اور سراسر گمراہی ہے۔ یقیناً حضور ﷺ کے علم، اختیارات، حیات النبی، مقام حاضر و ناظر، نورانیت جو آیات قرآن کریم کی روشنی میں حضور ﷺ کے کمالات ہیں اس کے متعلق انکار پر مبنی عقیدہ رکھنا ایمان کی دلیل نہیں، نہ ہی قرآن کریم کے فرمان پر عمل ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں ”عظمت خیر الانام ﷺ“ جیسی کتاب منظر عام پر آگئی ہے جو خدا کے فرمان وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی روشنی کو عوام تک پہنچاتی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ذکر خدا نے بلند کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ جب ساری دنیا ختم ہو جائے گی اور خدا کا نام لینے والا کوئی بھی زندہ اور باقی نہ رہے گا تو خدا کے رسول ﷺ کا ذکر پھر بھی جاری رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم خود اس کا ذکر بلند کرنے والا باقی ہوگا۔ عظمت خیر الانام ﷺ کا مطالعہ گستاخانِ رسول ﷺ اور بے ادب لوگوں کی اصلاح کیلئے ایک کیمیا ہے تاکہ تعلق بالرسول قائم کر کے اپنی نجات کا سامان مہیا کریں۔

اولیاء اللہ کی صحبت اور ان کا فیض اور نظر کرم تعلق بالرسول کیلئے ایک کیمیا ہے جو نجات اخروی کا ضامن ہے، جس سے گستاخانِ رسول اور بے ادب لوگ محروم رہتے ہیں کیونکہ ان کے باطل نظریات اس میں حائل ہو کر انہیں ان کی صحبت سے دور رکھتے ہیں۔ جب وہ نبی آخر الزمان پر نکتہ چینی کرنے والے اور حضور سید عالم ﷺ کے کمالات سے انکار پر مبنی باطل عقائد رکھنے والے ہیں لہذا ان کے نزدیک اولیاء اللہ کا کیا مقام ہو سکتا ہے کہ وہ ان کا احترام کریں۔ گمراہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا گمراہی

ہے کہ وہ نبی کریمؐ خاتم النبیینؑ کا بے ادب گستاخ اور حضور ﷺ کی نظر کرم سے محروم ہے۔

مگر اُن کے ایسے باطل عقیدے سے سرورِ کائناتؐ فخرِ موجودات ﷺ کی شان میں رتی بھر فرق نہیں آسکتا کیونکہ ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کی شانِ خدا نے عطا فرما دی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس شان کے مظہر بن کر دُنیا کو فیض عطا کر رہے ہیں اور وہ دنیا میں روشنی کے مینار بن کر چمک رہے ہیں۔ ان کے بعد صحابہ کرام کا مقام ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔ أَصْحَابِي كَالنَّجُومِ فَبِأَيِّهِمْ أَتَدْبِيتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (مکلوۃ باب مناقب الصحابة رضی اللہ عنہم تیسری فصل) کہ میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں جو ان کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔ اولیاء اللہ ﷺ بھی ان کی اتباع میں ولایت کا مقام پاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کا کٹھن امتحان ہوتا ہے کہ کفر کے مقابلہ میں وہ ایک چٹان بن کر مقابلہ کرنے والے سارے مصائب برداشت کرنے والے اور خدا کے اس فرمان پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں جس میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ ۙ كَیْۤسَ الَّذِيْنَ هُمْ اٰتٰیهِمُ السَّلٰمَ ۗ هُمْ لَا يَلْمِیْنَ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُ ۚ سُبْحٰنَ رَبِّهِمْ ۚ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۚ تَتَنَزَّلُ فِیْ سُبْحٰنٍ ۚ هُمْ لَا یَلْمِیْنَ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُ ۚ سُبْحٰنَ رَبِّهِمْ ۚ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۚ تَتَنَزَّلُ فِیْ سُبْحٰنٍ ۚ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے (استقامت اختیار کی) اُن پر فرشتے اترتے ہیں۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، اُمیہ کافر کی غلامی میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو کافر نے انتہائی درجہ کے مظالم ڈھائے مگر وہ برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اُمیہ حضرت بلال کو مار مار کر تھک جاتا تو حضرت بلال ہنس دیتے۔ ایک بار اُمیہ نے حضرت بلال کے مسکرانے اور ہنسنے پر سوال کیا اور پوچھا کہ لوگ مار پڑھنے پر روتے اور شور مچاتے ہیں تم ہنستے رہتے ہو تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو دیا وہ قابلِ غور ہے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں

بے عشق جو محبت ہے اس میں مزہ ہی نہیں

یہی وجہ تھی کہ اس قدر مقبول ہوئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بڑی رقم خرچ کر کے خرید لیا اور دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور خدا کے رسول ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جنت میں داخلہ سب سے پہلے بلال کا ہوگا، وہ اونٹنی کی مہار پکڑ کر میرے آگے آگے جنت میں داخل ہوگا اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر جنت میں داخل ہوں گا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابی کا مٹھی بھر جو خیرات کرنا غیر صحابی کے اُحد پہاڑ برابر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے کہ دوسرا میرے صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک نماز پڑھنے والا نمازی بن سکتا ہے۔ خیرات کرنے والا سخی، قرآن پڑھنے والا قاری اور حافظ، اور عالم حج کرنے والا حاجی، یا دالہی کرنے والا ولی، قطب ابدال، اوتا دگر کوئی بھی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

”کتاب الشفاء“ میں بیان ہے کہ حضور سرور کائنات، فخر موجودات، مصدر رحمت اور مظہر رحمت ہیں کہ اس رحمت کے صدقہ میں مومن کو ہدایت ملی تو صحابی، ولی، قطب اور ابدال بنے۔ منافق قتل سے بچ گئے۔ کافر اس عذاب سے بچ گئے جو سابقہ اُمتوں پر نبی کی نافرمانی کی وجہ سے آتا تھا اور وہ قیامت تک ملتوی ہو گیا۔ مٹی پہ رحمت ہوئی تو پاک ہو گئی کہ اس سے تیمم ہوتا ہے جو وضو کا بدل ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام خوف زدہ رہتے تھے کہ جب ابلیس نے نافرمانی کی اور خدا کا حکم نہ مانا اور آدم کو سجدہ نہ کیا تو اس سے وہ بھی خوف زدہ ہو چکے تھے مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کی رحمت کا یہ اثر ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کا مقام خدا نے ”ذی قوۃ عندہ ذی العرش مکین مطاع ثم امین“ عطا کر دیا کہ جبرائیل علیہ السلام صاحب قوۃ عرش کا یکتا مطاع اور امین اطاعت

گزار ہے۔ بلکہ شیطان کو بھی رحمت سے فائدہ پہنچ گیا کہ وہ مٹ جاتا مگر رحمت کی عطا پر اس کو بھی قیامت تک مہلت عطا ہوگئی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا یہ اثر کہ صحابی کا مقام اس قدر بلند ہو گیا۔ کہ قرآن کریم میں صحابی کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ”سورۃ العادیات“ میں فرمایا ہے۔

وَالْعَدِیَّتِ صُبْحًا ۝ فَالْمُورِیَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَتِ صُبْحًا ۝ فَالْفَرْقَنِ
بِهِ نَقَعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝ ﴿۳۰﴾ سورۃ العادیات آیت نمبر ۵ تا ۱۰
کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکال کر۔ پھر پتھروں
سے آگ نکالتے سم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے۔ پھر قدموں سے غبار اڑاتے
کہ دشمن کے لشکر میں اس کے اندر پہلے جاتے ہیں۔

ان آیات کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مقام اس لئے ہوا کہ وہ خدا کی راہ میں
غازیانِ اسلام بن کر اپنی سرحد سے نکل کر کفار کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ اس
طرح پر وہ گھوڑوں پر سوار جہاد کرنے کیلئے یلغار کرتے ہوئے جاتے ہیں کہ ان کے
گھوڑے ہانپتے ہوئے جارہے ہیں کہ سینے سے آواز نکالتے ہیں اور پتھروں سے آگ
نکالتے ہیں سم مار کر اور اپنے سموں سے غبار اڑا کر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں
اور یہ شان قرآن کریم میں بیان کر کے خدا نے ان صحابیوں کا مقام بلند کر دیا ہے۔ جو
تاقیامت ان کی شان کا اظہار ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا مقام نہیں
ہو سکتا۔ اگر چہ وہ ولی ہو یا قطب یا ابدال یا اوتاد یا غوث ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرنے والوں کے
بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے.....

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝

﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیق، شہداء اور نیک صالح لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کے امتی حضور ﷺ کی اتباع کرنے والے کا مقام کہ وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور اولیائے کرام کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ ان میں اولیاء اللہ کا مقام صالحین میں آتا ہے۔ یہ سارا فیض حضور ﷺ کی اتباع میں خلوص کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی مقام کیلئے ہر نمازی ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝“ ﴿پ ۱ سورۃ الفاتحہ آیت نمبر ۶﴾ کہتا ہے۔

افسوس ہے اُن لوگوں پر جو نماز کے اندر تو دُعا کر کے اُن کی معیت طلب کرتے ہیں۔ مگر عمل کا یہ حال ہے کہ اسی زبان سے وہ اُن کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اسی کا نام منافقت ہے جو دورِ حاضر میں گستاخانِ رسول ﷺ کو حاصل ہے کہ جب وہ خدا کے رسول ﷺ کے ادب اور احترام کے منکر ہیں اُن کے کمالات کا انکار اُن کا عقیدہ ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کا ادب اور احترام کیسے کرنے والے ہیں۔ پھر اُن کو اُن کی معیت قیامت میں کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ مصر سے حج کو روانہ ہوئے تو راستے میں قادسیہ کے مقام پر پہنچے تو اونٹ سے نیچے آگئے اور زمین پر لیٹنے لگے۔ قافلہ والوں نے دیکھا تو بڑھ کر اُن کو مدد کے لئے آگئے ہوئے۔ سمجھے کہ گرمی سے گر پڑنے ہیں۔ مگر ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے اور کفار کے ساتھ جنگ کی تھی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی تھی یہ وہی مقام قادسیہ ہے۔ اسی مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو خدا نے مقبول کرتے ہوئے ”سورۃ العادیات“ میں اس گردوغبار کی قسم کھائی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں کے قدموں سے اُڑتی تھی۔ لہذا سواری سے اتر کر میں نے اس زمین پر اپنے بدن کو مس کیا ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتا ہوں جن کی شان خدا بیان کرتا ہے۔

ان لوگوں کے ایمان کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز کے مختار نہیں وہ کسی کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتے حالانکہ حضور ﷺ کا فیض ہے کہ اولیائے کرام ﷺ قیامت تک حضور ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین کے مظہر بن کر دُنیا کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي“ کہ جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی اُس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔

”سورۃ القلم“ میں بیان ہے کہ ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیوانہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے دس عیب گنا کر اس سورہ کے اندر بیان کر دیئے اور سب سے بڑا عیب یہ بیان کیا کہ ”عُتِلَّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ“ کہ کراں پر پردہ فاش کر دیا کہ وہ مغیرہ کا بیٹا نہیں بلکہ حرامی ہے۔ ابو جہل نے حضور ﷺ کو مذمم کہہ کر اور محمد سے انکار کر کے توہین کی تو مارا گیا اور ذلیل ہو کر جہنم رسید ہوا۔ ابولہب نے حضور ﷺ کی توہین کی اور کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ اس کی ایسی گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ تبَّتْ یَدَا (پ ۳۰) میں اُس کے جہنمی ہونے اور ذلیل و رسوا ہو کر مرنے کا اعلان فرمادیا۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہوئے نبی کی توہین کی تو دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا اور واصل جہنم ہوا۔ مگر فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہوئے اجازت مانگی کہ وہ اپنا کرتب دکھائیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا

ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ”قَالُوا يَمْوَسَّىٰ اِمَّا اَنْ تُلْقٰی وَ اِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلٰقٰیْنَ“ (پ ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۱۵) کہ اس اجازت حاصل کرنے اور نبی کا ادب کرنے سے اُن کو نہ صرف ایمان نصیب ہوا بلکہ شہادت کا درجہ پا کر خدا کے مقبول بندے ہوئے۔

محبت رسول ﷺ ہی ذریعہ نجات ہے

خدا کے رسول ﷺ کا مقام ساری کائنات کے اندر درالوراً ہے کیونکہ معراج کا معجزہ ایسا معجزہ ہے کہ کسی دوسرے نبی کو بھی ایسا معجزہ عطاء نہ ہوا۔ آن کی آن میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سیر کرانے کی غرض سے مسجد حرام سے اٹھا کر مسجد اقصیٰ تک پہنچا کر فرشی معراج کرایا، جہاں پر سارے سابقہ نبیوں نے حاضری دی اور حضور امام الانبیاء ﷺ کے پیچے نماز پڑھی۔ پھر فرش سے اٹھا کر عرش معلیٰ سے آگے لامکاں تک پہنچا کر قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْدٰنِی کے مقام پر مَازَاغَ الْبَصَرِ وَمَا طَغٰ ﴿النجم: ۷۱﴾ کی شان کے ساتھ اپنی زیارت کرائی کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ”رَئِیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ اور مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی“ ﴿النجم: ۱۱﴾ کے مقام کی عطاء سے ہوش میں رہے کہ دل نے تصدیق کی جو آنکھ نے دیکھا اور وحی الہی کا یہ مقام کہ..... ”فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی“ ﴿پ ۲۷ سورۃ النجم آیت نمبر ۱۰﴾ کی شان عطا ہوگئی کہ حضور ﷺ ہر ازاں مَآ کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہو گئے۔ اور علوم غیبیہ اسرار و رموز الہیہ جزئیات کلیات حقائق کے معارف کے درجے بہا سینہ اقدس میں موجزن ہو گئے جس نے سینہ مبارک کو ہدایت کا دریا بنا دیا جو قیامت تک جاری ہے۔ عرش نے بھی حضور کے قدموں کو بوسے دیئے تو اس کا مقام عرش اعظم ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے شاہد کا مقام پا کر جنت دوزخ، حور و غلمان، لوح و قلم، عرش، کرسی اور جملہ

مقامات کا معنی مشاہدہ کیا اور اس قدر مشاہدات عطاء ہوئے ہوئے کہ دوسرا اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سب ”وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ (الم نشرح: ۴) کی تفسیر بن گیا۔ لہذا حضور مالک کو نین صلی اللہ علیہ وسلم ہی جملہ مشاہدات کے بعد جملہ کمالات کی عطاء کے مالک ہیں۔ صاحب اختیار اور جملہ کمالات کے مالک ہیں۔ فرش تا عرش حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے اور اولیاء اللہ کو جو عطا ہو رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔

اس کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والے اگر ایمان کا دعویٰ کریں تو خدا کے ہاں کیونکر قبول ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ”إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا“ (پ۔ اسوۃ التوبۃ: آیت نمبر ۴۰) جو اس امر کی دلیل ہے کہ سیر کرانے والا اللہ تعالیٰ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات پر اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہی امت کی کشتی کو اپنی نظر کریم سے پار لگانے والے ہیں۔

اب چھوڑ دے کشتی کو عمر انکے کرم پر

وہ چاہیں تو ساحل ابھی بن جائے بھنور میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور جہنم کی آگ عشق الہی کی آگ سے ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ جس طرح لکڑی کو نلکہ وغیرہ بظاہر خشک اور سوکھے نظر آتے ہیں مگر ان میں آگ کی تاثیر آفتاب کی روشنی اور شعاعوں کے وسیلے سے ہے۔ جب تک شریعت کی اتباع نہ ہوگی۔ عشق الہی کی آگ دل میں ہرگز روشن نہ ہوگی، جو منکرات کو جلا کر رکھ دے۔ اگر دل میں عشق الہی کی روشنی منظور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے دل کے اندر دنیا و مافیہا سے زیادہ اپنانا ہوگا ورنہ عشق الہی کی تمنا اور اس کا حصول بے معنی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَالنَّاسِ“

”اَجْمَعِينَ“ ﴿مکتوۃ کتاب الایمان پہلی فصل، مسلم کتاب الایمان﴾ کہ جب تک بندہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کو اپنے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ محبوب نہ بنائے گا وہ ایمان دار نہیں ہو سکتا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ عقائد باطلہ والے محض عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ سراسر منافقت سے کام لیتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ شانِ اولیاء اللہ کے منکر ہیں کہ جب وہ آفتاب رسالت سراجاً منیراً کے بے ادب اور گستاخ ہیں تو انکے دل کے اندر عشق الہی کا جذبہ اور محبت کیونکر آسکتی ہے جو منکرات کو جلا کر رکھ دے۔

مری زبان پر دُرود آئے، میری زبان پر سلام آئے
سکون میسر ہو جان و دل کو جو ذکر خیر الہ نام ﷺ آئے
خیال میں یہ روئے سوز نظر میں ہو گیسوئے سوز
خدا کرے ایسی صبح آئے، خدا کرے ایسی شام آئے
یہی ہے مذہب، یہی شریعت، یہی طریقت
میسر ہو مجھ کو شکر کا سجدہ، جہاں پر محمد ﷺ کا نام آئے



شعائر اللہ کی تعظیم پر اعتراضات کے جوابات

مخالفین کی طرف سے اعتراضات کے دندان شکن جوابات پیش کئے جا رہے ہیں

—♦●♦❖♦●♦—

اعتراض نمبر (۱)..... دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ میں ہے کہ تبرکات کی تعظیم حرام اور شرک ہے۔

﴿جواب﴾..... تبرکات کی تعظیم کے بارے میں ۱۲ آیات پیش کی جا چکی ہیں جس سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ۸ احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں۔ لہذا ان آیات اور احادیث سے اس کا ثبوت کافی ہے۔ اگر تبرکات کی تعظیم کرنا حرام اور شرک ہوتا تو قرآن کریم میں ان کا ذکر نہ آتا، کیونکہ قرآن کریم حرام اور شرک کی تعظیم نہیں دیتا۔ اسی طرح احادیث نبوی میں بیان کے مطابق ان کی تعظیم جائز ہے، مگر حرام اور شرک نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے دربار اکبری میں بادشاہ کے سامنے جھکنا اس لئے گوارا نہ کیا کہ بادشاہ سجدہ کراتا تھا جو حرام ہے۔ بادشاہ نے دروازہ چھوٹا بنا کر ان کو جھکنا چاہا، مگر انہوں نے جھکنا بھی گوارا نہ کیا کہ اس سے اکبر کی تعظیم مد نظر تھی۔ حالانکہ شرعی طور پر جھکنا جائز نہ تھا۔ مگر بادشاہ کے آگے جھکنا کسی قسم کے تبرکات کی تعظیم نہ تھی کہ وہ تو ایک عام انسان تھا۔ اگر اس کو بطور محبت پیش کیا جائے تو غلط ہوگا، جب کہ بعض ایسا کرتے ہیں۔

سجدہ کی جب تک نیت نہ ہوگی سجدہ نہ ہوگا، جس طرح بغیر نیت کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص محض زمین پر اوندھالیٹ جائے تو یہ سجدہ نہ ہوگا کہ بعض بیماری کی وجہ سے یا سردی کے سبب چار پائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں تو اس کو سجدہ نہیں کہہ سکتے کہ سجدہ کی نیت سے اس نے ایسا نہیں کیا۔

سجدہ تحیہ کسی سے ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ تک جائز رہا، جیسا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور برادران حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور دونوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مگر سجدہ عبادت کسی کو خدا سمجھ کر یا خدا کی طرح سمجھ کر کیا جاتا ہے، جو شرک ہے۔ سجدہ تحیہ حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت میں حرام ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو سجدہ تحیہ کرے تو گنہگار ہے، کیونکہ یہ جرم ہے اور حرام ہے، مگر اس سے وہ مشرک اور کافر نہیں ہو جاتا۔

حضرت ابوالمعالیہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ شیطان سے کہہ دے کہ اگر توبہ کرنا چاہتے ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرو۔ اس پر وہ بولا کہ جب زندگی میں سجدہ نہ کیا تو ان کی قبر کو سجدہ کیوں کرو۔ (روح البیان)

سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کیونکہ ہر نبی تو حید کا حکم لایا۔ لہذا ہر نبی کے دین میں غیر اللہ کو سجدہ عبادت شرک رہا کہ کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہ دی۔

لیکن بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا یا بوسہ دینا اظہار محبت اور جائز ہے، ناجائز اور حرام نہیں بلکہ احترام اور تعظیم کے حکم سے ہے۔ جیسا کہ آیات کے اندر صفا اور مروہ کا احترام ہے کہ ”إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ“ (البقرہ: ۱۵۸) کا حکم احترام کے لئے ہے کہ یہ شعائر اللہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهُدَى وَلَا
الْعَلَانِدَ وَلَا آمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ
فَأَصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن

تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○ ﴿۶﴾ سورہ المائدہ آیت نمبر ۲ ﴿۶﴾ میں ہے کہ اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کی نشانیاں۔ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○ ﴿۷﴾ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲ ﴿۷﴾ میں ہے کہ شعار اللہ کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جس کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ شعار اللہ ہے، جیسے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، زمزم کا پانی، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، ناثہ اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، اُن کے نعلین پاک کا جوڑا، اُن کے کپڑے، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ وغیرہ جو صندوق میں بند پڑے تھے۔ اور اس کا بیان ہو چکا ہے کہ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ ﴿۲۴۸﴾ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۴۸ ﴿۲۴۸﴾ کہ یہ تمام قابل احترام خدا کے فرمان کے مطابق ہوئیں تو بزرگانِ دین کا احترام اسی حکم میں داخل ہے کہ یہ بھی شعار اللہ ہیں۔ اور احادیث میں ان کی تعظیم کا ذکر اس کے جواز میں بیان ہوا ہے، جیسا کہ منبر رسول اللہ ﷺ چومنا جائز ہے، حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاؤں کا چومنا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔ اس میں شرک اور کفر ہرگز نہیں۔ لہذا اس پر اعتراض شعار اللہ کی تعظیم کا انکار اور کفر ہے اور منکر اور کفر کے مرتکب لوگ ہی بزرگانِ دین اور ان کی قبور کو شعار اللہ نہیں مانتے کیونکہ وہ تو خدا کے فرمان يَقُولُونَ لَنْ نَّرْجِعَنَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِنُخْرِجَنَّ الْأَعْزُ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○ ﴿۲۸﴾ سورہ المنافقون آیت نمبر ۲۸ ﴿۲۸﴾ کی رو سے منافقوں کے طریقہ پر ہیں کہ خدا عزت والا اور اس کا رسول اور مومن عزت والے بوجہ ایمان کے مگر یہ لوگ خدا اور اس کے رسول اور مومن کے

ایمان کی عزت نہیں کرتے۔



اعتراض نمبر (۲)..... مشکوٰۃ کتاب المناسک کے باب دخول مکہ والطواف کی تیسری فصل میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔ اِیْسٰی لَا اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُقْبَلُ مَا قَبْلَكَ۔ (متفق علیہ) کہ اے حجر اسود میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنگ اسود کو بوسہ دینا ناگوار تھا چونکہ نص میں آگیا مجبوراً چوم لیا۔ چونکہ ان تبرکات کے چومنے میں کوئی نص نہیں آئی لہذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

﴿جواب﴾..... حجر اسود کو بوسہ دینا اس طرح ہے جس طرح پر حکم ہے۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاَتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّیٰ ط وَعٰهَدُنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیْ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ پ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۲۵ کہ مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہے۔ اس کو مصلیٰ بنانا اس کے سامنے نفل پڑھنا جس میں قیام سجدہ قعدہ سارے ارکان نماز ادا کرنے کا حکم ہے اس میں دوران نماز مقام ابراہیم کا احترام ہے کہ حکم میں ہے کہ پکڑو تم مقام ابراہیم کو جائے نماز۔ اس حکم میں پتھر جائے نماز بنانا اور حجر اسود کو چومنا پوجنے کے حکم میں نہیں ہے بلکہ ان کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم نص میں ہے کہ ”وَمَنْ یُعْظِمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاتَّحٰثَ مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ“ پ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہ پتھر نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان محض کفار کے

عقیدہ بت پرستی کی تردید کے لئے تھا کہ وہ ذاتی طور پر نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔ خدا کی عطا سے اس کے بارے میں بیان ہے کہ وہ مومنوں کے لئے نفع پہنچانے والا ہے مگر کفار کے حق میں نقصان دہ ہے۔

”مقدمہ ہدایہ“ میں مولوی عبدالحی صاحب نے حجر اسود کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حاکم کی روایت میں ہے کہ اے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ قرآن کریم کی آیت وَ اِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ ﴿۹﴾ سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۱۷۲ کے تحت بیان ہے کہ روز میثاق جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد و پیمان لیا تو اس عہد نامہ کو ایک ورق میں لکھ کر حجر اسود میں رکھ دیا اور قیامت میں یہ پتھر سیاہ اس شکل میں پیش ہوگا کہ اس کی آنکھیں زبان اور لب بھی ہوں گے اور وہ گواہی دے گا جو مومنوں کے حق میں ہوگی۔

اس لئے حجر اسود مسلمانوں کا بہتر گواہ ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے امین بنایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ اس کی تعظیم دین کا ایک رکن ہے جس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ سنت مصطفیٰ ﷺ سے نفرت ناراضگی اور بیزاری کفر ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ وہ سنت مصطفیٰ ﷺ سے نفرت کرتے۔ لیکن گمراہ لوگوں نے غلط بیانی کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقام کو گرایا ہے کیونکہ اُن پر سنت رسول ﷺ سے نفرت کا الزام لگایا ہے۔ ان کا اس قسم کے غلط بیان سے عوام کو دھوکا دے کر اپنے باطل عقیدہ کا استدلال پیش کرنا مقصود تھا جو سراسر خلاف نبی اور کفر ہے۔ ثابت ہوا کہ معترضین کا تبرکات پر اعتراض میں اس دلیل کو پیش کرنا سراسر لغو اور دین اسلام کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس سے شعار اللہ کی تعظیم کا صریح انکار اور دین سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر (۳)..... بعض لوگ تبرکات کو حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ خبر نہیں کہ وہ جعلی ہیں یا کہ اصل ہیں کیونکہ اصلی ہونے کا ثبوت نہیں۔ اس لئے ان کو چومنا اور ان کا احترام کرنا منع ہے۔ ہندو پاکستان میں صد ہا جگہ حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے حالانکہ نہ اس کا کوئی ثبوت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بال ہیں۔

﴿جواب﴾..... تبرکاتِ مصطفیٰ ﷺ پر لوگوں کا یہ اعتراض کہ خبر نہیں کہ وہ بناوٹی ہیں یا اصلی اس لئے ان کی عظمت کا احترام منع ہے یہ عقیدہ اُن کا قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے انکار پر مبنی ہے اور ان کی اس سے نفرت ان کی گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَكِنَّ الْأَخْيَرَةَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○

﴿پ ۱۳ سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۹﴾

کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تاکہ دیکھیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔

اس آیت میں کفار مکہ کو بتایا گیا ہے کہ سابقہ کفار اور منکر لوگ جو احکام اللہ کے انکار سے تباہ ہوئے ان کی یادگاریں اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں۔ ان کو دیکھیں اور پتہ لگائیں کہ ان کے انکار کا کیا انجام ہوا۔ اس میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ فلاں جگہ پر ایسے منکر لوگ آباد ہیں جن کا یہ حشر ہوا۔ معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے اُن کے مقام کی نشاندہی نہیں کی بلکہ ان کی شہرت پر اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا شہرت پر اعتبار کر لینا اسلام کے منافی عقیدہ نہیں۔

”شفاء شریف“ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی ہے

کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مال و اسباب، حضور ﷺ کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے نسبت ہوگئی اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ حضور ﷺ کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

”شفاء شریف“ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ”کہ جو چیز حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو، مشہور ہو، اُس کی تعظیم کرے۔“

”نور الایمان“ میں مولانا عبدالحکیم لکھنوی ”شفاء شریف“ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت حدیث سے نہ ہو۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حرمین شریفین میں زائرین کو چاہئے کہ ہر اس مقام کی زیارت کریں جس کی لوگ عزت و حرمت کرتے ہیں۔

جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت کے بارے میں ثبوت کا سوال کرتے ہیں کہ یہ بال اور یہ شے حضور نبی کریم ﷺ کی ہے یا انہیں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ان کو اپنا پتا نہیں کہ اُن کا حقیقی باپ کون ہے۔ محض مسلمانوں کی گواہی اور لوگوں کے بیان پر یقین کر کے تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ فلاں کے بیٹے ہیں۔ وہاں پر اپنی ولدیت کے ثبوت کا سوال نہیں کرتے کہ فلاں کے بیٹے ہیں اور یہ کہ واقعی وہی ان کا باپ ہے، مگر حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک اور تیرکات پر وہ مسلمانوں کی گواہی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ خدا کی توحید اور حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان کیسے لاتے ہیں جب کہ یہ بھی صحابہ کرام، تابعین، علمائے کرام، اولیائے کرام اور مسلمانوں کی گواہی پر ان کو معلوم ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ جن کا عقیدہ حضور نبی کریم ﷺ کے تیرکات پر یہ ہے کہ خبر نہیں وہ اصلی ہیں یا بناوٹی اس لئے تسلیم نہیں کرتے اُن کا ایمان بھی قائم نہیں کہ واقعی یہ سچ ہے یا جھوٹ، لہذا اُن کا دعویٰ ایمان باطل ہے اور وہ صریحاً گمراہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ

وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٣٣﴾ سورة البقرہ آیت نمبر ۱۳۳

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور یہ رسول تم سب پر گواہ ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے معتبر بیان کر کے اس کو تسلیم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا خدا کے رسول کا احترام اور عزت و توقیر اور حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت والی چیزوں کا احترام بدرجہ اولیٰ ثابت کیا ہے اور یہ لوگ اس کے باوجود اور ثبوت مانگتے ہیں جو ثابت کرتا ہے کہ ان کا قرآن کی آیات پر بھی ایمان نہیں، محض حضور نبی کریم ﷺ سے نفرت کا اظہار ہے۔ یہ تو حضور نبی کریم ﷺ کو حضور سے خطاب کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مگر جب ان کو خنزیر اُلو اور گدھا سے خطاب کیا جائے تو اس کو بُرا مناتے ہیں حالانکہ اُن کو جناب یا آپ کہنے کا بھی کوئی ثبوت نہیں، پھر بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو جناب یا آپ سے خطاب کیا جائے۔ ثابت ہوا کہ ایسے لوگ جن کا ایسا عقیدہ اور ایمان ہے جب عالم کہلاتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ مثل گدھے کے ہے جس پر کتابوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔

کیونکہ ان کی ایسی حقیقت خدا نے خود بیان فرمائی ہے کہ.....

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْإِمَارِ يُحْمِلُ أَثْقَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾

﴿پ ۲۸ سورہ الحجۃ آیت نمبر ۵﴾

ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی، پھر انہوں نے حکم پر عمل درآمد نہ کیا،

گدھے کی مثال جیسی ہے۔ جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

معلوم ہوا کہ بے ایمان عالموں کی مثال گدھے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ گستاخی کے مرتکب لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا کہ ایمان مقدم ہے اعمال مؤخر ہیں۔ لہذا اللہ کی نشانیوں شعائر اللہ کو جھٹلانے والے ہدایت نہیں پاسکتے۔

”بخاری و مسلم“ میں ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی جس پر حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”وَجَبَتْ“۔ دوسرا جنازہ گزرا جسکی لوگوں نے برائی بیان کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”وَجَبَتْ“۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور ﷺ! کیا واجب ہوگئی تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ واجب ہوگئی اور تم ”شهداء فی الدھض“ ہو لوگوں کے لئے اللہ کے گواہ ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“۔ کہ جس کو مسلمان اچھا کہیں وہ اچھا ہے۔ تبرکات اور شعائر اللہ کے احترام کے منکروں کو مسلمانوں کی گواہی پر ایمان نہیں تو ان کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ایمان کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ بھی مومن اور مسلمان مقربین کے وسیلے اور ان کی گواہی پر ثابت ہے۔

—◆●◆◆●◆—

اعتراض نمبر (۴)..... نقیہ نعلین مصطفیٰ ﷺ صلی نعلین شریف کا نہیں بلکہ یہ بھی لوگوں کا روشنائی اور قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے پھر اس کی تعظیم کیوں ہے؟ اسی طرح حضور ﷺ کی مہر نبوت کی نقل کی تعظیم کا کوئی جواز نہیں!

﴿جواب﴾..... جس طرح قرآن کریم لاہور یا دہلی کا چھپا ہوا ہماری قلم

سے لکھا ہوا اور ہماری تیار کردہ سیاہی سے چھپا ہوا واجب التعظیم ہے کہ وہ اصل کی نقل ہے، بعینہ نعلین شریف کی نقل بھی اصل کی نقل ہے اور مہر نبوت کی نقل بھی اصل کی نقل ہے۔ لہذا واجب التعظیم ہے۔ مگر گستاخ رسول جب حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرنے کو تیار نہیں وہ حضور سرور کونین ﷺ کی نعلین پاک یا اس کی نقل کو اور مہر نبوت اور اس کی نقل کو کیسے پسند کریں گے اور ان کی تعظیم کریں گے۔ ان کو حضور شفیع المذنبین ﷺ کے وسیلے اور نسبت کی ضرورت نہیں، اسی بنا پر شفاعت رسول کریم ﷺ کے بھی منکر ہیں۔ اپنے عقائد باطلہ اور اعمال پر نجات کے متمنی ہیں۔ حالانکہ جب ان کے عقائد ہی دُرست نہیں تو ان کے اعمال کے قبول ہونے کا ان کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں۔ وہ محض جھوٹی تمناؤں کو لئے پھرتے ہیں، کیونکہ ہر عمل کا دار و مدار ایمان پر ہے، اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں، اور ایمان اس وقت تک قائم نہیں جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر ایمان قائم نہیں، جس کا دار و مدار مومنوں کی گواہی پر ہے۔

یہ لوگ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب تبرکات کے مخالف ہیں۔ یہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے ذکر کو بند کرنا چاہتے ہیں، اسی طرح تبرکات کے ذکر کو بھی بند کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ یہ لوگ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ابلیس کامیاب نہ ہوا تو یہ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس نے پورا زور لگا دیا مگر ناکام رہا ہے کیونکہ حضور رسول اکرم ﷺ کا ذکر خدا بلند کرنے والا ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعْمَةً ظٰہِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًی وَلَا کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ پ ۲۱ سورہ لقمن آیت نمبر ۲۰ ﴿۲۰﴾ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیئے وہ سب کچھ جو زمین و

آسمان میں ہیں اور تمہیں بھرپور نعمتیں عطا کی ہیں، ظاہری اور باطنی، اور بعض لوگ پھر بھی جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں، حالانکہ نہ ان کو علم ہے نہ عقل، نہ روشن کتاب سے روشنی۔

حضور نبی کریم ﷺ کو شریعت اور طریقت کا علم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کو شریعت کی بقاء کے لئے اور اولیاء اللہ کو طریقت کی بقاء کے لئے پیدا فرما دیا ہے۔ ساری کائنات حضور نبی کریم ﷺ کے تابع فرمان ہے۔ حضور ﷺ کا مقام ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ (الم نشرح: ۴) ہے کہ جس سے تاقیامت حضور رسول اکرم ﷺ کا ذکر بلند ہو گیا ہے، لہذا کسی کے انکار سے اس میں فرق نہیں آسکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

ہر رُتبہ کہ بُودِ ذِرا مکانِ برِاوست ختم

ہر نعمت کہ داشت خدا شد بُرو تمام

ترجمہ:- کہ ہر مرتبہ جو ممکن تھا آپ پر ختم ہوا اور ہر نعمت جو اللہ کے پاس تھی آپ پر پوری ہو گئی۔

ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ خدا کا اعلان ہے کہ اے محبوب! مجھے قسم ہے اپنی ذات کی کہ میں آپ کو ثواب اور شفاعت کا مقام عطا فرماؤں گا، اور آپ کو راضی کروں گا کہ میرا فرمان ہے۔ ”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى“ (پ ۳۰ سورہ النحل) آیت نمبر ۵ جو پورا ہوگا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مرتبہ کا خدا اعلان کرے مگر اس کے باوجود دیوبندی، وہابی، نجدی، عقائد باطلہ والوں کے پاس عقل نہیں کہ وہ قرآن کریم کو سمجھتے نہیں اس لئے شعائر اللہ پر ایمان نہیں نہ ان کی تعظیم پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ سارا نجدی فتنہ کار فرما ہے جو اس کی بنیاد ہے۔

شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور قدرت کا نشان بنایا ہے

دُنیا میں اس کی مثال پولیس کی وردی کا نشان ہے یا فوج کی وردی کا نشان یا دیگر محکموں کے نشانات ہیں ان نشانات سے ان کا تعلق پولیس، فوج یا دیگر محکموں سے ہوتا ہے۔ شعار اللہ سے دین اسلام اور خدا کی عظمت کا نشان ظاہر ہوتا ہے اس لئے اُن کی عظمت دین اسلام اور خدا تعالیٰ کی عظمت ہے اس لئے شعار اللہ کی تعظیم کا حکم ہوا۔ وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (پ ۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲) سے کعبہ اللہ صفا، مروہ کی پہاڑیاں، میدانِ عرفات، منیٰ وغیرہ میں رمی جمار کے مقامات، مسجدیں، ماہ رمضان، ایام تشریق، عید الفطر، عید الاضحیٰ جو انبیاء علیہم السلام کے صدقہ میں شعار اللہ بنے ہیں۔ انبیاء و اولیاء اور علماء دین بھی شعار اللہ ہیں اس لئے اُن کی تعظیم بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے وسیلے سے یہ ساری عطائیں فائز ہیں۔ ویسے ہی نماز جمعہ المبارک سب شعار اللہ ہیں (روح البیان) لہذا ان سب کی تعظیم ضروری ہے کیونکہ یہ فرض ہے۔

کعبہ اللہ کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی طرف پاؤں نہ رکھے جائیں، نہ تھوکیں، نہ اس طرف منہ کر کے پیشاب اور قضائے حاجت کریں، بلکہ اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں، حج بیت اللہ کریں۔

مسجد کی تعظیم یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں اس میں داخل نہ ہوں، اس میں گندگی اور تھوک نہ ڈالیں، اس کی چھت پر بغیر ضرورت نہ چڑھیں، بلکہ وہاں پر داخل ہو کر نماز قائم کریں، اللہ اللہ کریں اور ذکرِ خدا اور رسول اور قرآن کریم کریں۔

ماہ رمضان کی تعظیم یہ ہے کہ اس مہینے میں روزے رکھیں، تراویح پڑھیں اور اس پر پابندی اختیار کریں۔ معذور پر فرض ہے کہ اگر روزہ نہ رکھے پھر بھی سب کے سامنے کھائے نہ پئے اور گناہوں سے بچے۔ چغلی، چوری اور افعالِ قبیحہ سے اجتناب کرے۔

قرآن کریم کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی تلاوت باادب کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس پر قائم رہے۔ یہ سب ظاہری تعظیم ہے۔ دل اور اس کے حالات پوشیدہ چیزیں ہیں یہ سب شعائر اللہ کی تعظیم سے ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی تعظیم کو ”تَقْوَى الْقُلُوبِ“ کہا گیا ہے۔

لہذا تقویٰ دو قسم کا ہے۔ ظاہری تقویٰ اور باطنی تقویٰ جو شعائر اللہ کی تعظیم سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جس کے دل میں ایمان اور تقویٰ ہے وہی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے۔

جو شعائر اللہ کی تعظیم نہ کرے وہ مولوی ہو یا عوام میں کوئی نماز روزہ کا پابند ہو حاجی ہو بخئی ہو وہ جو کچھ بھی بنتا ہے مگر دل کا بے ایمان ہے اس کا دل تقویٰ سے محروم ہے۔ وہ منکر آیات قرآن کریم اور احادیث پاک ہے کیونکہ شیطان اس لئے مردود ہوا کہ شعائر اللہ کی تعظیم یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا منکر ہوا جو تقویٰ القلوب ہے۔ لہذا جو انبیاء اولیاء اور ان کی نسبت سے شعائر اللہ بنے ہیں ان کی تعظیم نہیں کرتا وہ شعائر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے ان کی توہین کا مرتکب ہے وہ کفر کا مرتکب ہے۔ (ملا علی قاری)

یہ اس لئے ہے کہ انبیاء اولیاء علماء نہ صرف شعائر اللہ ہیں بلکہ جن کو ان سے نسبت ہو جائے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ کعبہ مکرمہ اس لئے شعائر اللہ ہوا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام سے نسبت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی تعمیر کے بانی اور اسماعیل ذبح اللہ علیہ السلام اس کے معاون حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا طواف کیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کعبہ کو قبلہ کا مقام ملا کہ خدا نے فرمادیا ”فَلَنُؤْكِمَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا“ البقرہ: ۱۴۴ کہ ہم پھیر دیں گے تیرا منہ اس قبلہ کی طرف جسکے بارے میں تیری رضا ہے۔

صفا اور مروہ اس لیے شعائر اللہ بنے کہ صفا اور مروہ پر حضرت اسمعیل ذبیح اللہ ﷺ کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم لگے کہ اپنے بچے حضرت اسمعیل کے لیے پانی کی تلاش میں اس کے سات چکر لگائے۔ عرفات کا میدان اس لئے شعائر اللہ بنا کہ وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی ملاقات ہوئی۔

منیٰ اس لیے شعائر اللہ ہوا کہ وہاں پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت اسمعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے قربانی پیش کی۔ الغرض انبیاء و اولیاء کے قدم مبارک اور انکے صدقہ اور وسیلے سے کعبۃ اللہ صفا، مروہ، میدان عرفات، سنیوں کے سب شعائر اللہ بن گئے۔ مساجد ماہ رمضان، قرآن مجید، جمعۃ المبارک وغیرہ قابل احترام ہوئے۔ انبیاء و اولیاء اور علماء جس طرح زندگی میں شعائر اللہ ہیں بعد وفات بھی شعائر اللہ ہیں۔ انکی قبروں کی عزت و تعظیم اس لیے لازمی ہے کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ ”عالم گیری کتاب الکرامت زیارت القبور“ میں بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روضہ اقدس میں دفن کرنے کے بعد اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجرہ پاک میں بغیر پردہ داخل نہ ہوئیں، مگر اس سے پہلے ان کے شوہر نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکے حجرہ پاک میں دفن تھے جن سے حجاب نہ تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ جب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مزار پر پہنچے تو خفی مسلک پر نماز پڑھی اور امام کا احترام کیا (مقدمہ شافعی)۔ بزرگان دین دُنیاوی غم سے آزاد ہو کر قبر میں پہنچتے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس فیض کے صدقہ میں نکیرین صحیح جوابات سُنکر خدا کے فرمان کے مطابق انکو کہتے ہیں کہ دلہن کی طرح سو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ ان کا وہ دن قبر میں شادی کا دن ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دن ہے جو سارے عالم کے دولہا ہیں۔ لہذا ان کا مقام عروسی وہ دن ہوتا ہے اس لیے اسے عرس کہتے ہیں۔

عالم کے دولہا ہیں، محفل یہ انہی کی ہے
ہے ان کے دم سے ساری یہ انجمن آرائی

لہذا عرس کے دن زیارت قبور، تلاوت قرآن کریم، صدقہ و خیرات کا ایصال
ثواب ہوتا ہے جو مسنون ہے۔ پھر صاحب مزار سے فیض کا حاصل کرنا جس طرح
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مصیبت کے وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قبر پر دُعا کرتے تو
مصیبت دور ہو جاتی، جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فیض ہوتا تھا۔ (مقدمہ شافعی)

دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ میں یہ ہے کہ جس کو خاتمہ بالخیر کی خبر نہیں، جس
کو یقین نہیں کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہ ہوا اُس کی ولایت کیسی!! درحقیقت یہ حالت
دیوبندی، وہابی، نجدی کی ہوتی ہے مگر ایک مومن اہل سنت و جماعت کا مقام خدا کے نبی
نے بلند کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ”اَنْتُمْ شُهَدَاءُ فِي الْاَرْضِ“۔ کہ ایسے مومن خدا کے
گواہ ہیں کیونکہ آیت ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى
النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ کے فرمان خداوندی کی تفسیر میں ہے کہ
خدا کے گواہ ہیں کہ ”شُہَدَاءُ فِي الْاَرْضِ“ ہیں۔ جب مسلمان نے کسی میت کی تعریف
فرمائی تو فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگئی اور برے آدمی کی میت پر اس کی برائی کے
متعلق فرمایا تو فرمایا اُس پر جہنم واجب ہوگئی۔ ثابت ہوا کہ ان منکروں کو اپنے ایمان کا
بھی پتہ نہیں اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی توہین کرتے ہیں اور خدا کے
فرمان کا انکار کر کے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ موت کے بعد میت پر اہل ایمان کے احکام جاری کئے
جاتے ہیں تاوقتیکہ اس کے انکار کا یقین نہ ہوگا، جس کا ثبوت مومن کی نماز جنازہ ہے۔
جو زندگی میں مسلمان تھا اس پر نماز جنازہ اسی فرمان کے مطابق پڑھی جاتی ہے کہ وہ
مومن ہے، کافر نہیں۔ جس کی موت کے بعد اس کے ایمان کی نفی نہیں ہو جاتی وہ مومن

ہی رہتا ہے۔ اسی بنا پر جو زندگی میں ولی تھا بعد وفات بھی ولی ہی رہتا ہے کہ موت سے ولایت ختم نہیں ہو جاتی۔ یہی مقام صحابی کا ہے کہ جو زندگی میں صحابی تھا بعد وفات بھی وہ صحابی ہے۔ صحابیت کا مقام ختم نہیں ہو جاتا۔ مومن اپنے ایمان اور اعمال کی بنا پر نعمتوں کا حقدار ہوگا اور منکر اپنے کفر اور بد اعمالیوں کی بنا پر جہنم میں جائیگا۔ اگر کسی کے ایمان اور اعمال بعد وفات ختم ہو جائیں تو پھر حساب کتاب کیسا اور قیامت کا دن کیسا!!۔ ثابت ہوا ہے کہ یہ لوگ صحیح گمراہ ہیں کہ جب نبی کی نبوت ختم نہیں ہوتی، مومن کا ایمان ختم نہیں ہوتا تو ولی کی ولایت کیسے ختم ہو جاتی ہے!!۔ خاتمہ بالخیر کے بہانے سے ولی اللہ کی ولایت کے منکروں کے لئے ہم کہیں گے کہ ولی کی ولایت کے منکروں کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ اُن کے خاتمہ بالا ایمان کی بھی خبر نہیں ہوتی اور پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ایمان پر مرا ہے یا بے ایمان ہو کر جہنم کا ایندھن بنا ہے۔ جو شعائر اللہ کے احترام کے منکر ہیں وہ دل کے بے ایمان ہوتے ہیں ان کے ایمان کا ثبوت کیونکر مل سکتا ہے۔

شعائر اللہ کے منکروں کا یہ حال ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کو بت پرستی قرار دیتے ہیں جو صریح خلاف ورزی قرآن کریم ہے جیسا کہ زیر آیت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ طُكُوا آلِهَتَكُمْ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

﴿پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴﴾

بیان ہو چکا ہے کہ خدا کا فرمان ہے کہ توبہ کے لئے در رسول ﷺ پر حاضر ہو کر توبہ کرو تا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ اور استغفار سے اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے۔ مگر یہ لوگ خدا کے رسول ﷺ کی حدیث کو غلط مفہوم کے ساتھ بیان کر کے روکتے ہیں۔ چنانچہ ”لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا ثَلَاثَ مَسَاجِدَ“ کو بطور دلیل پیش کر کے کہتے

ہیں کے سفر مزارات حرام ہے اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ پر بھی جانا حرام اور گناہ ہے۔ ان کی ایسی کذب بیانی آیت و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع یا ذن اللہ وکوا انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ﴿پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴﴾ کا انکار ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث ”مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي“ کا انکار ہے۔ بلکہ خدا کے فرمان وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدٰى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدٰى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدٰى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدٰى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ﴿پ ۱۲ سورہ النحل آیت نمبر ۳۶﴾ کا بھی کھلا انکار ہے کہ اس میں حکم ہے کہ زمین میں سفر کرو اور پتہ لگاؤ کہ مکروں کا انجام کیسا بُرا ہوا۔ اس سفر میں خدا کے نافرمانوں کا بُرا انجام ان کے اُبڑے آثارِ قدیمہ سے ہوتا ہے اور اس سفر کا حکم اس لیے خدا تعالیٰ نے دیا ہے کہ ان کی قبور اور آثارِ قدیمہ انکے لیے باعثِ عبرت ہوں۔ لیکن مومن کی قبور جنت کا ٹکڑا ہیں ان کی زیارت کر کے خدا یاد آتا ہے جس سے یہ گمراہ لوگ روکتے ہیں۔

بلکہ ”شامی جلد اول زیارت قبور“ میں ہے کہ سفر برائے زیارت قبور جائز ہے بلکہ ماں باپ کی قبور پر حاضری اور دُعا کا حکم ہے۔ اولیاء اللہ فیوض و برکات کے چشمے ہیں۔ زندگی میں بھی فیض عطا کرتے ہیں اور بعد وصال انکی ولایت ختم نہیں ہوتی اس لیے ان کا فیض بند نہیں ہوتا۔ سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے در پر حاضری کا حکم تو خدا تعالیٰ نے گنہگار کو توبہ کے لیے دیا ہے اور جو اس کو روکے وہ ابلیس ہے کہ وہ مومن کی توبہ کا متمنی نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ اسکی بخشش نہ ہو۔ لہذا دیوبندی، وہابی، نجدی، عقائد باطلہ والے سراسر ابلیس کی پیروی میں مومن کو نجات حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔

اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے حج کیا اور میرے روضہ

اقدس کی زیارت نہ کی اُس نے ظلم اور جفا کی۔ اور حدیث پاک ”لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ“ کو موڑ توڑ کر غلط بیانی کرنے والے حقیقت سے لوگوں کو آگاہ نہیں ہونے دیتے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ثواب کے لئے کوئی شخص نیت کر لے کہ فلاں مسجد میں جاؤں گا کہ وہاں پر نماز کا ثواب زیادہ ملے اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ سوائے تین مساجد کے باقی کسی مسجد کا ثواب ان سے زیادہ یا اس کے برابر نہیں ہو سکتا اور وہ ہیں بیت اللہ شریف... مسجد نبوی ﷺ... اور مسجد اقصیٰ کہ بیت اللہ شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر، اتنا ہی ثواب مسجد اقصیٰ میں ہے اس کے علاوہ کوئی شاہی مسجد ہو یا فیصل مسجد کسی کا ثواب ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مگر سفر کو حرام کہنے والے آیات قرآن کریم کا انکار کر کے خود گمراہ ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کر کے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی جو ولی اللہ ہیں اس لئے سفر حرام نہیں تھا، عین عبادت تھا۔ ”أُطْلِبُ الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ فِي الصَّيْنِ“ کہ علم تلاش کرو اگرچہ سفر کر کے چین میں جا کر حاصل کرنا پڑے۔

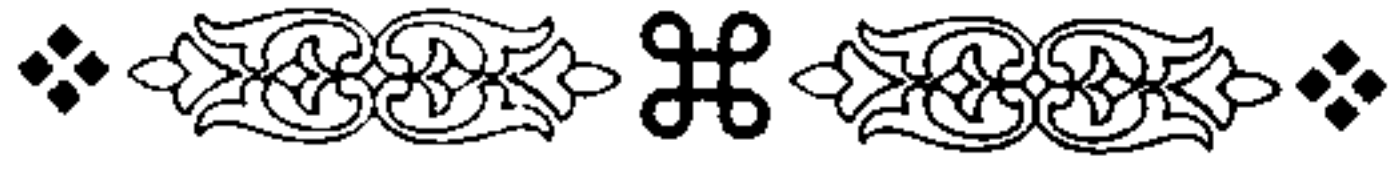
اگر سفر کرنا حرام ہو جائے تو آدمی گھر میں پابند ہو جائے نہ کسی نیک مجلس میں سفر کر کے حاضر ہو سکے نہ ہدایت پاسکے اور نہ کاروبار کر کے خدا کا فضل تلاش کر سکے۔ ثابت ہوا کہ عقائد باطلہ والے شعائر اللہ کے منکر ہیں اس لئے شعائر اللہ کی توہین کر کے قرآن کریم کے منکر ہوئے۔ لہذا وہ قرآن کریم سے گمراہی حاصل کرتے ہیں جیسا کہ خدا کا فیصلہ ”يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا“ (البقرہ) ہے کیونکہ وہ آیات اور احادیث کو غلط بیانی کے لئے استعمال کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔

شعائر اللہ کی توہین کرنے والے یہاں تک غلط بیانی کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ درخت کٹوا دیا جہاں پر بیعت الرضوان ہوئی تھی کہ وہ لوگوں

کی زیارت گاہ بن گیا تھا۔ لیکن یہ بھی سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ”مَنْ يُعَظِّمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَكْوَى الْقُلُوبِ“ (الحج: ۳۲) کی آیت پاک کے منکر اور دل کے بے ایمان نہیں تھے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بال مبارک لباس اور قبر مبارک کی زیارت کر کے اپنے ایمان کا اعلان ہمیشہ کرتے رہے۔ دراصل جس درخت کی یہ لوگ بات کرتے ہیں اُس کی حقیقت یہ ہے کہ بیعت رضوان والا درخت لوگوں کی نگاہوں سے غائب کر دیا گیا تھا اور لوگ غلطی سے دوسرے درخت کو وہی درخت سمجھ کر اُس کی زیارت کرتے تھے لہذا اس غلطی سے بچنے کے لئے اُسے کٹوا دیا گیا تھا۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے





شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر
قرآن کریم کے منکر ہیں



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر

قرآن کریم کے منکر ہیں

یہ لوگ بتوں کے خلاف آیات ولیوں پر چسپاں کر کے کذب بیانی کے مرتکب ہیں۔ خدا کے فرمان ”وَكُوفُوا لَهُمْ اِذَا ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا“۔ ﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴﴾ میں ہے کہ گنہگار دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر توبہ کر کے استغفار کریں اور خدا کا محبوب شفاعت کرے اور استغفار کرے تو خدا تعالیٰ توبہ قبول کریگا اور مہربان ہو جائیگا۔ اس حکم کی تعمیل میں ہے کہ عید کی طرح سال کے بعد نہ آؤ بلکہ اکثر آتے رہو کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہوا ”وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا“۔ اس صریح حکم اور فرمانِ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے والے شعائر اللہ کے منکر اس کو موڑ توڑ کر کہتے ہیں کہ قبرِ نبی ﷺ پر مجمع اور میلہ نہ بناؤ حرام ہے۔ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ دنیا کے اطراف سے حج کے موقع پر اکٹھے ہوتے ہیں اور بعد ادا نمکئی حج حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر حاضری بھی دیتے ہیں جو خاص طور پر ”جَاءُوكَ“ پر عمل ہے کہ جمع کے صیغہ میں آئے کا حکم ہے گویا اجتماع کا حکم ہے جس پر وہ عمل کرتے ہیں۔ اس فرمانِ خداوندی کی توہین کرنے والے مجمع اور میلہ کے الفاظ بیان کر کے اسکی حرمت کی دلیل پیش کرتے ہیں جو سراسر باطل عقیدہ اور ابلیس کی پیروی ہے جس کی بنا پر وہ نبی کریم ﷺ اور اولیائے کرام ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں۔ شعائر اللہ کی توہین کے مرتکب لوگ سراسر مکر و فریب دہی کرتے ہوئے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اور اس دھوکا کی بنیاد وہ ان آیات پر رکھتے ہیں جو بتوں کے خلاف ہیں اُن کو یہ لوگ ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں

جیسا کہ پیش خدمت ہے۔

”إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ط وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ“۔

﴿پ ۷۱ سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳﴾

ترجمہ:- وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے تو جائے وہ اس کو چھڑانہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا (بت پرست اور اس کا بت) ہے۔

اس آیت میں صاف ظاہر ہے کہ بتوں کی ذلت اور رسوائی بیان کی گئی ہے کہ یہ مکھی نہ بنا سکیں۔ اگر مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس کو چھڑانہ سکیں۔ ایسے مجبور اور ذلیل و رسوا کی پوجا کرنی سراسر حماقت ہے جو قرآن کریم سے صاف ظاہر ہے۔ گمراہ اور بے دین لوگ اس آیت کو شعائر اللہ کی توہین کے لئے نبیوں اور ولیوں کی شان کے خلاف گستاخی کے طور پر پیش کریں تو اُن کی ایسی حماقت چھپی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ گستاخ جب یہ کہیں کہ کوئی نبی یا ولی خدا کی عطا سے کچھ نہیں کر سکتے وہ مکھی نہیں بنا سکتے تو اور کیا کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعظیم کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ اور فرمایا ہے.....

”وَكُلُّهُ الْعِزَّةُ وَكَرْسِيُّهُ وَلِكُلِّ الْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ“۔

﴿پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت نمبر ۸﴾

کہ عزت تو خدا کے لئے ہے اور اُس کے رسول اور مومن لوگوں کے لئے ہے (یہ سب عزت والے ہیں) لیکن منافق لوگ اُن کی عزت نہیں جانتے۔ اس لئے وہ گمراہ ہیں اور گمراہی کی باتیں کرتے ہوئے اس آیت کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ مومن تو مرکز بھی عزت والا ہے اس لئے اُس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی

ہے۔ نبی اور ولی تو خدا کے مقبول بندے ہیں، اُن کی عزت و حرمت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ وہ خدا کے حکم سے مکھی تو کیا پرندے بھی بنا لیتے ہیں۔ کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو زندہ کر دیتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فرمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام یوں بیان فرمایا ہے.....

”اَتَيْتُ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَانْفُخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَرْضَ وَاُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاَنْبِئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدْفِرُوْنَ لَافِي بُيُوتِكُمْ ط“ ﴿پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۴۹﴾

ترجمہ:- کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ فوراً پرند بن جاتی ہے، اللہ کے حکم سے، اور میں اندھے کو بینائی اور آنکھیں دیتا ہوں، کوڑھی کو شفا دیتا ہوں، مُردے کو زندہ کرتا ہوں، اللہ کے حکم سے، اور جو تم کھا کر آؤ میں تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو کچھ گھر میں ذخیرہ کر وہ بھی بتا دیتا ہوں۔

اس آیت پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی صورت بنا کر اُس میں پھونک مار کر اُڑنے والا پرند بنا دیتے۔ اندھوں کو آنکھیں عطا کر دیتے، کوڑھی مریض کی بیماری دُور کر دیتے اور مُردوں کو زندہ کر دیتے۔ بلکہ آدمی کو یہ بھی بتا دیتے کہ اُس نے کیا کھایا ہے، پیٹ کی خفیہ چیز بتا دیتے اور گھروں کی خفیہ چیزیں رکھا ہوا مال اُن کو بتا دیتے کہ ان کو یہ پوشیدہ اور غیب بات نظر آ جاتی، مگر شعائر اللہ کی توہین کرنے والے کا یہ کہنا کہ وہ مکھی نہیں بنا سکتے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، سراسر کذب بیانی اور نبی کی توہین اور معجزات کا انکار ہے۔ پھونک مار کر مٹی سے بنے پرندے زندہ کرنے کا معجزہ اور ”قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ“ کہہ کر مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ، دم درود کرنے کا زندہ ثبوت ہے۔ اور یہ کمالات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَكَلْتُمْ صُورَتَهُ“ ﴿پ ۳ سورہ آل عمران: ۸۱﴾ پر عمل کرنے والے

نبی کے ہیں تو حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بلندی کا ذکر ہی کیا۔ حضرت مریم علیہا السلام ولیہ تھیں، اُن کو بے موسم پھل کھانے کو عطا ہوتے تھے جو اُن کی کرامت تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیائے کرام کی کرامات بے اندازہ ہیں اور ان کا بیان ”کرامات اولیاء اللہ“ کے باب میں آئے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ اُن کے ہاتھ سے چار پرندے ذبح کے بعد زندہ ہوئے اور اُن کی عزت و احترام عین ایمان ہے۔

”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيَنَّكَ سَعْيًا“

﴿پ ۳ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۶۰﴾

ترجمہ:- اور جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے اے میرے رب! دکھا مجھے کہ کیسے مردے زندہ کرے گا تو! فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی: کیوں نہیں، یقین ہے، مگر اطمینان کے لئے مشاہدہ چاہتا ہوں۔ تو کہا کہ چار پرندے لے کر ان کو سدھاؤ۔ جب سدھا لو تو ان کو ذبح کر کے ٹکڑے کر دو اور ٹکڑوں کو پہاڑوں پر بکھیر دو۔ پھر ان کو نام لے کر بلاؤ وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے۔

اس آیت پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے خدا کے حکم کے مطابق چار پرندے۔ مور، مرغ، کوا، کبوتر۔ لے کر اُن کو نام رکھ کر سدھایا کہ نام لیکر بلاتے تو وہ آجاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو ذبح کیا اور ٹکڑوں کو پہاڑوں پر بکھیر دیا اور آواز دیکر پھر ان کو بلایا تو وہ ٹکڑے زندہ ہو کر پرندے بن کر ابراہیم علیہ السلام کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے آگئے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی کہ جب انہوں نے پکارا تو اس

آواز نے اُن مردہ جسموں میں جان ڈال دی۔ اس زندگی عطا ہونے کے بعد وہ پرندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر آ گئے۔ اب واضح رہے کہ نبی نے خدا کے حکم سے مردے زندہ کر دیئے۔ وہ پرندے اس لئے زندہ ہو گئے کیونکہ اُن کی آواز میں خدا کی طاقت کا ظہور ہو گیا۔ ایسے ہی انبیاء میں خدا کی طاقت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے وہ انبیاء کے فیض کے منکر در حقیقت قرآن کریم کی آیات کے منکر ہیں۔ وہ شعائر اللہ ہیں اور اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں اس لئے ان سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ولی اللہ حضرت آصف بن برخیا سے کرامات کا ظہور ہوا کہ وہ بلکہ بلیقہس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے ملک صباء سے ہزاروں میل کے فاصلہ سے لے آئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ تخت دیکھ کر خدا کے سامنے سجدہ میں گر کر شکر بجالائے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ولیوں سے فیض لینے کے لئے پکارنا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکارا جائز ہے کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں اُنکی توہین کرنے والے خدا کے فرمان کے منکر ہیں کہ وہ ”ذَلِكَ وَمَنْ يُعِظْهُمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ پڑھ پڑھ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲ کے منکر ہیں اس لئے دل کے بے ایمان ہیں۔ حالانکہ اللہ کے مقرب بندے باذن الہی نعمتیں عطا کرنے والے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی عطا ہوتی ہے۔ قرآن کی عطا رحمان سے تعلق اور جنت کا مقام عطا ہوتا ہے۔ ان کی توہین سے ایمان برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام نعمتیں عطا کرنے والا بیان کیا ہے جیسا کہ سورہ مریم پ ۱۶ میں بیان ہے۔

”وَإِذْ نُنَزِّلُ الْمَائِدَةَ مِنْ سَمَاءٍ مُبَارَكَةٍ إِلَى الْمَائِدَةِ الْمُقَدَّسَةِ آلِ مُوسَى إِذْ يَقُولُ كُلُوا وَشَرِبُوا مِنْ هَذِهِ الْيَأْنِ فَاسْأَلُوا آلَ مِثْرَانَ خَالِدِينَ فِيهَا سِوَى الَّذِينَ أَصَابُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ أَغْصَانًا يُسْعَوْنَ فِي فِيضٍ خَالِدٍ ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْتَبِينَ ۚ وَكَذَلِكَ نَنْزِلُ إِلَهُكُمُ الْمُجِيبُ ۚ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۚ قَالَتْ

إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَعِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّئْ ﴿١٦﴾ سورة مريم آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱ ﴿﴾
ترجمہ:- اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو اُن سے ادھر ایک پردہ کر لیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا فرشتہ بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔ بولی: میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ وہ بولا کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا: یوں ہی ہے کہ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے۔

ان آیات میں بیان ہے کہ حضرت مریم ﷺ کی پاک دامنی اور عصمت کا ڈنکا خدا نے دُنیا میں بجا دیا کہ وہ عابدہ زاہدہ ولیہ تھیں۔ وہ اپنی خالہ کے مکان سے بیت المقدس کی شرقی جانب غسل خانہ میں غسل کے لئے گئیں تاکہ غسل کے بعد عبادت کریں۔ وہ پردہ میں ہو گئیں تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ اُس وقت ان کی تیرہ سے بیس برس کی عمر تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بھیجا جو روح اللہ اور وحی پر مقرر تھے کہ اُنکے پھونک مارنے سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جیسے اُن کی گھوڑی کی ٹاپ کی سے خاک سے سامری کے سونے پھڑے میں جان آئی۔ وہ آدمی کے روپ میں آئے مگر ملکی حقیقت قائم رہی۔ حضور نور ہیں مگر صورت بشری میں آئے ہیں۔ حضرت مریم ﷺ نے منع کیا اور کہا کہ اے جبریل علیہ السلام تو چلا جا۔ وہ تنہا غسل خانہ میں تھیں اور کپڑے پہن چکی تھی اس سے اُن کی پاک دامنی اور تقویٰ کا پتہ ملتا ہے کہ رب تعالیٰ کی پناہ پکڑی۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ ستھرا بیٹا دینے آئے ہیں کہ خدا نے

بھیجا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ پکڑتے ہوئے کہا کہ اگرچہ تو پرہیزگار ہے پھر بھی خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام باذن الہی بیٹا عطا کر سکتے ہیں، لہذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ عطاؤں کے مالک ہیں۔ اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کو بندے کی طرف نسبت کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ فرشتوں سے پردہ نہیں جیسے حیوانات سے پردہ نہیں۔ اور یہ بھی کہ بغیر مرد کے چھوئے بیٹا عطا ہونا خدا کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ یاد رہے کہ تقدیر معلق میں تبدیلی ہو سکتی ہے، مگر تقدیر مبرم میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے خدا کا فرمان سنا کر کہا کہ اُس کے لئے آسان ہے۔ پھر حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک دیا، جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔ لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ بزرگوں کے دم میں بھی تاثیر ہے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام کے دم سے یہ ثابت ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر ماں باپ کے نطفہ سے ہیں، بشر اور روح ہیں اس لئے روح اللہ کہلائے۔ چونکہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی پھونک سے پیدا ہوئے، اُن کی پھونک میں مردہ زندہ کرنے، بیمار کو اچھا کرنے، مٹی میں جان ڈالنے کی تاثیر آچکی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام روح الامین ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ شعائر اللہ ہیں اس لئے قابل احترام ہستیاں ہیں۔

مگر شعائر اللہ کے احترام کے منکر کسی نبی اور ولی کے احترام کی بجائے ان کی توہین سے باز نہیں آتے، بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ ﴿الکہف: ۱۱۰﴾ کہہ کر اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس گمراہی کے پیش نظر ”سورہ انعام“ میں اس کا جواب جن الفاظ میں بیان کیا ہے اُن کے لئے باعث عبرت ہے۔ فرمایا ہے۔

”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمُّ أَمْثَلِكُمْ“

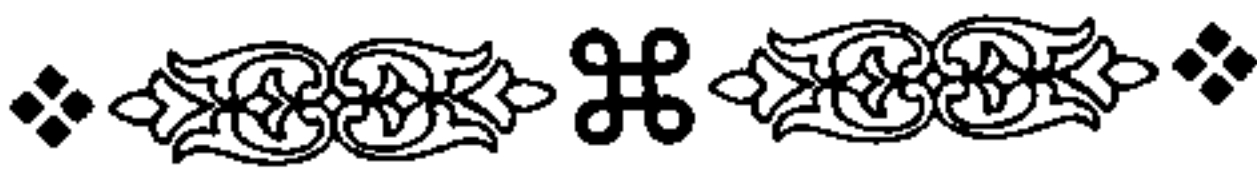
﴿پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸﴾

ترجمہ:- اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا جانور نہ پروں سے اُڑنے والا پرندہ مگر تم جیسی اُمّتیں ہیں۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کو چوپائیوں اور پرندوں کی مثل قرار دے کر بتا دیا ہے کہ جب یہ لوگ اس کے مقبول بندوں کا احترام اس کے حکم کے مطابق کرنے کو تیار نہیں ہیں تو وہ بھی اُس کے نزدیک خنزیر، گدھے، کتے، اُلوا اور چمگادڑ جیسے ہیں۔ انسان وہی ہیں اور اشرف المخلوقات وہی ہیں جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو ”شرفِ انسانیت“ اس کے محبوب کے طفیل عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا نے خود حضور نبی کریم ﷺ کو بشر نہیں کہا، بلکہ ”قل“ کہہ کر حضور ﷺ کو اجازت دی ہے کہ وہ انکساری کے لئے یا کفار کو بتانے کے لئے کہ وہ خدا نہیں، اُس کے بندے ہیں، ایسا کہہ سکتے ہیں، مگر دوسروں کو اجازت نہیں ملی کہ وہ کہہ سکیں اور اپنی مثل قرار دیں۔ اگر کوئی اس پر یقین نہیں کرتا تو وہ مثل خنزیر، گدھے، کتے، اُلوا اور چمگادڑ کے ذلیل ہے۔ وہ اشرف المخلوقات کہلانے کے قابل نہیں، بلکہ گندگی کا کیرا اس سے بہتر ہے۔ ”بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ (الكہف: ۱۱۰) کہہ کر حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والے نہ صرف شعائر اللہ کی توہین کے مرتکب ہیں بلکہ یہ سمجھنے سے عاری ہیں کہ نبی اُمّتی کی مثل نہیں ہو سکتا۔ وہ اطاعت کرانے کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور اُمّتی اطاعت کرنے کے لئے دُنیا میں آتا ہے۔ اس طرح اس کی اطاعت کرے جیسے مردہ غسل کے ہاتھ میں اپنے آپ کو دے دیتا ہے ورنہ اس کی اطاعت کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ آئینہ جمالِ الہی ہیں، وہ نور ہیں مگر لباسِ بشریت لے کر آئے ہیں، تا کہ مخلوق اُن کے قریب آ سکے۔ وہ صاحبِ وحی الہی ہیں، اُس کے مقبول بندے اور عبدہ کے مقام والے ہیں۔ گویا ہر آن اُن کا تعلق باللہ ایسے قائم ہے جیسے لوہا آگ میں رہ کر آگ کی صحبت اختیار کر لیتا ہے۔ وہ کہلاتا تو لوہا ہے مگر اوصافِ جلّانے کے ہیں اور رنگت بھی آگ والی ہے۔ اگر کسی

وقت بھی اُن کا تعلق باللہ ٹوٹ جائے تو وہ عبد کے مقام پر آ جاتے ہیں۔ لہذا مومن کا ایمان ”اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ“ پر ہے۔ تو عبد ہو کر عبدہ کو اپنی مثل قرار دینے والا جھوٹا اور مکار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ تجلیاتِ الہیہ کا مرکز ہیں، تاکہ وہ تجلیاتِ الہیہ کو مخلوق تک پہنچائیں۔ اُمتی اس صورت میں اس روشنی کا محتاج ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے عطا ہوتی ہے۔

ان لوگوں کو اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا بَٰحْتَهُ طَبْلٌ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ۔“ (پ ۷ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۲۶) کو پڑھ کر سمجھ لیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ کفار کا عقیدہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے بیٹا اختیار کیا، مگر وہ پاک ہے، بلکہ وہ اس کے بندے عزت والے ہیں۔ اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کفار کی تردید کے لئے بزرگانِ دین ”شعائر اللہ“ کی توہین نہ کرو۔ بلکہ اس طرح تردید کرو کہ اُن کی عظمت اور شان بھی باقی رہے۔ کفار نے فرشتوں یا بعض پیغمبروں کو خدا کی اولاد مان کر اُن کی پوجا کی تو رب تعالیٰ نے اپنے محبوبوں اور مقبول بندوں کو یہ کہہ کر ”عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ“ کہہ کر اُن کی عزت قائم رکھی ہے۔ کاش! دیوبندی، وہابی، نجدی لوگ اس سے عبرت پکڑیں کہ یہ آیت بنی خزامہ کے متعلق نازل ہوئی جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مان کر پوجتے تھے۔ یہ ان گمراہ لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہے، جو حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں اور دعویٰ ہے کہ وہ بڑے موحد ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اس لئے توہین کرتے ہیں کہ یہ دفعِ شرک کے لئے ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُن کے اس عقیدہ کو گمراہی بیان فرما کر اُن کی تردید فرمادی ہے کہ جن کی وہ توہین کرتے ہیں وہ اُس کے مقبول بندے ہیں، شعائر اللہ ہیں۔





اولیاء اللہ کے ساتھ ذکرِ خدا میں شمولیت
جنت میں داخلے کا سبب



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

اولیاء اللہ کے ساتھ ذکر خدا میں شمولیت جنت میں داخلے کا سبب

انبیاء اولیاء صالحین اور بزرگان دین کی توہین کرنے والوں کا داخلہ جنت کیونکر ممکن ہے۔

جب وہ خدا کے فرمان.....

فَاَدْخُلْنِي فِي عِبَادِي ۝ وَاَدْخُلْنِي جَنَّتِي ﴿پ ۳۰ سورہ الفجر آیت نمبر ۲۹، ۳۰﴾
ترجمہ:- پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔
کے عین خلاف اور تکذیب فرمان الہی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بیان ہے کہ جن لوگوں کی محبت خدا کے مقبول بندوں کے ساتھ انبیاء و اولیاء صدیق اور شہید کے مرتبہ کے مطابق ہوگی وہ ان مقبول بندوں کے ساتھ محشر میں بھی ساتھی ہوں گے اور حساب و کتاب سے فارغ ہو کر ان کی معیت میں جنت میں داخل ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندوں کا ساتھ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر جنت سے پہلے فرما دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مکڑی کے ساتھ لوہا بھی تر جاتا ہے، پھول کے ساتھ گھاس گلہستہ میں شامل ہو کر تو قیر پالیتا ہے، اصحاب کہف کے کتے کو اولیاء کی صحبت سے دائمی زندگی اور عظمت مل گئی، مومن بھی اولیاء اللہ کے زیر سایہ فیض یاب ہو جاتا ہے۔ ولی اللہ ذکر خدا

میں مشغول ہو کر دنیا و مافیہا سے آزاد ہو جاتا ہے جس کا انعام یہ ملتا ہے کہ وہ خدا کی رحمت و قرب الہی کا مقام پالیتا ہے۔ وہ نفسِ امارہ کی برائی سے بچ کر نفسِ مطمئنہ پا کر اطمینان پالیتا ہے کہ دیدارِ یار سے مشرف ہو جاتا ہے۔

اس دور کے گستاخانِ رسول اور عقائدِ باطلہ والے لوگوں کا شعار اللہ کی تعظیم سے انکار، تکذیبِ فرمانِ الہی، خدا کے محبوب کی شان کے خلاف گستاخانہ کلام حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات کا انکار، حضور نبی کریم ﷺ سے نفرت کا اظہار اُن کو لے ڈوبے گا۔ کیونکہ مقامِ نبوت پر اعتراضات، حضور نبی کریم ﷺ کے اللہ کی طرف سے عطا کردہ علومِ غیبی اور اسرار و رموز اللہ کا انکار اور مقبولانِ بارگاہِ رب العزت پر ناروا حملے، جماعتِ حقہ اہل سنت اور اولیائے کرام کے خلاف بدکلامی، منافرت، بدعت اور شرک کے جھوٹے فتوے ان کا معمول بن چکا ہے۔ ان کا نظریہ فرقہ واریت کو فروغ دینا، اسلامی تعلیمات کی توہین کرنا اور دین کی بجائے دنیا کے لالچ میں ایک علیحدہ جماعت بنانا، ان کا نصب العین ہے۔ وہ کسی صورت میں آیاتِ قرآنِ کریم پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتے، اُلٹا ان کی تکذیب اُن کا شیوہ ہے۔ جبکہ ذیل میں فرمانِ الہی کی تکذیب سے ظاہر ہے.....

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰

ترجمہ:- اور مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور ہر بُرائی سے منع کریں، اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور اللہ و رسول کا حکم مانیں، یہی ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کے مددگار ولی ہیں مگر ”وَمَالِكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن قُلُوبِي وَلَا نَصِيرٌ“ ﴿پس اسورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰﴾ سے مراد ولی من دون اللہ کے مقابل مددگار ہے۔ لہذا ولی اللہ اور ولی من دون اللہ میں فرق ہے۔ ولی اللہ خدا کے فرمان کے مطابق مددگار ہیں، اس لئے اُن کی مخالفت کرنے والے دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ والے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے ہیں، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے دریائے ہدایت کی یہ نہریں ہیں، جو نبوت کے مقام کا پتہ بتاتی ہیں اور اپنی کرامات سے گمراہوں کو راہ ہدایت پر لاتی ہیں۔ موت کے بعد چونکہ اُن کی ولایت ختم نہیں ہوتی، جیسے ایمان ختم نہیں ہوتا، یہ عالم برزخ میں بھی ولی ہی رہتے ہیں۔ اس لئے زندہ مومن مرد اور عورتیں اُن کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ ﴿پس ۲۸ سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰﴾

کی آیت پر عمل کرتے ہیں، جیسے حضور ﷺ کا اُمت کے لئے قربانی کرنا۔ ایصالِ ثواب کرنے والے اللہ و رسول کا حکم مانتے ہیں، مگر اس سے روکنے والے گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس بات کا ضامن ہے کہ دُنیا میں ان کو شیطان سے بچاتا ہے اور مرتے وقت ایمان کی سلامتی بخشتا ہے۔ قبر میں نور اور نکیرین کے سوالات کا جواب آسان ہوتا ہے۔ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں، میزان میں نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے فرماتا ہے اور قیامت میں حساب آسان فرماتا ہے۔ کیونکہ انبیاء اور اولیاء دُعا کر کے اس کی مدد فرماتے ہیں جس سے ثابت ہو گیا کہ اس کے انکار پر مبنی عقیدے والے گمراہ ہیں کیونکہ وہ خدا کے حکم کے مخالف ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے.....

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ سورة المائدة آیت نمبر ۶
ترجمہ:- اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اُس کا عذاب سخت ہے۔
اس آیت میں یہ خدا کا فرمان ہے کہ غیر خدا سے مدد لینا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ ہر قسم کی مدد جسمانی، مالی اور روحانی سب اس حکم کی تعمیل میں ہے۔ مگر برائی اور زیادتی پر مدد نہ کرے، کیونکہ یہ گناہ ہے۔ جیسے چوری کرنا، کرانا، اس کی مدد کرنا سب حرام ہیں، مگر نیکی پر مدد کرنا ثواب ہے۔ سورة مائدہ میں اس کے پانچویں رکوع میں بھی انبیاء و اولیاء کا دامن تھا منے کا حکم صاف بیان ہوا ہے تاکہ خدا تک رسائی ہو سکے جیسا کہ فرمایا ہے۔



دیدار کا عالم کیا ہوگا

جب حسن تھا اُن کا جلوہ نما، انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے، دیدار کا عالم کیا ہوگا
جس وقت تھے خدمت میں اُن کی، ابوبکر و عمر، عثمان و علی
اُس وقت رسول اکرم ﷺ کے دربار کا عالم کیا ہوگا
چاہیں تو اشاروں سے اپنے، کایا ہی پلٹ دیں دُنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی، سردار کا عالم کیا ہوگا
قدموں میں جبیں کو رہنے دو، چہرے کا تصور مشکل ہے
جب چاند سے بڑھ کر ایڑھی ہے، تو رخسار کا عالم کیا ہوگا
معراج کی شب حق سے ملنے، وہ عرشِ معلیٰ پر پہنچے
رفقار کا عالم کیا ہوگا، گفتار کا عالم کیا ہوگا
اللہ و غنی سبحان اللہ، کیا خوب ہے روضہ کا نقشہ
محرابِ حرم کا، جالی کا، مینار کا عالم کیا ہوگا
کہتے ہیں عرب کے ذڑوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے
اے جحمنہ جانے طیبہ کے، گلزار کا عالم کیا ہوگا



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف
اور نبیوں ولیوں کے وسیلے کا ثبوت



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب شریف اور نبیوں ولیوں کے وسیلے کا ثبوت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾ سورة المائدہ آیت نمبر ۳۵

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی
راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اس آیت میں صاف بیان ہے کہ صرف نیک اعمال ہی کافی نہیں بلکہ اس کے
ساتھ اس پر قائم رہنے کے لئے انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ بھی ضروری ہے۔ آیت میں
ہے ”اتَّقُوا اللَّهَ“ جس سے مراد یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور نیک اعمال کرو۔ اس کے بعد
اس پر استقامت کے لئے وسیلہ کی تلاش کرو جس کے لئے کوشش لازمی امر ہے تاکہ
وسیلہ حاصل ہو جائے۔ اور فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک رب تک پہنچ نہیں
جاتا جس کے لئے رہبر کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنے نبی
کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے اولیاء اللہ اس کے
کارندے ہیں جو بیعت کر کے انسان کے دل کو خدا سے جوڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ
متعدد آیات اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ ایمان، تقویٰ اور وسیلہ فلاح پانے کے
لئے ضروری ہے جیسا کہ ”روح البیان“ میں ہے۔ اس میں ایمان والوں کو یہ حکم ہے
مگر بے ایمان کے لئے یہ نہیں ہے اور جو انکار کرتے ہیں وہ خود یہ ثابت کرتے
ہیں کہ وہ ایمان والے نہیں۔

تقویٰ سے مراد اعمال صالح کرنا اور برے افعال سے بچنا ہے۔ لہذا تقویٰ کے
دو معنی ہیں..... بچنا اور ڈرنا۔

جب تقویٰ کے بعد لفظ ”نَارَ“ آئے جیسے ”اتَّقُوا النَّارَ“ تو اس سے بچنا مراد ہے اور جب تقویٰ کے بعد اللہ کا ذکر ہو تو ڈرنا مراد ہے۔ جیسے ”اتَّقُوا اللَّهَ“ میں ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ لہذا تقویٰ کا مطلب یہ ہے شریعت پر چلو، محرمات سے بچو اور ثواب کا کام کرو۔

”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ میں وسیلہ کا ذکر ہے جس کے دو معنی ہیں، ایک معنی ہیں ذریعہ اور دوسرے معنی ہیں جنت کا درجہ جو حضور نبی کریم ﷺ کے لئے مخصوص ہے جس کے معنی ہونگے کہ حضور رسول اکرم ﷺ کے لئے وسیلہ مانگو جو جنت میں خاص مقام ہے (روح البیان)۔ اس لئے حدیث پاک میں ہے کہ اذان کے بعد ہمارے لئے وسیلہ کی دُعا کرو ”اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَوةِ الْقَائِمَةِ اِتِّمَمْنَا مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَاَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ“ اس دُعا سے اپنا بھلا چاہنا مقصود ہے۔ اذان میں تین کام ہیں۔ اپنے منہ سے کلمات کا دہرانا، حضور نبی کریم ﷺ کا نام سننے پر انگوٹھے چومنا اور وسیلہ کی دُعا کرنا۔ (شامی)

اگر وسیلہ کے معنی ذریعہ ہیں تو الیہ کی ضمیر تقویٰ کی طرف یا اللہ کی طرف ہوتی۔ مراد ہے تلاش کرو اس تقویٰ کی طرف وسیلہ کو۔

ملی جبریل کو بھی سرفرازی تیری تربت سے

وگر نہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں

وہی پل زندگی ٹھہری جو تیری یاد میں گزری

بظاہر ساری گھڑیاں سارے لمحے ایک جیسے ہیں

تقویٰ دو طرح کا ہوتا ہے۔ تقویٰ ظاہری..... اور باطنی۔

ظاہری تقویٰ:- نماز، روزہ، حج اور احکام شرعیہ پر کاربند ہونا، تبلیغ دین کرنا اور

حقوق العباد کے حکم پر عمل کرنا۔

باطنی تقویٰ:۔ شعائر اللہ کی تعظیم کرنا کہ یہ تقویٰ القلوب ہے۔ ریاکاری، حسد، بغض وغیرہ بُری باتوں سے بچنا بھی باطنی تقویٰ ہے۔

ظاہری تقویٰ کا سبق علمائے کرام سے ملتا ہے اور باطنی تقویٰ کا سبق اولیاء اور مشائخ کرام سے ملتا ہے۔ جیسے دُنیا کے کاروبار میں اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دین کے حصول میں اُستاد اور پیر کی ضرورت لازمی ہے، کیونکہ ہر عمل میں تاثیر ہوتی ہے اور یہ تاثیر بھی اجازت سے ہوتی ہے۔

اگر ضمیر اللہ کی طرف ہے تو معنی میں ایمان و تقویٰ کے ساتھ وسیلہ الی اللہ اختیار کرو اپنے ایمان و تقویٰ پر بھروسہ نہ کرو۔ وسیلہ کا دامن اس لئے پکڑو تا کہ ایمان و تقویٰ بخیریت رہے اس پر استقامت نصیب ہو اور یہ وسیلہ انبیاء، اولیاء، مشائخ اور علمائے کرام کا دامن پکڑنا ہے۔

جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد خالی اعمال صالح ہیں، نہ کسی اور کا وسیلہ، کیونکہ ہر شخص خطرے میں ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا جب وہ اپنا خطرہ دفع نہیں کر سکے، تو دوسروں کا وسیلہ کیسے ہونگا اور کیسے مدد کریں گے۔ پھر اگر وسیلہ مان بھی لیں تو ایک وسیلہ چاہئے، نہ وسائل چائیں جیسے کہ قرآن کریم میں وسیلہ کا ذکر ہے۔ پھر ہم بندے اور اللہ ہمارا خدا، اس لئے ہم سب خدا تک پہنچ سکتے ہیں، اس لئے وسیلے کا عقیدہ سراسر باطل اور لغو محض ہے۔ ایسے گمراہ لوگوں کا ایسا عقیدہ درحقیقت ابلیس اور شیطان کی تعلیم ہے، جس میں فریب کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو شیطان نے گھیر رکھا ہے اور اس کے چنگل سے لگا ہوا ہے ان کے لئے محال ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر سمجھتے ہوئے

یہی سمجھتے ہیں کہ جس طرح اُمتی بے خبر ہے، نبی کریم ﷺ بھی بے خبر ہیں۔ اس لئے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے خبر نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔ جب وہ اپنا خطرہ دفع نہیں کر سکتے وہ دوسروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں ان کا ایسا عقیدہ خدا کے فرمان مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۚ ﴿پ ۵﴾ سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰ سے ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نے فرمایا کہ جس نے اس کے رسول کی اطاعت و اتباع کی اُس نے خدا کی اطاعت و اتباع کی۔ کیونکہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع پر عقیدہ قائم ہے تو حضور شفیع المذنبین ﷺ کا وسیلہ بھی تسلیم ہو گیا۔ اگر حضور سید الانبیاء ﷺ کے وسیلے کا انکار ہے تو اطاعت رسول کیسی اور ایمان کا دعویٰ کیسا!!۔ ثابت ہوا کہ ایسے عقیدے والے لوگ ایمان کی دولت سے ہی محروم ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم کی تلاوت کر کے بھی وہ گمراہ ہیں۔ اس لئے وہ يَمَّا آدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ﴿پ ۲۶﴾ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۹ کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں، حالانکہ اس میں یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضور افضل الانبیاء ﷺ اپنے ذاتی علم اور قیاس کی بنیاد پر نہیں جانتے، خدا کے ساتھ اُن کا تعلق دائمی ہے، وہ عبدہ اور رسولہ کے مقام پر فائز ہیں، اس لئے تعلق باللہ کی بنا پر اور خدا کے بتانے سے رازدان ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ ہیں۔ علوم غیبیہ اسرار و رموز اللہ، جزئیات، کلیات، حقائق و معارف کے جملہ علوم سے باخبر ہیں کہ خدا کے فرمان وَاَسْبَغْ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ﴿پ ۲۱﴾ سورۃ لقمان آیت نمبر ۲۰ کے مطابق جملہ ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پا چکے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿پ ۳۰﴾ سورۃ التکویر آیت نمبر ۲۲ کے وہ غیب بتاتے ہیں اور ظاہر فرماتے ہیں، کیونکہ وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ اس کو نہ ماننے والے خبیث ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ.....

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَهْدِيَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ آيَةُ ٩٧

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا کہ خبیث اور ایمان والے پاک طیب لوگ اکٹھے رہیں اور اللہ عام لوگوں پر غیب ظاہر نہیں فرماتا، بلکہ اس کے لئے چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (اور غیب اُن پر ظاہر فرما دیتا ہے)۔

ثابت ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے مجلس میں بیٹھ کر حضور شفیع المذنبین ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنے والے خبیث تھے۔ آج بھی وہی اعتراض کرنے والے لوگ موجود ہیں، اس لئے وہ خبیث ہیں، ایمان والے نہیں، اس لئے اُن کی جماعت میں ایمان سے علیحدہ ہیں کہ وہ حضور سید المرسلین ﷺ کو اپنے انجام سے باخبر ظاہر کرتے ہیں اس لئے حضور ﷺ کے وسیلے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ متعدد آیات کا انکار کرتے ہیں، جس میں حضور ﷺ کے علم غیب کا خدا نے اعلان فرما دیا ہے۔

اگر حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب اور اپنے انجام کی خبر نہ ہوتی تو حضور رسول اکرم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ کبھی نہ فرماتے کہ جو چاہو کرو تمہاری مغفرت ہو گئی۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ کو علم نہ ہوتا تو اہل جنت اور اہل دوزخ کی حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کو جنت عطا کر کے اُن کے جنت میں مقام کا اعلان نہ فرماتے اور نہ نابینا صحابی کو جنت کا مقام اور آنکھیں عطا فرماتے اور نہ ہی عشرہ مبشرہ حضرات کو جنتی ہونے کی خبر دیتے۔ یہ تمام شواہد ان کے ایسے عقائد باطلہ کے رد میں مدلل اور دندان شکن جواب ہیں جس کے سامنے اُن کی زبان بند ہو جاتی ہے اور وہ مثل ابلیس کے حیران ہو کر کھڑے رہ جاتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے تو قیامت میں اپنے سردار ہونے اور لوأ الحمد کے بارے میں اعلان کر کے بتا دیا کہ سارے نبی اُن کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ یہ بے خبری نہیں بلکہ سچی خبر ہے، لہذا گمراہ لوگ کتنے شواہد کا انکار کرتے جائیں گے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ”اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ ﴿مُحْكُوۃٓ بِأَبۡفَضَالِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ﴾ کہ میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اول و آخرین میں عزت والے سب میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود اعلان فرمایا ہے کہ سب سے پہلے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ کیا اس کا بھی انکار ہے؟ اور کیا یہ منکرین مسلمان بھی ہیں۔ اسکے علاوہ متعدد دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں جس سے حضور ﷺ کے علم غیب کا ثبوت کتاب و سنت کی روشنی میں واضح ہے۔ ان تمام کا انکار کفر ہے لہذا انکار کرنے والے کس زبان سے اپنے ایمان کے دعویدار ہیں۔ ان دلائل کی موجودگی میں اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ ہم شفیع المذنبین ہیں، حضور رسول اکرم ﷺ کے وسیلے کا انکار حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کا انکار صریح کفر ہے اور اس کے مرتکب لوگ گمراہ ہیں۔

لہذا خدا تک رسائی کے لئے حضور نبی کریم ﷺ وسیلہ ہیں اور حضور رسول اکرم ﷺ تک رسائی اور حضور سید عالم ﷺ کے فرمودات تک رسائی کے لئے علماء ربانی، اولیاء اللہ جو مختلف سلسلوں جیسے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی سے تعلق رکھتے ہیں وسیلے ہیں، وہ جن میں علماء ”ظاہری تقویٰ“ کے معلم ہیں اور اولیاء اللہ ”باطنی تقویٰ“ کے معلم ہیں، تاکہ جملہ اعمالِ صالح پر استقامت نصیب ہو۔ مثال کے لئے یوں سمجھیں کہ کراچی تک پہنچنے کے لئے لاہور سے تا کراچی ریل وسیلہ ہے، یا ہوائی جہاز وسیلہ ہے مگر لاہور اسٹیشن تک یا لاہور ایئر پورٹ تک پہنچنے کے لئے موٹر سائیکل، تاکسی یا موٹر کار وسیلہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ بغیر نبی کے وسیلے کے وہ خدا تک پہنچ سکتے ہیں وہ جھوٹے اور مکار ہیں اور ان کی گمراہی کے لئے یہی ثبوت کافی ہے۔ کہ وہ نبوت کے منکر ہیں۔ اگر بغیر وسیلے کے خدا تک رسائی ممکن ہے تو انبیائے کرام کی جماعت اور آسمانی کتابوں کا نزول عبث ہے۔ ایسی صورت میں وہ دعویٰ اسلام کس بنا پر کرتے ہیں جب بانی اسلام کی ان کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور نہ وہ قرآن کریم کو ہدایت کا وسیلہ ”هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ“ ﴿پ البقرہ: ۲﴾ مانتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی رٹ لگانے والو! ساری عمر اگر اس کی رٹ لگاتے مرجائے تو بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے اور نہ ایمان کا دعویٰ کر ہو سکتا ہے جب تک وہ ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کا اقرار نہ کرو اور اس پر تمہارا دل گواہی نہ دے یہی وسیلہ رسول کا ثبوت کافی ہے۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نچینا

حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے کے منکر تو آیت وسیلہ کے بیان تک سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ ”اتَّقُوا اللَّهَ“ کے مفہوم سے نا آشنا ہیں کیونکہ اگر اعمال کا وسیلہ ہی ہوتا تو وہ ”اتَّقُوا اللَّهَ“ میں بیان ہو چکا پھر اس کا تکرار کیوں ہوا کہ فرمایا ”وَابْتَغُوا إِلَهَ الْوَسِيلَةَ“۔ اس کے بعد اعمال صالح بھی بغیر نمونہ کے ناممکن ہیں۔ اسی لئے خدا کا فرمان ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ ﴿پ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱﴾ صادر ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ مومن کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بے خبر کہنے والے کیا حضور سید عالم ﷺ کے ان فرائین کے منکر نہیں آپ نے جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ ابو بکر جنتی ہیں۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما جو انان جنت کے سردار ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہرا جنتی عورتوں کی سردار

ہیں۔ اُن کے اس عقیدے کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ایمان سے محروم ہیں اور جو ان کو ایمان دار مانے وہ بھی گمراہ ہے، کیونکہ ایسا عقیدہ مومن کا نہیں ہو سکتا بلکہ گمراہ بے دین کا ہی ہو سکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ تو قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر بیان کر چکے ہیں ان میں یہ بھی بیان ہے کہ منافق کی نسل سے وہ قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی، ان کے صرف زبان پر اسلام ہوگا اور دل میں کفر ہوگا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیرکمان سے انکی نمازیں لمبی ہوں گی کہ ان میں ریاکاری ہوگی، دین کی رتی بھی نہ ہوگی۔ اس دور میں ایسے عقائد باطلہ والے لوگ اسی نسل کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اور ہم محتاج اس لئے جس قدر عنایات کی ہیں سب وسیلے کی بنا پر کی ہیں۔ ہمارا دنیا میں پیدا ہونا بھی وسیلے کے بغیر نہ ہوا کہ اس میں اُس نے ماں باپ کا وسیلہ بنا دیا۔ اسکے بعد ہماری نشوونما کے لئے خوراک کو وسیلہ بنایا۔ علم کے لیے اُستاد کا وسیلہ بنایا۔ ہدایت کے لئے انبیاء کا اور مقربین کا وسیلہ۔ نبیوں پر وحی کے لیے فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام کا وسیلہ۔ موت کے لیے فرشتہ موت حضرت عزرائیل علیہ السلام کا وسیلہ جس میں مرض، حادثات وغیرہ سب داخل ہیں کہ سب وسیلے ہیں۔

وسیلے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ وسیلہ جو حصول مقصد کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے ریل یا کسی گاڑی کا سفر سب اسی قسم کے وسیلہ ہیں۔ مگر وہ وسیلہ جس کا تعلق ٹوٹتا ہی نہیں وہ اسلام کا وسیلہ ہے، ہدایت کا وسیلہ ہے، نور اور نورِ ہدایت کا وسیلہ ہے کہ اسکے بغیر اللہ نظر ہی نہیں آ سکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے لیے حضرت حوا علیہا السلام کا حلال ہونے کا وسیلہ درود شریف تھا۔ وسیلہ دنیا آخرت اور قبر ہر جگہ کام آنے والا ہے۔

عقائد باطلہ والوں کا اعتراض ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب یہ حاضر کہتے

ہیں تو پھر وسیلے کی تلاش کیوں ہے کیونکہ تلاش تو غیب کی ہوتی ہے۔ ان کی عقل سلب ہو چکی ہے اس لئے ایسے بے مقصد سوال کرتے ہیں۔ دُنیا جانتی ہے ریل گاڑی پوری لائن پر حاضر ہوتی ہے کہ وہ وہاں سے گزرتی ہے مگر سواری کو وہ صرف سٹیشنوں پر ملتی ہے۔ گاڑی کی تلاش کے لیے وہ ان سٹیشنوں پر ہی جاتا ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ پر نہیں ملتی۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی حاضر مگر ملتے علمائے کرام اور اولیائے عظام کے وسیلے سے ہیں کہ یہ حضور شفیع المذنبین ﷺ کے سٹیشن ہیں۔

ابو جہل بھی دیکھتا تھا مگر نبی کریم ﷺ کو نہ پاسکا تو اعتراض کرنے والے کیسے پاسکتے ہیں کہ وہ بھی مثل ابو جہل کے خدا کے نبی کی توہین کرنے والے ہیں۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ پر اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں اس لئے وہ حضور سید عالم ﷺ کو کیسے پاسکتے ہیں۔

وسیلے کی تلاش میں ”وَابْتَغُوا“ پر عمل ہمیشہ کے لیے ہے حالانکہ احکام الیہ صرف زندگی کے متعلق ہیں۔ وسیلہ انسان پیدائش کے وقت اس کی زندگی میں اور بوقت موت اور بعد الموت قبر اور حشر میں ہر جگہ جاری ہے۔ پیدائش کے وقت اذان اور اقامت کے وسیلے کا محتاج جو اسکے کان سنتے ہیں زندگی میں وہ ایمان کا محتاج جو اس کو مومن بناتا ہے موت کے وقت وہ حُسنِ خاتمہ کا محتاج دفن کے بعد کامیاب ہونے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کے نام کا محتاج کہ جب تک وہ ”هَذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ نہ کہے وہ پاس نہیں ہوتا۔ حشر میں بھی وہ وسیلے کا محتاج ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے بغیر نجات نہیں۔ ثابت ہوا کہ جو زندگی میں وسیلہ تلاش نہ کرے گا وہ کسی جگہ بھی حضور سید عالم ﷺ کو نہ پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ ہے

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَكْمَىٰ

﴿پ ۱۵ سورہ اسرا نکل آیت نمبر ۷۲﴾

کہ جو دنیا اندھا رہ کر آپ کی تلاش نہ کرے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور حضور نبی کریم ﷺ کو نہ پاسکے گا۔ قبر میں نکیرین کے سوالات ”مَنْ رَّبُّكَ مَا دِيْنُكَ“ اور ”مَا كُنْتَ تَعُوْلُ فِيْ هَذَا الرَّجُلِ“ ﴿مقلوۃ﴾ باب اثبات عذاب القبر ﴿کا جواب صرف وہ دے گا جو دنیا میں ”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ“ ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾ پر کار بند رہا۔ جو دنیا میں حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کا منکر ہے وہ قبر میں اور حشر میں حاضر و ناظر کیسے پائے گا اور کیونکر اُن کی پہچان کرے گا۔

اس کے بعد ”جَاهِدُوا فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ“ ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾ کے فرمان الہی کا مطلب یہ ہے کہ وسیلہ کی تلاش میں کوشش کرو کہ بغیر کوشش کے اس کا حصول نہیں۔ مرہدِ کامل کی تلاش میں سفر کرنا عین عبادت ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تلاش میں پریشان پھرتے رہے حتیٰ کہ چار سو برس کی عمر ہو گئی جب کہیں جا کے بہت مشقت سے حضور نبی کریم ﷺ کو پایا۔ اس دوران کئی جگہ غلام بن کر بک گئے اور بہت محنت اور مشقت کرتے رہے اس کے بعد گوہرِ نایاب ہاتھ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رب کی تلاش میں طور پر پہنچے کیونکہ گھر میں بیٹھے نہ پاسکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ولی کی زیارت کے لیے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور علم لدنی کا پتہ لگانے دریا کے کنارے تلاش میں نکلے اور قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اس مچھلی کا ذکر بھی فرما دیا جو بھون کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتھ لائے تھے حضرت مگر خضر علیہ السلام کے مقام پر وہ زندہ ہو کر دریا میں راستہ بناتی ہوئی چلی گئی وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ وسیلہ کی تلاش ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے جو عملاً ایک نبی کلیم اللہ علیہ السلام نے کیا۔

”جَاهِدُوا فِيْ سَبِيْلِهِ“ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ پر عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تو کلیم اللہ بن گئے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو

امام الانبیاؑ خاتم الانبیاؑ ﷺ کے فیض سے یہ مقام ملا۔ اس کے بغیر جب وہ کامیاب نہ ہو سکتے تھے تو دوسرا کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کامل کی تلاش میں ہر مقيم اور مسافر فقیر کی خدمت کا حکم ہے کہ شاید اس گروہ میں کوئی کامل مل جائے۔ اسی بنا پر مسافر خانے، خانقاہیں اور مساجد اللہ والوں کی تلاش کے سبب جال ہیں۔ ”جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ“ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ میں مجاہد اور جہاد بالنفس سب شامل ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے حصول میں چالیس رات کا چلہ کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ نے اعلان نبوت کے حکم کے حصول میں ۶ ماہ تک غارِ حرا میں چلہ کیا۔ ابدالِ اُمت چالیس ہیں ماں کے پیٹ میں نطفہ کا حال چالیس دن کے بعد بدلتا رہتا ہے، آدمی بھی چالیس برس کے بعد کامل العقل ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے چلہ ہے جو ”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ میں ہے۔ جب انسان کی فطرت میں ”جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ“ کا ملکہ ہے تو اس کے منکر یقیناً جھوٹے اور جاہل مطلق ہیں۔

بخشش کہاں ہے صاحب قرآن تیرے بغیر
ملتی نہیں دولت ایماں تیرے بغیر
لا ریب ہر بشر نے تسلیم کر لیا
انسان کبھی نہ بن سکا انسان تیرے بغیر

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ“ سے بارہ ہزار مسائل نکال سکتے ہیں کیونکہ اسمیں شیطان سے پناہ مانگنا، تمام کفریات اور گناہوں سے پناہ مانگنا ہے، جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لہذا ایسی صورت میں جب تک حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ نہ ہوگا، کفریات اور گناہوں سے پناہ حاصل نہیں ہو سکتی اور یہی تو ایک وسیلہ ہے جو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ“

الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝“ ﴿پ ۳۰ سورۃ الناس﴾ میں واضح فرمادیا ہے کہ شرّ شیطان، خناس جنوں اور انسانوں دونوں سے ہے۔ اس لئے اس شر سے بچنے کے لئے توبہ کا حکم ہے اور توبہ کا در بھی حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ ہے جسکے لئے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ“ ﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴﴾ کا فرمان الہی ایک زندہ ثبوت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ تب ملے گا، جب گنہگار حضور شفیع المذبین ﷺ کے در کے لئے ”جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ“ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ کا حکم مانے گا، ورنہ قیامت تک نہ اس کی بخشش ہو سکتی ہے، نہ اُس کا کوئی عمل وسیلہ بن سکتا ہے، نہ اُس پر خدا کی رحمت اور مغفرت ہو سکتی ہے جو مومن کے لئے ضروری ہے۔ ثابت ہوا کہ توبہ کا در چھوڑنے والا ناکام رہے گا، مگر توبہ کرنے کے لئے خدا کے مطابق حضور صاحب مقام وسیلہ ﷺ کے در کا وسیلہ پکڑے گا تو وہ خدا کی رحمت اور مغفرت سے کامیاب ہوگا، کیونکہ دوزخ کی آگ کسی پانی سے نہیں بجھ سکتی، مگر گنہگار کے آنسوؤں کے وسیلے سے ہی بجھ سکتی ہے، کیونکہ توبہ اس ہیرے کی طرح ہے جو کانچ اور شیشے کے بڑے دستوں کو بھی کاٹ ڈالتا ہے، توبہ اس سورج کی طرح ہے جو برف کے تودوں کے پہاڑوں کو ختم کر دیتی ہے، کیونکہ خدا اسے ہرگز ذلیل نہ کرے گا، جو اپنے گناہوں پر روتا ہے۔

سمجھ دار کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر نادان اور جاہل اور ہٹ دھرم کے لیے سارا قرآن کریم بھی پیش کیا جائے تو وہ نہ مانگے گا۔ کاش! یہ لوگ اپنے گھر میں تالے کی چابی پر نظر کریں۔ یہ چابی دیکھنے میں لوہے کا ایک ٹکڑا ہے، مگر اس لوہے کے ٹکڑے کے ذریعہ گھر کے سارے مال و اسباب و خزانہ کی حفاظت ہے، کہ جب وہ چابی مالک کے ہاتھ میں ہوگی تو ہر چیز چابی والے کے ہاتھ میں ہوگی اور جنت کی چابی

کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ ہے۔ جس طرح چابی میں دندانے ہوتے ہیں اسی طرح کلمہ طیبہ کے لیے چار دندانے ہیں۔ پاک زبان، پاک دل، پاک پیٹ، پاک جسم اور یہ اس وقت تک پاک نہیں ہوتے جب تک نظر مصطفیٰ ﷺ اُن پر نہ پڑے کہ پاک کرنے کے لئے خدا نے اپنا محبوب ﷺ ”يُزَكِّيهِمْ“ ﴿البقرہ: ۱۲۹﴾ کے مقام والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہذا جب تک گنہگار پر تزکیہ کی نظر نہ پڑے کی نہ اُس پر کرم ہوگا، نہ ہی وہ گنہگار پاک ہوگا، نہ اُس کی زبان، دل، پیٹ اور جسم پاک ہوگا۔ لہذا نبی پاک حضور ﷺ کے وسیلے کے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا، نہ اس کی نجات ممکن ہے، نہ اُس پر جہنم حرام ہو سکتی ہے اور نہ وہ جنت کا حق دار بن سکتا ہے کیونکہ اُس کا دل جب تک خدا کے محبوب کی گستاخی سے محفوظ ہو کر ذکرِ الہی میں مشغول نہ ہوگا، وہ کفر و شرک، حسد و بغض اور خیانت سے بچ نہیں سکتا، اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب دیوبندی، وہابی، نجدی لوگ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کریں۔ اور حضور رسول اکرم ﷺ کی غلامی اور وسیلہ پر ایمان لا کر پہلے پاک ہوں ورنہ اُن کا کوئی عمل حضور رسول اکرم ﷺ کے وسیلے اور نظر کرم کے بغیر مقبول بارگاہ ہوگا اور نہ وہ فلاح پاسکتے ہیں، کیونکہ اسکے بغیر نہ انہیں خشوع و خضوع حاصل ہو ہے نہ عاجزی سے دل بھر سکتا ہے نہ خدا کا فرمانِ اَلَا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۸۹﴾ ان پر وارد ہو سکتا ہے، نہ ان کا جسم گناہوں سے بقدر استطاعت بچ سکتا ہے۔

حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان ”الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ساتھ وہ ہوگا جس کے ساتھ اسکی دنیا میں محبت ہوگی۔ لہذا محبت مصطفیٰ ﷺ میں رہنے والوں کو اگر حضور ﷺ ہزار سلاموں پر ایک ہی جواب عنایت فرمادیں تو ان تمام سلاموں کی اعلیٰ قیمت مل گئی، کیونکہ مقبول بارگاہ بندے نزع کی گمراہت، قبر کی وحشت، قیامت کے ہولناک منظر، حساب و کتاب کی

بے چینی اور حکم الہی کی گھبراہٹ، میزان کی مصیبت، پل صراط کی آفت سے اسکے طفیل محفوظ ہو جاتے ہیں، حضور ﷺ کا وسیلہ ہی ان تمام کا کامل علاج ہے۔ اس دن ساری مخلوق گھبرا جائے گی، سوائے خاص اولیاء اللہ کے کہ خدا نے ان کے لئے **اِنْ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲ کا اعلان خود فرما دیا ہے۔ اس لئے اُن کے لئے یہ مقام اور اوقات خوشی کے ہوں گے کہ مرتے وقت فرشتوں کا سلام اور خوشخبری اور قبر میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی نوید جاں افزاء۔ حشر میں سایہ عرش۔ پل صراط پر حضور ﷺ کی ”ربِّ سَلِّمْ سَلِّمْ“ کی پیاری صدا۔ اس لئے اُن کو غم کس بات کا ہوگا، کیونکہ وہ محبوبِ خدا ﷺ کے منظورِ نظر اور قربت والے ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم پر ساری عمر اللہ اللہ اور خدمتِ خلق میں گزار دی اور خدا کے نبی کا وہ فرمان ان پر پورا ہو جاتا ہے جو ذیل میں ہے۔

کسی شخص نے حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کی زیارت خواب میں کی تو حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اس مومن کی جان کیسے نکلتی ہے جو حضور ﷺ کا منظورِ نظر ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی جان ایسی آسانی سے نکلتی ہے جیسے آٹے سے بال۔ تب عرض گزار ہوئے کہ قرآن کریم میں تو سختی کا ذکر ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ بِآسِرَةٍ ۝ اَتَّظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ النَّوَاصِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالتَّغَيَّرَ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسَاقُ پ ۲۹ سورہ القیمۃ آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

ترجمہ: اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوں گے۔ سمجھتے ہوئے کہ اُنکے ساتھ وہ ہوگا جو کمر توڑ دے، ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچے گی اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب کی طرف ہانکنا ہے۔

ان آیات کے اندر موت کے ہولناک منظر کا بیان ہے کہ مرتے وقت تمام جسم سے روح کھینچ کر جان نکالی جاتی ہے جو پاؤں کے ناخنوں سے پہلے نکلتی ہے۔ مرنے والا اگر غافل تو سمجھتا ہے کہ موت گھر والوں سے چھوٹنے کا ذریعہ ہے، مگر عاقل کے لئے حضور ﷺ سے ملنے کا ذریعہ ہے اسی لئے اس کو غرس یا شادی کا دن کہتے ہیں۔

چنانچہ سائل نے عرض کی کہ حضور ﷺ اس آیت پاک کی مطابقت کون سی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”سورۃ یوسف“ میں اسکی مطابقت ہے کہ جیسے مصری عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھوں کے کٹنے کی شدت محسوس نہ کی، مومن کی جان بھی ایسی بے خبری سے نکالی جائے گی، جیسے خیرے آٹے سے بال کا نکالنا۔ جیسا کہ آیت میں بیان ہے۔ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ○ پ ۱۲ سورۃ یوسف آیت نمبر ۳۱ کہ جمال یوسفی میں محو عورتوں نے بجائے پھل کاٹنے کے خود ہی اپنے ہاتھ کاٹ لئے، خون بہہ نکلا، درد ہوا، مگر جمال میں ایسی وارفتہ کہ نہ ہائے کی نہ روئیں، یہی حال جمال مصطفیٰ ﷺ کے وقت مومن کا ہوگا کہ ملک الموت جان کھینچ کر نکال رہا ہے مگر حضور ﷺ کے جمال میں اُمتی کی جان نکل گئی اور اسے درد تک محسوس نہ ہوا۔ قرآن پاک نے ہدایت بیان کر دی اور حدیث پاک میں حضور شفیع المذمبین ﷺ نے احساس کی نفی بیان فرمادی۔ ثابت ہوا کہ نزع کے وقت، قبر میں، حشر میں ہر جگہ حضور ﷺ ہی وسیلہ ہوں گے تو نجات ہوگی، جنت میں مقام حاصل ہوگا، اُن کے بغیر دوزخ کا مقام۔

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم ”مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ کا اعلان فرما کر حضور ﷺ کے وسیلے کا بیان فرما دیا کہ دنیا میں گمراہوں کے لئے حضور ﷺ رحمت ہیں کہ وہ اس عذاب سے بچے ہوئے ہیں جو ان کفار پر آیا تھا جو سابقہ نبیوں کے نافرمان تھے۔ لہذا وسیلے کے منکر خدا کی رحمت کے ناشکرے ہیں۔

ثابت ہوا کہ دنیا اور آخرت میں نجات اور عذاب سے چھٹکارا حضور نبی پاک ﷺ کا وسیلہ ہی ہے کہ اعمال بھی اس وسیلے کے بغیر مقبول نہ ہوں گے۔ عبادات میں بھی حضور ﷺ کا وسیلہ ہی کام آتا ہے جیسا کہ بیان ہے.....

وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرَضَّوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

﴿پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۲﴾

ترجمہ:- اور اللہ اور اس کے رسول کا حق زیادہ تھا کہ اس کو راضی کرتے، اگر ایمان رکھتے تھے۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ عبادات میں اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت کرنی شرک نہیں، بلکہ ایمان کا کمال ہے کہ اس سے عبادت کا ثواب زیادہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی رضا شامل ہے۔ جیسے حضور ﷺ کے لئے قربانی کرنا، حج کرنا کہ حضور ﷺ کو راضی ہوں۔

فیض جاری تیرا تا قیامت رہے
سارے نبیوں پہ قائم امامت رہے
تیری محبوب چوکھٹ سلامت رہے
سب پہ رحمت لٹانا تیرا کام ہے
ذکر تیرا سنانا میرا کام ہے
میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد طلب کرنے کے لئے بندگان خدا سے مدد طلب کرنا سنت قرار دیا ہے۔ جن کا عقیدہ ہے کہ رب کے سوائے نہ کوئی ولی ہے، نہ مددگار وہ منکر فرمان خدا اور گمراہ ہیں۔

شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر نہ صرف وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَتْلُوْی

الْقُلُوبِ ﴿پ ۷۱ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ کے منکر ہیں بلکہ وہ متعدد آیات قرآن کریم کے منکر ہیں۔ چنانچہ اُن کے ایسے باطل عقائد کا اعلان کرنا ہر مومن کا فرض ہے تاکہ اُن کی بد باطنی کا اظہار کھلم کھلا ہو اور عوام اُن کے فریب اور مکر و جعل سازی سے بچ سکیں۔ جب ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کی اور حضور ﷺ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دس عیوب بیان کر کے اعلان فرما دیا کہ گمراہ لوگوں کے عیوب اور عقائد باطلہ کا اظہار سنت خدا تعالیٰ ہے اور یہی نہیں بلکہ ”عُتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ“ ﴿پ ۲۹ سورۃ القلم آیت نمبر ۱۳﴾ کا کھلم کھلا اعلان اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ولید بن مغیرہ کو خدا نے حرامی قرار دیا اور بتا دیا کہ وہ اپنے باپ کی نسل سے نہیں بلکہ برائی اور بے حیائی کا مجسم نمونہ ہے اُس کی فطرت میں برائی اور حرام کاری کی مرض ہے۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں کی توہین کرنے والے اور اُن کی تعظیم جو خدا نے شعائر اللہ کی آیات میں بیان کی ہے اُن کے منکر بھی اس سے کم نہیں۔ ملاحظہ کریں آیات کریم اور اسکے بعد احادیث پاک۔ کیونکہ اس کا ثبوت کتاب و سنت کی روشنی میں بیان ہو رہا ہے اور باعث ہدایت ہے۔



یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر سرور انبیاء ﷺ کی کیا بات ہے
 صحت دو جہاں آپ کی ذات ہے اے حبیب خدا تیری کیا بات ہے
 اُمت کے اولیاء ادب میں ہیں دم بخود
 یہ بارگاہ سرور دین ہے سنبھل کے آ
 زندگی آگئی رونقیں آگئیں بزم عالم میں کیف و سرور آگیا
 آمنہ ﷺ کے مقدر پہ قربان ہوں گود میں جن کی خالق کا نور آگیا





امداد واستعانت کا ثبوت



امداد و استعانت کا ثبوت

قرآن کریم کی روشنی میں

—♦●♦♦●♦—

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

﴿پ ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر ۷﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اس کے دین میں تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اس آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رو سے اللہ کے نیک بندوں سے مدد لینا عین دین ہے، کیونکہ شرک ہرگز نہیں رب غنی ہو کر اپنے بندوں سے مدد مانگ رہا ہے۔ اس لئے دین کی مدد کے لئے استمداد سنت اللہ ہے، کیونکہ اللہ کی مدد سے مراد اللہ رسول اور اس کے دین کی مدد ہے۔ مسلمانوں کو کامیابی میں مدد دینا انکے لئے مدد کا ہاتھ بڑھانا اللہ کی مدد ہے۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔ ایسے واضح فرمان کا انکار کرنے والے اور اس فرمان کی موجودگی میں مدد حاصل کرنے کو شرک قرار دینے والے یقیناً گمراہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ مومن وہی ہیں جو خدا کے فرمان کو مانیں اور حق پر مدد کرنے اور مدد لینے کو دین سمجھیں اور اسکے برخلاف اسکا انکار کرنے والے ایماندار نہیں۔ لہذا انبیاء اولیاء سے مدد حاصل کرنا اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے انکی صحبت اختیار کرنا خدا کے فرمان پر عمل اور عین دین اور شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ مگر اسکے برخلاف

عقیدہ سراسر باطل اور گمراہی ہے کہ انکی مدد فرمان الہی کی رو سے خدا کی مدد ہے۔

— ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ —

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
بِلُحَوَّازِينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَّازِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَاْمَنْتَ طَائِفَةٌ
مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرْتُ طَائِفَةٌ ۚ ﴿٢٨﴾ سورة الصف آیت نمبر ۱۴

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے
حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے کہ ہم
دین خدا کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر
کیا۔

اس آیت میں بیان ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرنا اسی طرح سنت ہے
جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے کفار کے خلاف جہاد میں مدد طلب فرمائی
تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے مدد طلب فرمائی تھی جو ان پر ایمان
لائے اور انکے صحابی تھے۔ اس میں غیر اللہ سے مدد کا ثبوت خدا نے خود دیا ہے جو اس
آیت میں بیان ہوا ہے۔ اگر غیر اللہ سے مدد لینا حرام ہوتا تو یہ دونوں انبیاء کا مدد لینا
شرک کی تعلیم ہوتا۔

مگر دونوں خدا کے رسول اور بھیجے ہوئے ہیں اور شرک کو مٹانے آئے ہیں۔ یہ
اللہ کے پیارے ہیں ان کی مدد درحقیقت اللہ کے دین کی مدد ہے کہ حواریوں نے کہا
تھا۔

”نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ“ مگر مدد حضرت عیسیٰ ﷺ کی تھی۔ اللہ کی دی ہوئی طاقت
سے تھی۔ کہ آیت کے آخر میں فرمان ہے۔ -فَايْتِدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝ ﴿٢٨﴾ سورة الصف آیت نمبر ۱۴

ترجمہ: تو ہم نے ایمان والوں کو اُنکے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہو گئے۔

اس مدد کو بیان کر کے واضح فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عیسائیوں کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ دوسرے نے کہا خدا کے بیٹے ہیں۔ تیسرے گروہ نے حق کو نہ چھوڑا اور یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پہلے دونوں فرقے کافر ہو گئے اور تیسرا گروہ مومن رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر اس تیسرے مومن گروہ کی مدد کی جو باقی پر غالب آ گیا کہ وہ دشمن اسلام تھے۔

اس آیت کے بیان سے خدا تعالیٰ کا اعلان ہے کہ مصیبت کے وقت راہ خدا میں مدد مانگنا عین دین ہے، کیونکہ یہ سنت انبیاء کرام ہے، جس کا انکار صریح کفر اور حق سے روگردانی ہے، کیونکہ انسان حق کی امداد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے برخلاف عقیدہ غلط ہے کہ یہ عوام کو دھوکا دینے والا اور حق سے روگردانی کرنے والا ہے اور شرک کا کام یہ عوام کو دھوکا دہی اور فریب کاری میں مبتلا کرنا ہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے نفرت کا اظہار اور سراسر گستاخی کا ارتکاب ہے کیونکہ یہ سنت خدا اور رسول کے خلاف عقیدہ ہے اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿سورۃ الفاتحہ: ۴﴾ پر عمل ہے کہ نبیوں نے مدد مانگ کر در حقیقت خدا سے مدد چاہی تھی، جس نے اُمت کو حکم دیا کہ وہ نبیوں کی مدد کریں، کیونکہ اس کا قانون ہے کہ وسیلے سے مدد کرتا ہے۔ جو لوگ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿پ سورۃ الفاتحہ: ۴﴾ کے خلاف کہتے ہیں وہ فرمان خدا کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں کہ اللہ کے مقابل مدد ڈھونڈنا شرک ہے۔



وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ ؕ أَتُرْتُمُّوهُ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي ط قَالُوا أَتُزَنُّونَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ط ❖ پارہ نمبر ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۸۱ ❖

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر بڑا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ روز میثاق تمام انبیاء کرام حضرت آدم ﷺ تا حضرت عیسیٰ ﷺ سے یہ عہد لیا گیا، اور اسی عہد کے ذریعہ سے انکی امتوں سے بھی عہد ہو گیا کہ امت نبی کے تابع ہوتی ہے اور اس عہد کی رو سے حضور نبی کریم ﷺ سب کے نبی ہیں اس لیے سارے اگلے پچھلے حضور نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں۔ یہ عہد صرف حضور سید المرسلین ﷺ کے لئے ہی لیا گیا کہ حضور ﷺ ہی سب کے مصدق ہیں کہ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا اور حضور ﷺ کی مدد کرنا اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ مدد کرنا تو اس سے یہ واضح ہو گیا کہ بعد وفات بھی انبیاء اور صالحین مدد کرتے ہیں، کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جملہ حضرات انبیاء ﷺ وفات پا چکے ہوں گے۔ اس لئے بعد وفات انبیاء اور اولیاء کی طرف سے مدد کرنے کا ثبوت خود خدا تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے، لہذا اسکو شرک کہنے والے خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ منکر قرآن، منکر فرمان الہی اور گمراہ ہیں۔ یہ دین اسلام کے منکر ہیں کہ خدا تعالیٰ نے سابقہ نبیوں سے حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد کرنے کا عہد لیکر ان

گمراہوں کا منہ بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو دین اسلام کے دعویدار ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان کو توبہ کرنی چاہیے کہ یہ مدد اللہ کے حکم کے موافق ہے، مگر اللہ کے مقابل مدد نہیں۔

—◆●◆◆●◆—

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَأِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ○
﴿پ اسورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵﴾

ترجمہ: اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

اس آیت میں صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرنے کا حکم خدا صاف بتاتا ہے کہ صبر اور نماز غیر اللہ ہیں خدا نہیں، مگر اس پر عمل عین دین ہے کہ خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ اسکو شرک کہنے والے یقیناً گمراہ ہیں کہ منکر قرآن اور منکر فرمان الہی ہیں کہ اللہ کے مقابل مددگار نہیں ہے۔ اللہ جس کو چاہے مددگار بنا دے

—◆●◆◆●◆—

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يٰاَجُوبَ وَمَا جُوبٌ مُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ
لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًا ○ قَالَ مَا مَكْنٰى فِىْ رَبِّىْ خَيْرٌ
فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○

﴿پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت نمبر ۹۴، ۹۵﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا ہے اے ذوالقرنین! بیشک یا جوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کر دیں اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنا دیں۔ کہا وہ جس پر میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے۔ لہذا تم میری مدد طاقت سے کرو کہ میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنا دوں۔

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں سام۔ حام۔ یافث تینوں کی اولاد کا ذکر ہے۔ یافث بن نوح کی اولاد بہت قد آور شرانگیز اور فسادی تھے۔ کھیت اور باغات اُجاڑتے، سانپ بچھو کھا جاتے تھے بلکہ درندوں اور انسانوں تک کو کھا جاتے تھے۔ یہ بد فطرت تھے۔ ان میں لمبے آدمی کا قد ایک سو بیس گز تھا۔ انکے جسم بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ زمین کے شمال میں جہاں انسانی آبادی ختم ہوتی ہے وہاں دو بڑے پہاڑ تھے جن کے اس طرف تو یہ یاجوج ماجوج آباد تھی۔ یہ لوگ دو پہاڑوں کے پیچھے راستہ سے دوسری طرف کے لوگوں پر حملہ آور ہوتے، انکو قتل کرتے اور لوٹ مار مچاتے اور یہ جگہ ترکستان کے مشرق میں واقع تھی (روح البیان)۔ یہ عجیب بولی بولتے تھے جسکو ذوالقرنین سمجھتا تھا کہ خدا نے ان کو زبانوں کا علم بخشا تھا۔ ان سے تنگ آ کر دوسری طرف کے لوگوں نے جو حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کی اولاد تھے، ذوالقرنین بادشاہ سے کہا کہ ہم مال مہیا کرتے ہیں، آپ ایک دیوار بنا دیں جس سے یاجوج ماجوج ادھر نہ آسکیں تاکہ ہم امن میں ہو جائیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت مال دیا ہے، اس لئے مجھے مال کی حاجت نہیں، صرف یہ کام کرو کہ تم جسمانی مدد کرو اور کام کرو مال ہم خرچ کریں گے۔

لہذا ان آیات میں بندوں سے مدد لینے کا سوال کر کے ذوالقرنین نے شرک نہیں کیا تھا۔ بلکہ اللہ کے بندوں کی مدد کے لئے کیا تھا تاکہ وہ امن میں ہو جائیں اور برائی سے بچیں۔ ثابت ہوا کہ بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے اور یہ بہت پرانا سلسلہ ہے۔ یہ ”إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ (الفاتحہ: ۴) کے خلاف نہیں کیونکہ اللہ کے مقابل ہو کر مدد نہیں چاہی، جو شرک ہے، بلکہ اس کے حکم کے مطابق چاہی جو عین دین ہے، اسلئے ایسی مدد کو شرک کہنے والے ذوالقرنین کو مشرک گردان کر خود اپنی بے دینی کا اظہار کرتے ہیں۔ لہذا ہر مدد جو خدا کے حکم کے مطابق حاصل کی جائے دین اور اسلام ہے۔ ورنہ

اس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہ ہو سکے اور کفر کا غلبہ ہو جائے جو گمراہ چاہتے ہیں۔

—◆●◆◆●◆—

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضْ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○

﴿پ ۱۰ سورۃ انفال آیت نمبر ۶۴﴾

ترجمہ:- اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) تمہیں اللہ کافی ہے اور یہ جو تیرے تابع ہوئے مومن مسلمان بندے کافی ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق پر اعتماد کرنا رب پر توکل کے خلاف نہیں کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ تمہیں اللہ اور یہ مومن لوگ کافی ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اللہ اور رسول بھلا کرے عین دین ہے، شرک ہرگز نہیں۔ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی کہ ان کے ایمان لانے پر دین اسلام کو غلبہ ہوا، جو عین دین ہے۔ اس کو شرک کہتے والے دین اسلام سے منہ موڑ کر کفر کے غلبہ کا پرچار کرتے ہیں۔ بلکہ اس آیت کا انکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ اسلام لانے کا انکار ہے، جو سراسر بے دینی اور گمراہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے جس قدر دین اسلام کو مدد اور تقویت ملی وہ دین حق کی مدد اور عین اسلام تھا۔

—◆●◆◆●◆—

وَإِنْ تَظْهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ○ ﴿پ ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر ۴﴾

ترجمہ:- اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل (علیہ السلام) اور نیک ایمان والے لوگ اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سارے بندے مددگار ہیں، جس میں اللہ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام اور نیک مسلمان اور سارے فرشتے بھی مددگار

ہیں۔ کہ خدا کے نبی کی بیویوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم نے ہمارے نبی کی خدمت مدد نہ کی تو حضور نبی کریم ﷺ کے یہ سارے مددگار ہیں اور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے ایسے مددگار ہیں جیسے بادشاہ رعایا کا مددگار اور مومن حضور ﷺ کے ایسے مددگار ہیں جیسے خدام اور سپاہی بادشاہ کے مددگار ہوتے ہیں، مگر حضور ﷺ کسی بندے کے حاجت مند نہیں کہ خدا کا اعلان ہے ”إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ“ ﴿پ ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر ۶﴾ اور یہ کہ فرشتوں کو نیک کہہ کر ان کو معاون قرار دیا ہے اور جہاں پر غیر اللہ کی مدد کی نفی ہوتی ہے وہاں خدا کی ذاتی مدد کا ذکر ہوتا ہے۔ اس بنا پر آیت میں بیان کردہ تمام مددگار برحق ہیں ان کی مدد شرک نہیں۔

بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یارو مددگار بنایا

—◆●◆❖◆●◆—

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنْصُرُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبْغِ الْكَافِرُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿پ ۲۸ سورہ الممتحنہ آیت نمبر ۱۳﴾
ترجمہ:- اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر قبر والوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ کفار سے دوستی نہ کرو۔ ان میں یہود بھی ہیں جن پر بارہا دنیا میں اللہ کا غضب آیا ہے جیسا کہ ان میں بعض لوگ سور اور بعض بندر بنائے گئے۔ وہ آخرت سے مایوس ہیں اس لئے کہ انکو حضور سید المرسلین ﷺ کی حقانیت تو رات سے معلوم ہے پھر بھی انکار کرتے ہیں۔ لہذا اپنے عقیدے کی رو سے خود کافر اور آخرت کے ثواب سے محروم ہیں۔ لہذا ان کی نا اُمیدی بتاتی ہے کہ حقانیت کے ظاہر ہو جانے کے بعد اسلام نہ لانے سے وہ رب کی رحمتوں سے محروم ہو گئے ہیں

جیسے کافر اہل قبور کے سننے سے مایوس ہیں ان کی مدد سے مایوس ہیں کہ وہ اب کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ان کا عقیدہ ہے۔ مگر مومن کا عقیدہ ہے کہ خدا کے مقبول بندے قبروں میں جا کر بھی مدد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے نام کی برکت سے اہل اسلام کو ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر میں جا کر بھی مدد کی اور شب معراج پچاس نمازوں کی پانچ کرانے میں مدد کی۔ اس کے باوجود دیوبندی و ہابی نجدی عقائد باطلہ میں یہ ہے کہ قبروں والے کچھ نہیں کر سکتے اس لئے وہ اس عقیدے کی بنا پر ایمان سے محروم ہیں کیونکہ حضور شفیع المذنبین ﷺ پر جب ان کا یہ ایمان ہی نہیں کہ وہ مدد کر سکیں تو دولت ایمان کیسے عطا ہوگی۔ لہذا ان کا کلمہ طیبہ پر ایمان کا دعویٰ محض فریب اور جعل سازی ہے کہ جس زبان سے وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھتے ہیں اُسی سے وہ حضور ﷺ کا نام رسمی طور پر لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ کا رسول مان کر ہدایت کا منبع اور مددگار نہیں مانتے۔ اسی طرح سے اولیاء اللہ کی مدد کے بھی قائل نہیں چاہے قبر کے باہر ہوں یا قبر کے اندر اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ بعد وفات مدد کرنے کا فرمان سابقہ نبیوں کو اس لئے ہوا تھا اور ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَكَلْتُمْ صُورَتَهُ“ ﴿پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱﴾ کا حکم اس لئے ہوا تھا کہ وہ مدد کرنے والے ہیں کیونکہ خدا کو علم تھا کہ یہ لوگ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانہ میں قبروں میں ہوں گے مگر مدد کریں گے۔ ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ سے مایوس ہیں ان کی نجات بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ ”مزکی“ ہیں پاک کرنے میں مددگار ہیں تو حید پر ایمان حضور ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے خدا تک رسائی حضور ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ ان کی مدد کے بغیر نہ خدا کی واحدیت پر ایمان ہو سکتا ہے نہ عالم برزخ پر نہ آخرت پر اور نہ جنت اور دوزخ پر۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چہ چا تیرا

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِيْ ۝ اَشَدُّ بِهٖ اَنْدٰى ۝

وَاشْرِكْهُ فِىْ اَمْرِىْ ۝ كَىْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ ﴿پ ۱۶ سورۃ طہ آیت نمبر ۲۹ تا ۳۳﴾

ترجمہ:- اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے۔ وہ کون

؟ وہ میرا بھائی ہارون ہے اُس سے میری کمر مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک

کر کہ ہم بکثرت تیری تسبیح کریں۔

ان آیات کے بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے حضرت

ہارون علیہ السلام کو نبوت ملی اور وہ وزیر بنے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا سے قوت حاصل

کرنی اور مدد یعنی توکل کے خلاف نہیں نہ توحید کے منافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے

بھائی کا سہارا اور اسکی مدد مانگنا اور اسکے لئے دُعا کرنا خدا نے شرک قرار نہیں دیا کہ

میرے سوائے دوسرے کی مدد کیوں مانگی۔ کیا میں تمہاری مدد کرنے کے لئے کافی

نہیں۔ جب ایک نبی کا یہ عمل خدا نے قبول کر کے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا

اس کو نبوت اور پیغمبری دے کر خود اعلان کر دیا کہ بندوں کا سہارا لینا اُنکی مدد سے دین

کی خدمت کرنا اور اس اہم فریضہ کے لئے درخواست کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ یہ

تمام غیر اللہ کی مدد کا ثبوت ہے جو خدا نے ان آیات میں بیان کر کے گمراہوں کے

باطل عقائد کو کفر قرار دیا ہے کیونکہ وہ اس کے منکر ہیں اس لئے کفر کے مرتکب ہیں۔ مگر

کسی صورت میں شرک نہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم شرک کو مٹاتی ہے نہ کہ شرک سکھاتی

ہے۔ ثابت ہوا کہ وہابی نجدی عقیدہ نبیوں کو شرک کرنا ثابت کرتا ہے جب کہ سب

سے بڑے کفر کے مرتکب یہی لوگ ہیں۔ اسکو چھپانے کے لئے وہ توحید کا دعویٰ کر

کے عوام کو فریب دیتے ہیں۔

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ
وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ سورة الانفال آیت نمبر ۶۲

ترجمہ: اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے
جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

اس آیت میں بیان ہے کہ اگر کفار فریب دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو
اللہ انکے فریب سے بچائے گا۔ بدر میں اللہ کی مدد فرشتوں کے ذریعے سے آئی اور
مسلمانوں کی طرف سے مدد مہاجرین و انصار کے ذریعے سے پہنچی۔ اس سے ثابت ہوا
کہ اللہ کے بندوں کی مدد عین دین ہے بلکہ سنت انبیاء ہے شرک ہرگز نہیں اور ایسی مدد
”إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ کے خلاف نہیں بلکہ اسکے حکم کے موافق ہے اور اللہ کے مخالف نہیں
جو شرک ہو سکے اور یہ کہ مسلمان بھی حضور ﷺ کی مدد کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر مومن اور
مسلمان کی مدد کو شرک قرار دیا جائے تو دین اسلام کی مدد اور نبی کریم ﷺ کی مدد کرنے
والے بھی مشرک قرار پائیں گے۔ تب اسلام کس چیز کا نام ہوگا اور کہاں نظر آئے
گا جب مدد کے بغیر اس کا وجود ہی نہ رہے گا۔ دُنیا کے اندر خدا کی مدد لئے وسیلہ اس کا
قانون ہے اور انکار کرنے والے وسیلہ کے منکر ہیں۔ لہذا حضور صاحب وسیلہ ﷺ کے
وسیلہ کا انکار کفر ہے جو دین کو مٹانے کی کوشش ہے۔ لہذا اس قدر آیات کا انکار کرنے
والے جس دین کے دعویدار ہیں وہ اسلام نہیں بلکہ کفر ہے۔ اسی بنا پر وہ نبیوں اور
ولیوں کے گستاخ اور توہین کے مرتکب ہیں۔

مطلوبِ دو عالم بھی ہیں محبوبِ خدا بھی
اک ذات میں اُن کی ہمیں کیا کیا نظر آیا

احادیث مبارکہ سے امداد و استعانت کا ثبوت

—◆●◆❖◆●◆—

آیات کے بیان کے بعد احادیث پاک سے امداد و استقامت کا ثبوت کہ یہ عین اسلام اور دین متین ہے، شرک نہیں ہے ”صحیح مسلم کتاب الفضائل“ میں ہے۔

”عَنْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّتْ عَلَى مُوسَى لَيْلَةً أُسْرِي بِهِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ“

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی شب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بعد وصال اپنی قبر میں بھی نماز قائم کیے ہوئے تھے اور اپنے اعمالِ صالحہ سے غافل نہ تھے۔ لہذا جو اپنے اعمال سے غافل نہ ہو وہ اپنی نبوت اور ولایت سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ جو انبیاء اور اولیاء کا مقام نبوت و ولایت قبر میں بھی بدستور قائم رہتا ہے۔ اور فنا نہیں ہو سکتا، نہ ختم ہو سکتا ہے۔ جب مقام نبوت و ولایت قائم ہے تو انکی امداد بھی قائم رہتی ہے جو خدا کے فرمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لئے جو امداد عند اللہ مقرر ہے وہ شرک نہیں ہو سکتی، اسکو شرک قرار دینا انبیاء اور اولیاء کی توہین ہے اور یہ سراسر گمراہی ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

بخاری شریف ۱۸۳۱ اور ترمذی شریف کے ۱۲۷۱ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو قبر میں پہچاننے والا حضور ﷺ کی امداد پا کر جنت کا مقام پالیتا ہے۔ جیسا

کے بیان ہے.....

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ يَسْمَعُ قُرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيَقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔ ﴿مُحْكَاةٌ مَرْجَمٌ ج ۱: ۴۴﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست اُس سے منہ پھیرتے ہیں تو اسکے جوتوں کی آواز صاحب قبر سنتا ہے اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو اس کو بٹھاتے ہیں اُسے کہتے ہیں کہ اس شخص محمد ﷺ کے متعلق تو کیا کہتا تھا۔ مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جس پر فرشتے کہتے ہیں (جو ترمذی شریف میں بیان ہے کہ اس کو دونوں فرشتے کہتے ہیں) کہ تو دہن کی نیند کی طرح سو جا۔

معلوم ہو گیا کہ قبر میں حضور نبی کریم ﷺ کو پہچاننے والا عذاب سے بچ کر دہن کی نیند اس لئے سو جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی مدد کو پالیتا ہے کہ یہ سارا فیض حضور ﷺ کا ہے کہ مومن دُنیا میں اور اسکے بعد قبر میں آرام پالیتا ہے۔ اسکو سکون میسر آ جاتا ہے کہ دُنیا میں دولتِ ایمان اور قبر میں جنت کا مقام اُس کا مقدر ہے۔



مستدرک ۲/۶۱۵ میں حدیث اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی کہ دانہ چکھ لیا اور جنت سے دُنیا میں منتقل ہو گئے تو انہوں نے تین سو سال رونے کے بعد التجا کی کہ اے رب! میں سوال کرتا ہے تیرے محبوب محمد ﷺ کے وسیلے بخش سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اے آدم (علیہ السلام) تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانتا ہے حالانکہ میں نے اسے دنیا میں پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کی: اے میرے رب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سراٹھا کر دیکھا تو عرش کی چوکھٹ پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوا دیکھا۔ اس میں تیرے محبوب کا نام محمد ﷺ لکھا تو معلوم ہو گیا ساری مخلوق سے زیادہ یہ نام تجھے پسند ہے، زیادہ محبوب ہے، اس لئے اس نام کی طفیل دعا مانگتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا کہ بیشک یہ نام میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کے طفیل دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، اسے بخش دیتا ہوں۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ اس حدیث کی اسناد دُرست ہیں۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کی غائبانہ امداد فرما کر وسیلے کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ اگر امداد فرمانا شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی بخشش نہ ہوتی۔ لہذا گمراہ لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو امداد کو شرک کہتے ہیں۔ انکے عقیدے کے مطابق حضور ﷺ کی امداد انکے لئے ناممکن ہے لہذا نجات بھی ناممکن ہے۔



”خصائص کبریٰ ۲/۲۶۰“ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا، اللہ عز و جل اُس کی سو حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ مدد کرنا اور استعانت فرمانا نبی کریم ﷺ کی شان ہے جو حضور ﷺ پر درود پاک کے تحفہ بھیجنے پر ہوتی ہے۔ اگر امداد کرنا شرک ہوتا تو حضور ﷺ امداد کا وعدہ نہ فرماتے۔ ثابت ہوا کہ شرک کہنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کو شرک قرار دیکر حضور ﷺ کی تعلیم کو

شُرک قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ کھلم کھلا توہینِ امامِ الانبیاء اور گمراہی کا ثبوت نہیں؟ کیا یہ لوگ اس سے باز نہیں آئیں گے؟

—◆●◆❖◆●◆—

”کنز العمال“ میں حدیث شریف ہے کہ.....

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار کیا حال ہوگا اُن قوموں کا جو یہ گمان کریں گی کہ میرا رحم نفع نہیں پہنچاتا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک میرا رحم ضرور نفع پہنچانے والا ہے دُنیا اور آخرت میں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ میرا رحم دُنیا اور آخرت میں نفع پہنچانے والا اور مدد کرنے والا ہے اور گمراہ لوگ اپنے عقائدِ باطلہ میں اس کو شرک قرار دیں تو کیا دیوبندی، وہابی، نجدی کی نجات حضور شفیع معظم ﷺ کی مدد اور رحم کے بغیر ممکن ہو سکتی ہے جو حضور سید عالم ﷺ کو شرک کی تعلیم دینے والا قرار دے کر حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوں۔

—◆●◆❖◆●◆—

تفسیر عثمان ص ۶۳ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

يَا مَالِكِي كُنْ شَافِعِي فِي فَاقَتِي

اَيُّيْ فَقِهْرِي فِي الْوَرْدِ لِغِنَاكَ (۴۶)

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرْدِ

جُدْلِيْ بِجُودِكَ وَاَرْضْنِيْ بِرِضَاكَ (۴۷)

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ

لِاَبِيْ حَنِيفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ (۴۸)

ترجمہ:- اے میرے مالک حضور نبی کریم ﷺ! میرے فاقہ (گناہوں) میں

میری شفاعت فرمائیں کہ میں تمام مخلوق میں آپ کی غنی کا محتاج ہوں۔
اے جن وانس میں بزرگ ترین اے مخلوقات کے خزانے! اپنی سخاوت سے کچھ
مجھے بھی عطا فرمائیں اپنی رضا سے مجھے بھی پسند فرمائیں۔
میں آپ کی سخاوت کا طمع رکھنے والا ہوں کہ سوائے آپ کے تمام مخلوق میں ابو
حنیفہ کا کوئی چارہ کار نہیں۔

دیوبندی وہابی حنفی ہونے کے دعویدار بھی ہیں مگر یہ عوام کو محض فریب دینے
کے لئے ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی امداد کی درخواست کو شرک قرار دیتے ہیں۔

—◆●◆◆●◆—

”مشکوٰۃ باب السُّجُودِ وَفَضْلِهِ“ میں مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضور نبی
کریم ﷺ نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا ”سَلْ“ مانگ لو جو کچھ مانگنا ہو۔ اس
پر حضرت ربیعہ بن کعب نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا ”فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مَرَّةً
أَفْتَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ
بِكُرَّةِ السُّجُودِ“

ترجمہ:- حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مانگ لو جو تم چاہتے ہو۔ اس پر حضرت
ربیعہ بن کعب نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ تب حضور
سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو۔ تو ربیعہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کہا
صرف یہی کافی ہے۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: تم بھی زیادہ سجدے کر کے میری مدد کرو۔
اس حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ربیعہ بن
کعب سے یہ فرمایا کہ مجھ سے مانگ لو جو چاہو۔ یہ عین دین ہے کہ سب کچھ حضور سید
عالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ کی عطا سے مومن کو عطا ہوتا ہے۔ ایمان ملا تو حضور ﷺ سے
قرآن ملا تو حضور ﷺ سے خدا ملا تو حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دین اسلام ملا تو

حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے۔ اس کو شرک قرار دینے والے نہ ایمان کے مالک ہیں نہ قرآن کی ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں ان کا نہ خدا سے تعلق قائم ہے اور نہ دین اسلام سے۔ جہاں اس قدر عنایات ہوتی ہیں۔ ربیعہ بن کعب نے جنت مانگی تو حضور سید عالم ﷺ نے جنت ہی عطا فرمادی۔ لہذا جنتی کو مشرک قرار دینے والے خود گمراہ ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اس کام میں ربیعہ تم میری مدد کرو کہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی عین دین ہے۔ حالانکہ بظاہر حضور ﷺ کا مدد فرمانا اور حضرت ربیعہ بن کعب سے مدد چاہنا دونوں میں غیر اللہ کی مدد کا ذکر ہے۔ مگر یہ مدد عند اللہ ہے۔ اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ خدا کی عطا کردہ قدرت سے اُس کی طرف سے مدد کرتے ہیں جیسے حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کو بیٹا دینے کے لئے اُن کے پاس پہنچے مگر خدا نے بھیجا تھا اس لئے یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمانا کہ مدد کرو اور نفل پڑھو دین کے اندر مدد اور اس کا حصول خدا کے لئے ہے اس لئے شرک نہیں۔

اسی حدیث کے تحت ”اشعة اللمعات“ میں بیان ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جو چاہو مانگ لو مطلق ہر چیز کے مانگنے کی اجازت دیتا ہے۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا یہ حضور ﷺ کا ہی مقام ہے کہ ہر معاملہ حضور ﷺ کے ہی کریمانہ ہاتھ میں ہے۔ خدا نے آپ کو اختیار دے کر اور مختار بنا کر بھیجا ہے کہ جو چاہیں عطا فرما دیں سب کچھ خدا نے اُن کے ہاتھ میں دے رکھا ہے جیسا کہ علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے ”قصیدہ بردہ شریف“ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الثُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ الْكُوفِ وَالْقَلَمِ
﴿الفصل العاشر﴾

کہ دُنیا اور مافیہا سب حضور ﷺ کی سخاوت اور رحمت کا صدقہ ہے اور لوح و قلم کا علم حضور ﷺ کے علوم کا صرف ایک حصہ ہے۔

ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کی مدد کو شرک کہنے والے دین سے محروم ہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے ساری عطائیں ظاہری اور باطنی نعمتیں حضور ﷺ کے سپرد فرمادی ہیں دُنیا و آخرت کی خیر و برکت حضور ﷺ کے آستانے سے ملتی ہے جو چاہیں مانگ لیں اسی لئے حضرت ربیع بن کعب نے یہی فرما دیا۔

خانہ کعبہ تین سو سال تک بتوں کی پلیدی سے ناپاک رہا اس کو پاک کرنے کے لئے خدا نے حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح گمراہوں کے دل جو پلید ہو چکے تھے ان کو پاک کرنے کے لئے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔ لہذا قیامت تک ناپاک دل اور ان کے جسم اُن کی زبان اور ان کے پیٹ حضور ﷺ کی مدد کے بغیر پاک نہیں ہو سکتے۔ جو اس مدد کو شرک کہتا ہے وہ پلید ہے اور جب تک اپنا عقیدہ درست نہ کرے گا کہ حضور ﷺ ہی مدد کرنے والے اور پاک کرنے والے ہیں اور ”يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ“ ﴿پ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹﴾ پر ایمان قائم نہ کرے گا وہ نہ مومن ہو سکتا ہے نہ اُس کا کوئی عمل قبول ہو کر صالح قرار پاسکتا ہے۔ لہذا ایسے لوگ یقیناً گمراہ اور جہنمی ہیں کہ بے ایمان اور بے ادب گستاخ رسول اور ناپاک کا ٹھکانہ صرف جہنم ہے۔



”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں اسی حدیث پاک کے تحت بیان ہے کہ حضور مختار رسول ہیں جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں جس میں جنت بھی شامل ہے۔ حتیٰ کہ دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں خدا بھی مل جاتا ہے۔ لہذا ہر چیز کی عطا کے لئے یہی ایک مرکز ہے

بے ادب لوگ حضور ﷺ کی مدد اور استعانت کو شرک کہہ کر خود ہی دور ہو جاتے ہیں۔
اس لئے انہیں نہ خدا مل سکتا ہے نہ رسول خدا لہذا سب سے بڑی نعمت کے حقدار کیونکہ
ہو سکتے ہیں جو جنت ہے۔

مثنوی مولانا روم میں ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ

تیر جُستہ باز گرداند زِ راہ

کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ چھوڑے ہوئے تیر کو واپس
کر دیں۔

—◆●◆❖◆●◆—

”اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور“ کے شروع میں بیان ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اُس سے
اُس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگنا جائز ہے۔“

ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ بعد
وفات اس کی مدد زیادہ قوی ہے کیونکہ اولیاء کی حکومت جہانوں پر ہے اور ہر مقام اُن
کی روحوں کی مدد ہے کیونکہ اُن کی ارواح زندہ باقی اور مدد کرتے ہیں۔

—◆●◆❖◆●◆—

”تفسیر کبیر پارہ اول“ وَاذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ ﴿۳۰﴾ اَلْبَقْرہ: ۳۰ کی تفسیر میں

بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں
پھنس کر پریشان ہو جائے تو مدد کے لئے یوں پکارے۔ ”اَعِيْزُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ
یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ“ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو رب تم پر رحم کرے۔ اس کے ضمن میں
”حصن حصین ص ۲۰۲“ بیان کے مطابق ہے کہ جب مدد لینا چاہے تو یوں کہے کہ اے

اللہ کے بند و میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

—◆●◆❖◆●◆—

اسکے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....
بندوں سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا رجال الغیب ہیں یعنی ابدال مراد ہیں۔

یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اسکی سخت ضرورت رہتی ہے۔ کہ ”حَدِيثُ حَسَنٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمُسَافِرُونَ“ کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب ”تفسیر فتح العزیز“ کے ص ۲۰ پر بیان کرتے ہیں جس کا ترجمہ ہے۔

سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا اس کے طریقہ پر ہے کہ اسکو اگر مدد الہی نہ سمجھے تو حرام ہے۔ اگر توجہ خدا کی طرف ہے اور اس کی مدد کا اسکو مظہر جان کر مدد مانگے اور خدا کے کارخانہ قدرت کے اسباب پر ایمان رکھے اور اس سے ظاہری مدد مانگے تو عرفان سے دُور نہیں اور شریعت میں بھی جائز ہے۔ جسکو انبیاء اور اولیاء کی مدد کہتے ہیں یہ حقیقت میں حق تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں ہے بلکہ اس کی مدد سے ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

”تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ ص ۴۶۰“ میں شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں۔
اللہ کے کام ہیں رزق دُنیا، اولاد عطا کرنا، بیمار کو اچھا کرنا، مگر مشرکین خبیث روحوں اور بتوں کی طرف مدد کی نسبت کر کے کافر ہو جاتے ہیں اور مسلمان ان اُمور کو حکم الہی کی طرف نسبت کر کے یا اسکی مخلوق میں اسکی خاصیت عطائی مان کر ایسا کرتے ہیں جیسا کہ دونوں میں اسکی خاصیت جانتے ہیں یعنی فیک بندوں کی دُعا میں اثر اور اسکی کلام پاک میں اثر، منجانب اللہ سمجھ کر حاجت روائی جانتے ہیں اس سے ایمان میں

اس آیت میں بیان ہے کہ ”الاستعانة بالمخلوق في دفع ضرر وظلم جائز“ کہ دفع ضرر اور ظلم سے نجات کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز اور سنت انبیاء ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ مدد چاہی اور اللہ عز و جل نے اس کا ذکر قرآن کریم میں بیان کر کے اس کو جائز ثابت کر دیا ہے۔ اسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد کے لئے کہا۔ ”مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ“ ﴿پ ۲۸ سورۃ الصف آیت نمبر ۱۴﴾ اور حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تھا ”أَعِينُونِي بِقُوَّةٍ“ ﴿الکہف: ۹۵﴾ کہ میری دیوار بنانے میں جسمانی مدد کرو۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے گندم کے حصول کے لئے بیٹوں کو مصر بھیجا۔ اگر یہ فعل ناجائز اور شرک ہوتا تو نبیوں پر عتاب آتا۔ فرقہ ضالہ اگر اس مدد کو شرک گردانتا ہے تو نہ صرف آیات قرآن کریم کا انکار کرتا ہے بلکہ ان تمام نبیوں کو مشرک ہی گردانتا ہے جو سراسر کفر اور گمراہی ہے کیونکہ انبیاء تو شرک مٹانے آتے ہیں اس لئے یہی لوگ گمراہ ہیں لہذا ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقائد باطلہ اور شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔



”تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام“ میں زیر آیت ”وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ ﴿الانعام: ۸۸﴾ جن کا ترجمہ ہے، اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا برباد اور اکارت جاتا۔

اس آیت کے تحت بیان ہے کہ تیسرے ان میں انبیاء ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کو رب تعالیٰ نے علوم اور معارف اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان پر تصرف کر سکتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کا شرک کرنا ممکن نہیں، نہ ان کے اعمال کا ضبط اور برباد ہونا ممکن ہے کیونکہ یہ حضرات لوگوں کو شرک سے پاک کرنے آتے ہیں۔ لہذا ان کے اعمال کیسے برباد ہو سکتے ہیں!!

— ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ —

امام شافعی رحمہ اللہ کو اگر کوئی حاجت پیش آتی تو وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مزار پر تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی حاضری ہوتی تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی برکت سے ان کی حاجت پوری ہو جاتی، ان کا کام ہو جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور اور اس کے لئے سفر کر کے جانا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز اور حاجت کے لئے برکتیں حاصل کرنا فائدہ مند ہے اس لئے یہ سراسر دین ہے نہ کہ بے دینی اور گمراہی، اور نہ ہی یہ شرک ہے۔ لہذا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے عقائد دین حقہ پر مبنی ہیں برخلاف دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ کے، جن کے عقائد کی روایات اور اولیاء سے مدد شرک ہے۔

— ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ —

حاجی امداد اللہ مہاجر کی دیوبندی مکاتب فکر کے پیرو مرشد ہیں، ان کا

عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے مدد کی التجا کرنا دین ہے جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں۔

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ ﷺ

ضیاء القلوب: ۲۹/ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند

مگر دیوبندی حضرات اس کے باوجود وہابی عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے اسے شرک قرار دے کر پھر کے عقیدہ کی بھی مخالفت کرتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور صراطِ مستقیم وغیرہ اُنکی باطل کتب میں بیان ہے۔

استعانت انبیاء و اولیاء تعلیم قرآن کریم ہے۔ مگر دیوبندی وہابی کی کتب میں اس کو شرک قرار دیا گیا ہے جو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ ان کے بعض علماء کے بیانات سے بھی ان کی اس گمراہی کا ثبوت بھی ملتا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے۔

◆◆◆◆◆

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات ص ۹۹ پر بیان ہے۔

کہ بعض روایات میں جو بیان آیا ہے ”أَعِیْنُونِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ“ کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ یہ فی الواقع کسی بت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ سے استعانت ہے جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے مدد لی جاسکتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنگلوں میں اللہ کے بندے لوگوں کی مدد کے لئے ہوتے ہیں ان سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے بیان سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ یہ میت سے استعانت کو ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ”لَتَعُوْثُنَّ بِہٖ وَکَتَّصُرْنَہٗ“ آل

عمران: ۸۱ ﴿ میں خدا کا واضح اعلان موجود ہے کہ سابقہ انبیاء کو حکم ہوا کہ حضور سید المرسلین ﷺ پر ایمان لانا اور حضور ﷺ کی مدد کرنا۔ یہ حکم تاکید کے ساتھ ہوا جب کہ خدا تعالیٰ کو بھی معلوم تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانہ میں یہ لوگ وفات پا چکے ہوں گے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ بعد وفات بھی انبیاء اور صالحین جن کو یہ لوگ میت کہتے ہیں مدد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ تو قیامت تک سارے عالم کی مدد کرنے والے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

مولوی محمود الحسن کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد از خدا اصل میں مالک عالم ہیں جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا پر ان کا بیان ہے کہ اکمیس جمادات حیوانات اور نبی آدم بھی شامل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔ بلکہ محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کریم میں زیر آیت ”إِنَّا كُنَّا نَسْتَعِينُ“ بیان ہے کہ اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی غیر مستقل سمجھ کر اس سے استعانت ظاہری کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے کہ دراصل یہ استعانت درحقیقت خدائے تعالیٰ کی ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر میں ہے کہ درج ذیل اشعار کو بطور وظیفہ پڑھنا یا ورد کرنا کفر اور شرک نہیں۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ انْظُرْ حَالَنَا
يَا حَبِيبَ اللَّهِ اسْمَعْ قَالَنَا
إِنِّي فِي بَحْرٍ هَمَّ مُغْرَقُ
خُذْ يَدِي سَهْلٌ لَنَا أَشْكَالَنَا

اسکو مولوی رشید احمد گنگوہی نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے مگر جب قرآن کریم میں

ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِیْنَا وَقُوْلُوْا اَنْظُرْنَا ﴿البقرہ: ۱۰۴﴾ کہ اے ایمان والو! حضور نبی کریم ﷺ کو ”راعینا“ سے نہ پکارو بلکہ ”انظرنا“ کہہ کر خطاب کرو تو ان کا عقیدہ مکروہ تنزیہی بھی ثابت نہیں ہوتا اس لئے یہ اشعار پڑھنا کفر ہے نہ شرک اور نہ ہی مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے جو مطابق فرمان الہی کے عین دین و ایمان ہے۔

—◆●◆◆●◆—

”براہین قاطعہ“ میں اعتراض کرنے والے مولوی محمد قاسم نانوتوی کا یہ کہنا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اس میں بھی حضور نبی کریم ﷺ سے مدد مانگی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں۔ مگر ”براہین قاطعہ“ میں لکھا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے ”گویا شیطان اور ملک الموت کے علم کو بڑھاتے ہیں اور حضور ﷺ کے علم کو گھٹاتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی جس زبان سے حضور ﷺ کو مددگار مانتے اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور مددگار نہیں اسی زبان سے دیوبند حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب بھی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کے علم سے شیطان اور ملک الموت کے علم کو بڑھاتے ہیں۔ یہ دورنگی مومن کا شیوہ نہیں کیونکہ دوزبان والا منافق کہلاتا ہے جس سے اہل ایمان کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

—◆●◆◆●◆—

آخر میں مولوی اشرف علی تھانوی کا ”امداد الفتاویٰ“ جلد نمبر ۴ کتاب العقائد

والکلام ص ۹۹ سے یہ بیان بھی ملاحظہ کریں جس میں کہتے ہیں کہ استعانت اور امداد باعتبار علم و قدرت مستقل شرک ہے، مگر باعتبار علم و قدرت غیر مستقل جو علم و قدرت کسی دلیل پر ہو وہ جائز ہے خواہ جس سے مدد حاصل کی ہے و ہرندہ ہو یا میت۔
اور ”نشر الطیب“ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ص ۱۳۵ کے آخر میں عربی اشعار کا ترجمہ یوں بیان کیا ہے اور اس میں حضور نبی کریم ﷺ سے مدد مانگنے اور استعانت کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي
اَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمِدِي
لَيْسَ لِي مَلْجَأٌ سِوَاكَ اَغِثْ
مَسْنِيَ الضُّرِّ سَوْدِي سَنَدِي

ترجمہ:- دستگیری کیجئے میرے نبی ﷺ..... کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی ﷺ
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ..... فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئے
نوٹ:- یہ وہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علم مثل جانوروں اور پانگوں وغیرہ کے ہے اور اس طرح حضور سید عالم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔
اور ”نشر الطیب“ میں اسی زبان سے حضور نبی کریم ﷺ سے مدد مانگتے ہوئے دورنگی کا ثبوت دیا ہے۔ انکو دورنگی چھوڑ کر ایمان قائم کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

دورنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو جا، یا سنگ ہو جا



استمدادِ انبیاء و اولیاء پر مزید ثبوت

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء اللہ سے مدد حاصل کرنا عین دین ہے، شرک ہرگز نہیں۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا

﴿پ ۱۶ سورۃ مریم آیت نمبر ۱۹﴾

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ اے مریم میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند عطا کر دوں۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ جبریل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں اور چونکہ من جانب اللہ سے آئے ہیں اسلئے حضرت جبریل علیہ السلام کا بیٹا دینا شرک نہیں۔

أَنِّي أَنشَأْتُ لَكُم مِّنَ الطَّيْرِ طَيْرًا مِّمَّنِ الطَّيْرِ فَانْفُخْ بِهِ فَيَحْكُونَ تَحْتَ يَدَيْهِ

﴿پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹﴾

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الہی مٹی سے مورت بنا کر بے جان کو جان بخشتے ہیں، زندگی عطا کرتے ہیں۔

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ

﴿پ ۲۱ سورۃ السجدہ آیت نمبر ۱۱﴾

ترجمہ: فرما دو کہ ملک الموت تم کو موت دیں گے جو تم پر اسلئے مقرر کئے گئے ہیں

اس آیت میں بیان ہے کہ ملک الموت کا کام یہ ہے کہ وہ جان دار کو موت دیتے

ہیں۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

﴿پ ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴﴾

ترجمہ: ان پر آیتیں پڑھتے اور انکو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

اس میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایمان والوں پر آیتیں تلاوت کر کے انکو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴿پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۷۴﴾

ترجمہ: ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

دونوں آیت کے بیان کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ انسان کو گندگی سے پاک بھی کرتے ہیں اور فقیروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ

﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۳﴾

ترجمہ: اے محبوب انکے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو اور اس سے انکو ستھرا اور پاک کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں جو عمل ہو گیا وہ خدا کے ہاں بھی قبول ہو جاتا ہے۔

وَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ رِضْوَانًا مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

سَيُوفِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ﴿پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۵۹﴾

ترجمہ: اور کھانا اچھا مانتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول دیتا ہے۔
اسمیں بیان ہوا کہ اللہ اور رسول ہمیں عطا کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیں ایمان

دینے والے دوزخ سے بچانے والے جنت کا مقام دینے والے ہیں۔ آیات بالا میں حضرت جبریل علیہ السلام کا بیٹا عطا کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے جان کو جان بخشنا، ملک و الموت کا موت عطا کرنا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمانا اور کتاب و حکمت سکھانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غنی فرمانا، امتی کو پاک کرنا، اپنی عطائیں بخشنا یہ تمام مدد کرنے کا ثبوت ہے۔ اور ان کے حاصل کرنے والے ایمان والے ہیں۔ اور آیات قرآن کریم میں جو یہ بیان ہوا ہے تو یہ تعلیم دین ہے، شرک نہیں، کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم شرک نہیں سکھاتی بلکہ شرک مٹاتی ہے۔ یہ تمام امور من جانب اللہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ مبعوث ہوئے اور نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ بھی جو کرتے ہیں اللہ کی عطا سے کرتے ہیں۔

ان آیات اور قرآن کریم کی دوسری آیت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مقبول بندے اللہ کی عطاء سے مافوق الاسباب امور سرانجام دیتے ہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا محتاج ہے، بلکہ سلطنت الہی کا یہ تقاضا ہے کہ اس بنا پر ان کی طرف نسبت کرنے سے خدا کی خدائی میں فرق نہیں آ سکتا کہ یہ فرشتے، انبیاء، اولیاء اور مقربین بارگاہ الہی اس کی شان کے مظہر ہیں جو ہوتا ہے وہ ہوتا تو خدا کی طرف سے ہے مگر اسکے بندوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ یہ تمام امور خدا کی مرضی اور رضا سے ہوتے ہیں۔ جس پر عمل درآمد ہوتا رہتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ قادر مطلق کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا کام وہ اپنی قدرت سے خود ہی انجام دے سکتا ہے مگر اس کا قانون یہ ہے کہ ہر کام وسیلے سے ہو جس کے لئے علیحدہ علیحدہ محکمے مقرر فرما رکھے ہیں۔

چنانچہ رزق عطا کرنے کے لئے الگ فرشتے ہیں، مگر جان نکالنے کے لئے دوسرے فرشتے ہیں، حفاظت کے لئے اور نظام ہے بارش برسانے، ماں کے پیٹ میں

بچہ بنانے، اسکی تقدیر لکھنے، قبر میں میت سے سوالات کرنے، قیامت آنے پر صور پھونکنے، مردوں کو زندہ کرنے، الغرض سارے کام اسکے حکم کے مطابق ہو رہے ہیں مگر ہر کام کے فرشتے اور کارندے مختلف ہیں۔ سلطنت الہی کا سارا نظام اسکے ہاتھ میں ہے لیکن اسکو چلانے کے لئے اس نے دُنیا میں مختلف سلطنتیں قائم کر رکھی ہیں، جن میں مختلف محکمے امور سلطنت کے لئے قائم کئے جاتے ہیں۔ جس میں ان تمام جن کے محکموں کے مختارِ اعلیٰ اور ان کے معاون وزراء ہوتے ہیں۔ جو اسکی مرضی کے مطابق اور اسکے حکم پر عمل کرتے ہوئے سلطنت کے کام کرتے ہیں۔ یہ تمام کام حاکمِ اعلیٰ اور اس کے معاونین کے ذریعہ سرانجام پاتے ہیں بادشاہ ہر کام ان کے واسطے اور وسیلے سے کراتا ہے۔ حاکمِ اعلیٰ یا بادشاہ اپنی ضروریات خود سرانجام دے سکتا ہے مگر امور سلطنت اور شاہی شان و شوکت کا تقاضا ہے کہ یہ کام خدام سے لئے جائیں اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کریں۔ بیماری کے وقت ڈاکٹر اور طبیب کی طرف رجوع کریں۔ مقدمات میں وہ کچھری کے وکیل اور حج وغیرہ کے ذریعہ سے اپنے مصائب حل کرائیں۔ اور ان حکام کی طرف جانا بادشاہ سے بغاوت نہیں کہ یہ اسکے کارندے ہیں۔ اسلئے رعایا کی اطاعت گزاری میں داخل ہے کہ وہ اپنے کاموں کی انجام دہی اور تکمیل کے لئے مختلف محکموں اور احکام کی طرف جاتے ہیں جو مقرر کئے گئے ہیں اسلئے اسے بغاوت نہیں کہہ سکتے۔ بغاوت اس وقت ہوگی جب یہ رعایا کسی دوسرے بادشاہ کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد حاصل کریں، اسکے محکموں سے مدد حاصل کریں۔ یہ بغاوت اس لئے ہے کیونکہ اپنے بادشاہ کے منتخب کردہ محکموں کو چھوڑ دیا اور غیر کو اپنا حاکم بنایا۔

اس طرح سلطنت الہی میں بتوں اور غیروں کو خدا کا شریک ماننے والے باغی ہیں۔ ان کو قرآن کریم میں مشرک قرار دیا ہے، کافر کہا گیا ہے مگر خدا کے فرمان کے

مطابق اسکی آیات کے تحت جن کے سپرد امور سلطنت الہی ہیں انکی طرف رجوع کرنا شرک نہیں۔ کیونکہ یہ حضرات حکومت الہی کے حکام ہیں۔ رب تعالیٰ نے جو کام انکے سپرد کر دیا ہے وہ انمیں ہمارے معاون ہیں۔ اسلئے اولیاء اور انبیاء کرام کی طرف رجوع کرنا شرک نہیں کیونکہ ان سے مدد مانگنا اور مدد حاصل کرنا خدا کے حکم کی تعمیل میں ہے۔ اسلئے سلطنت الہی میں یہ بغاوت نہیں۔ یہ مختلف آیات کے اندر بیان ہوا ہے جس میں آیت وکُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿۶۳﴾ کا فرمان الہی اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کے در پر رجوع کرنے کا حکم خود دے رہا ہے کہ اس در پر آ کر توبہ کرو اور حضور ﷺ تمہاری شفاعت کریں گے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پالو گے۔

”فتاویٰ عالمگیری“ کتاب الحج، باب آداب قبر النبی کے بیان میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے در پر حاضری کے وقت یہ آیت پڑھے کیونکہ اسکی تعمیل میں اس در پر حاضر ہوا ہے۔ دنیا کے اندر یہ عمل اسکی زندگی میں واجب العمل ہے مگر قبر کے اندر پہنچ کر اس پر تین سوالات خدا کے مقرر کردہ محکمہ کے افراد یعنی نکیرین کرتے ہیں جن کے بغیر اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔

اس میں پہلا سوال ہے ”مَنْ رَبُّكَ“ کہ تیرا رب کون ہے؟ یہ سوال فرشتے کرتے ہیں جسکا جواب مومن کو دینا لازمی ہے۔ اسلئے اسے ”رَبِّیَ اللہ“ کہہ کر اسکا اقرار کرنا شرط ہے۔ دوسرا سوال ہوتا ہے۔ ”مَا دِیْنُكَ“ کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور اسے ”دِیْنِیَ الْإِسْلَامُ“ کہہ کر کہ میرا دین اسلام ہے جواب دینا پڑتا ہے ورنہ اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ اسکے باوجود اس پر سوال کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا کیونکہ دین اسلام کہنے سے وہ پاس نہیں ہو سکتا۔ اس سے آخری سوال ہوتا ہے۔ ”مَا کُنْتَ تَقُولُ“

فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ ﷺ ﴿مُكَلَّوَةٌ﴾ بَابُ اثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ ﴿﴾ کہ اس گنبد خضریٰ والے آقا کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ جب ”صراحةً“ اس سے کہلوایا جاتا ہے کہ ہذا محمد رسول اللہ کہ میں انکو پہچانتا ہوں کہ یہ میرے نبی کریم ﷺ ہیں تب سوالات کا دروازہ بند ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ قبر میں اسکی نجات حضور نبی کریم ﷺ کے نام کے بغیر ناممکن ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی پہچان سے خدا کا مقبول بندہ ظاہر نہ کرے اسکی رہائی ناممکن ہے کیونکہ حضور سید عالم ﷺ دین کے محکمہ کے افسر اعلیٰ ہیں۔ ان کے متعلق تصدیق کرانی خدا کا حکم ہے۔ جس پر عمل کرانا نکیرین فرشتوں کا کام ہے کہ یہ کام انکے ذمہ لگ چکا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بھی یہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔

جب قیامت کا دن آئے گا اور لوگ تنگ آکر شفاعت کے لئے شفیع ڈھونڈیں گے تو سب سابقہ نبی انکار کر دیں گے اور کہیں گے ”اذهب الی غیری“ کہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ وہ اس کے خود لائق نہیں ہیں کہ شفاعت کر سکیں۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان پر لوگ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے در پر پہنچیں گے تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ گویا قیامت میں بھی حضور شفیع المذنبین ﷺ کا در باعث نجات ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور شفیع المذنبین ﷺ کا یہ مقام مقرر فرمایا ہوا ہے کہ سارا عالم حضور صاحب مقام محمود ﷺ کا محتاج ہے۔ دنیا میں قبر میں اور حشر میں بھی اور ”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ سے یہی مراد ہے۔ کہ تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور ہر جگہ پر حضور سید عالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ کی ضرورت ہے۔

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نیک اعمال ہی وسیلہ ہیں اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے پر ایمان نہیں رکھتے وہ یہ بتائیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہی مرجائیں اور

ایک بھی نیک کام نہ کر سکیں، ان کی نجات کیسے ممکن ہوگی کیونکہ ان کا کوئی عمل صالح نہیں ہے، لہذا اس کے بغیر وہ بے وسیلہ ہوں گے۔ دیوانے بھی بے وسیلہ ہیں کہ ان کا کوئی بھی عمل صالح نہیں ہے۔ اس کے بعد نیک اعمال بذاتِ خود اس وقت صالح اور مقبول نہیں ہو سکتے جب تک اتباع نہ ہو جو وسیلہ نبی کریم ﷺ ہے۔ جس کے لئے فرمانِ خدا ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ ﴿الاحزاب: ۲۱﴾ پر عمل لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل صالح مقبول ہونا ناممکن ہے۔ جب حضور ﷺ کے وسیلے کے بغیر ”کعبۃ اللہ“ پاک نہ ہو سکا تو گنہگار امتی کیونکر پاک ہو سکتا ہے اور اس کے اعمال صالح قرار پاسکتے اور مقبول بارگاہِ الہی ہو سکتے ہیں۔

جب حضور ﷺ کے وسیلے کے بغیر کعبہ کو قبلہ کا درجہ نہ ملا۔ جب کہ فرمانِ الہی ”فَلَنُؤَيِّدَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا“ ﴿البقرہ: ۱۴۴﴾ سے ظاہر ہے تو حضور ﷺ کے وسیلے بغیر ایسے لوگ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اُن کی نمازیں مقبول ہیں کیونکہ قبلہ کی تعیین میں بھی وسیلے کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کے وسیلے کے بغیر اُن کی کوئی نماز قبول نہیں۔ وہ جس قرآن کی تلاوت کر کے قاری بنتے ہیں اور ثواب کے اُمیدوار ہیں وہ ثواب اُن کے لئے ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم بھی حضور ﷺ کے وسیلے سے نازل ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ یہاں تک ہے کہ آیاتِ مکی اور مدنی حضور ﷺ کے وسیلے سے مکی اور مدنی ہوئیں۔ اگر حضور ﷺ مکے میں تھے تو آیاتِ مکی ہوئیں اور اگر مدینہ میں تھے تو آیاتِ مدنی ہو گئیں۔

ثابت ہوا کہ وسیلے کا منکر ابلیس کا مرید ہے کہ وہ بھی بغیر وسیلہ انبیاء ﷺ کے رب سے تعلق کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کو اسی بنا پر شہابِ ثاقب سے مار پڑتی ہے۔ اگر وسیلے پر ایمان رکھتا تو یہ مار نہ پڑتی اور نہ جہنم کا ٹھکانہ اس کے لئے سزا مقرر ہوتی۔ لہذا اس کے مرید بھی مار کھائیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے مگر خدا تک رسائی نہ پاسکیں

گے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ خدا کو مان، خدا کے سوائے کسی کو نہ مان، سراسر ابلیس کی پیروی ہے۔ اس لئے وہ کسی صورت بچ نہیں سکتے کیونکہ وہ بعثت انبیاء ﷺ کے منکر ہیں جو خدا نے انسان کی ہدایت اور نجات کا وسیلہ بنایا ہے۔ اور اولیاء کا وسیلہ بھی فرمان نبی کی اتباع میں ہے وہ اتباع رسول میں استقامت کے لئے مقرر ہیں۔

لہذا ان کا درڈھونڈنا اور ان کی مدد سے دین میں استقامت کا حصول سراسر دین پر عمل ہے مگر اس سے روکنے والے ابلیس، شیطان اور اس کے مرید ہیں جو خدا کے قانون ”وسیلے“ کے منکر ہیں اور محض شرک کا غلط نظریہ اپنا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

وسیلے کے منکروں کو پانچ کی بجائے پچاس نمازیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ پانچ نمازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے مقرر ہوئیں۔ اس لئے یہ لوگ پانچ نمازیں پڑھ کر وسیلے پر عمل کرتے ہیں۔ لہذا ان کی نمازیں ان کو مشرک بنا دیتیں ہیں کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے جو شرک ہے جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ کسی نبی کی مدد اہل سنت و جماعت کے نزدیک شرک نہیں اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایسی مدد بعد وفات کے ہوئی ہے جس کے یہ لوگ منکر ہیں۔

کاش! ایسے لوگ دین کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس کے بغیر دعویٰ ایمان بھی مقبول نہیں کیونکہ ایمان بھی حضور شفیع المذنبین ﷺ کے وسیلے کا دوسرا نام ہے۔ بتوں کی مدد پر یقین کرنے والے مشرک ہیں کیونکہ وہ خدا کے مقابل دوسرے کو شریک بنا کر شرک کرتے ہیں اور یہ بغاوت ہے کیونکہ وہ ان کو اُلُوہیت کا حصہ دار بناتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حصہ دار بناتے ہیں اور ثالث ثلاثہ پر نجات کے اُمیدوار ہیں۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور خدائی میں حضرت عزیر علیہ السلام کو شریک بتاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے سارے ادیان اس لئے مشرک ہیں کہ انہوں نے خدا کا شریک مانتے ہیں اس لئے تمام کافر ہیں۔

مگر مومن انبیاء کرام علیہم السلام کو خدا کے مقرر کردہ مقبول بندے مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خادم اور استقامت دین میں ان سے مدد حاصل کرتے ہیں تاکہ اپنے نفس پر قابو پاسکیں اور ان تمام امور میں انکی مدد کو منجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ نہ خدا کی خدائی کے باغی ہیں نہ مشرک بلکہ خدا کے تابعدار بندے ہیں اور اسکے احکام پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ الغرض نظام مصطفیٰ پر ایمان رکھنے والے کو مشرک کہنے والے خود کو دُرست کریں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھامنے میں نجات ہے ورنہ نجات محال ہے۔ کیونکہ قانون الہی پر عمل کی مخالفت کفر ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے دین اسلام اور کفر کے بارے میں جو فرق بیان فرمایا ہے وہ قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے تو وہ مشرک اور کافر قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل اسکی اپنی ایجاد ہے اور خدا کے فرمان پر عمل نہیں ہے۔ مگر مسلمان کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتا ہے تو صاحب ایمان ہے کیونکہ اس کا سجدہ اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہ لا شریک کو ہے نہ کہ کعبہ کو۔ سجدہ دونوں حالتوں میں پتھر اور پتھر کی عمارت کو ہے مگر اس میں فرق اس قدر ہے کہ ایک کا ٹھکانہ جہنم ہے کہ اسنے پتھر کو معبود بنایا۔ مگر مومن نے خدا کو معبود بنایا اس لئے وہ جنتی ہے کہ پتھر کی عمارت یعنی کعبہ کو خدا کے حکم کے مطابق اپنے سامنے رکھا جو شعار اللہ ہے اور واجب التعظیم ہے۔

ایسے ہی گنگا کے پانی کی تعظیم کفر و شرک ہے، مگر آب زمزم کی تعظیم عین دین و ایمان ہے کیونکہ گنگا کے پانی کی تعظیم مشرک کی ایجاد ہے، مگر آب زمزم کی تعظیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل اور تعظیم شعار اللہ ”فَإِنَّمَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ حجاج: ۳۲ پر عمل ہے۔

مندرجہ کے پتھر کی تعظیم کرنا شرک ہے، مگر مقام ابراہیم کی تعظیم میں ایمان ہے

الانکہ اگر وہ پتھر ہے تو یہ بھی پتھر ہے۔ مگر مندر کے پتھر کی تعظیم کافر کی ایجاد ہے اور امام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا حکم خدا تعالیٰ پر عمل ہے۔

ان حالات میں مسائل دینیہ کی تبلیغ کی بجائے اسکو چھپانا باعث لعنت اور زاب ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ الْأُولَىٰ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ

﴿پ ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۹﴾

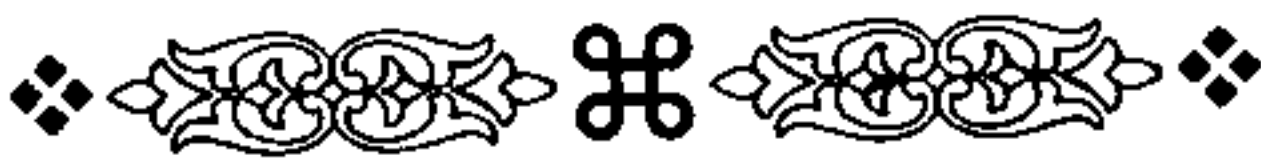
ترجمہ: بیشک جو ہماری اتاری ہوئی روشن آیتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اسکے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

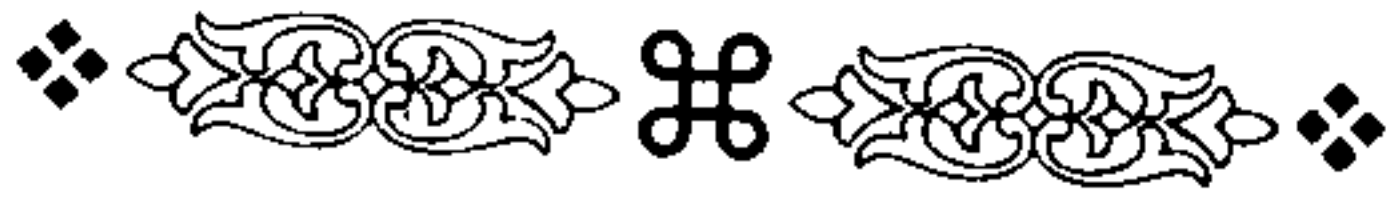
اس آیت پاک کی موجودگی میں دینی مسائل کو چھپانا باعث لعنت اور سبب عذاب ہے خواہ اسکو اس طرح چھپائے کہ انکو غلط طور پر بیان کیا جائے یا پھر انکو ضرورت کے وقت نہ بتائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ احکام شریعت کا چھپانا اور ان کو غلط طریقہ پر بیان کرنا باعث لعنت اور عذاب ہے۔

اندریں حالات جملہ آیات قرآن کریم جو اس کے معنی میں بیان ہوئی ہیں سب دین اسلام کی تبلیغ ہیں جس میں انبیائے کرام نے خود مدد اور استقامت مانگی ہے۔ اسکے بعد مومن مرد اور مومن عورتیں بھی ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ نبیوں سے امام الانبیاء ﷺ کی مدد کا وعدہ لیا ہے۔ یہ بیان ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ مومن کے مددگار اللہ اُس کا رسول اور مومن ہیں۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ نیک کام اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ پھر یہ کہ نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔ یہ تمام غیر خدا ہیں مگر خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ پھر یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ

اے نبی آپ کو اللہ تعالیٰ اور مومن مدد کے لئے کافی ہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ نے اپنی مدد دوسرے مسلمانوں کے ذریعہ سے مدد کر کے ہی ان کو قوت بخشی ہے۔ اس کے بعد بیان ہوا کہ سکندر ذوالقرنین نے اہنی دیوار کی تعمیر کرنے کے لئے لوگوں سے جسمانی مدد طلب کی۔ پھر فرمان الہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مددگار اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام، مومن صالح اور فرشتے ہیں۔ ان تمام آیات کو چھپانے والے اور جملہ متعدد احادیث جو بیان ہو چکی ہیں جن میں مدد طلب کرنے کا فرمان موجود ہے، ان سب کو چھپانے والے اور متعدد آیات اور احادیث کے منکر لوگ انبیاء اور اولیاء سے استعانت اور مدد کو شرک کہنے والے لعنت کے مستحق کیوں نہیں جب کہ خدا کا اعلان ان پر لعنت کر رہا ہے۔

ثابت ہوا کہ جو لوگ دین اسلام کے احکام کو مسخ کر کے اور غلط طور پر پیش کر کے عوام کو فریب دیتے ہیں وہ طحہ ہیں۔ ایسے لوگ تو ہیں انبیاء بالخصوص امام الانبیاء کی توہین اور علمائے ربانی اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کر کے مفسد بنتے ہیں۔ لہذا ہر مومن کا کام ہے کہ ایسے مفسد اور گمراہ لوگوں کے عقائدِ باطلہ سے نہ صرف خود بچیں بلکہ عوام کو بھی اس سے آگاہ کریں تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور صحیح عقائد کی روشنی میں باطل عقائد کے بطلان اور گمراہی کی تمیز ہو سکے جیسا کہ ان کی باطل کتب ”تقویۃ الایمان“ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، صراطِ مستقیم، اور مبشرات وغیرہ“ میں ان کے باطل عقائد لکھے ہیں۔ جن کے مصنف دیوبندی، وہابی، نجدی لوگ ہیں۔





استمدادِ انبیاء علیہم السلام واولیاء حمیدہ اللہ

پر اعتراضات کے جوابات



استمدادِ انبیاء علیہم السلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراضات کے جوابات



اعتراض نمبر (۱)..... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن
قَوْلٍ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۰﴾ پ اسورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰ اور یہ کہ نہیں ہے تمہارے لئے
اللہ کے ماسوا کوئی ولی اور مددگار۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب کے سوائے کوئی مددگار
نہیں ہے؟

﴿جواب﴾..... یہ آیت بتوں، شیاطین اور خدا کی سلطنت کے باغی کفار کے
حق میں نازل ہوئی ہے، جنہوں نے ان کو اپنا ناصر اور مددگار مان رکھا ہے۔ مگر انبیاء اور
اولیاء اللہ کی مدد کی نفی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مددگار بنا رکھا ہے۔ اور ان کی مدد
مشاء اللہ کے عین مطابق ہے۔ انبیاء کرام اسی واسطے مبعوث ہوئے ہیں کہ وہ
انسان کی مدد کریں کہ ان کا تعلق باللہ قائم کر سکیں۔ اور اولیاء اللہ حضور نبی کریم ﷺ
کے خدام ہیں جو حضور ﷺ کا پیغام عوام تک پہنچاتے ہیں اور اپنی کرامات کا اظہار کر
کے حضور سید عالم ﷺ کے معجزات اور حضور ﷺ کی صداقت کا ڈنکا دُنیا میں بجاتے
ہیں۔ لوگوں کو کفر اور شرک سے نجات دلائیں اور اسلام کی صداقت کا یقین دلائیں،
کیونکہ ان کی مدد اور کرامات لوگوں کو کفر سے بچاتی ہیں اور اسلام کے قبول کرنے میں
معاون ہوتی ہیں جیسے کہ مندرجہ ذیل واقعہ میں اس کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ”اذهب الیٰ فرعون اِنَّہٗ تَفٰی“ کا حکم فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اسے اس سرکشی سے روکو تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ”واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی اشد بہ“ کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت ہارون میرے بھائی کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت عطا ہو۔

حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ نے رائے ”تھورا عرف پر تھوی راج کو“ جو راجپوتانہ کا حکمران تھا، اپنی کرامات کے اظہار سے اسے شکست دی۔ راجہ اللہ کے ولی کی مخالفت کر کے نہ صرف اپنی حکومت کھو بیٹھا بلکہ واصل جہنم ہو گیا اور اس کے اثر سے راجپوتانہ کے کفار حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ نوے لاکھ کفار نے اسلام قبول کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء ایسے مبلغ دین ہیں جنہوں نے بغیر تلوار کے اسلام کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بٹھایا۔

ان واقعات میں بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے واقعہ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ میرے سوائے میرے غیر کی مدد کیوں مانگی ہے بلکہ پیغمبر کی درخواست کو قبول کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا، حضرت جو موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے والے دین اسلام کے بڑے مددگار اور معاون ثابت ہوئے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء اور اولیاء کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مددگار نہیں، سراسر دین اسلام سے انکار ہے اور دین اسلام سے انکار کفر ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی آیات کا انکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق بزرگان دین اور اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء اور اولیاء کرام ہے یہ لوگ خدا کے مقرر کردہ حاکم ہیں جن کی طرف رجوع کرنا سلطنت الہیہ کی وفادار ہی ہے، بغاوت اور شرک نہیں اور نہ کسی طرح ممنوع ہے۔ اس کے برخلاف خدا کے

نافرمان خود ساختہ حاکموں سے مدد لینا شرک ہے ان کا یہ مدد لینا ان کی اپنی خود ساختہ ایجاد ہے مگر سلطانی حکام کی طرف رُجوع کرنا خدا کے حکم کی تعمیل اور عین دین ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ اعتراض مبنی صداقت نہیں، اَلْاُفْرَمانِ الہی کا انکار ہے جو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے اور ایسے لوگ عوام کو گمراہ کرتے ہیں جس سے بچنا ہر امتی کا فرض ہے۔ ایسا عقیدہ منافقت کی دلیل ہے کہ خدا کو حاکم مان کر اس کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

اُلٹی عقل کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

—◆●◆◆●◆—

اعتراض نمبر (۲)..... گستاخان رسول کا اعتراض ہے کہ ”اِنَّكَ نَعْبُدُكَ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ“ ﴿پس اسورۃ الفاتحہ آیت نمبر ۲﴾ خدا کا فرمان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا ہی سے خالص ہے۔ جب غیر خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر اللہ سے استمداد بھی شرک ہے۔

﴿جواب﴾..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”لَهُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“

﴿پس اسورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۶﴾ کہ اللہ ہی کی ہیں تمام چیزیں جو زمین و آسمان میں ہیں۔ اس کے باوجود معترضین گستاخ رسول ہو کر حضور سید عالم ﷺ کی مدد کے منکر تو ہوتے ہیں مگر دوسری طرف وہ اپنے گمراہ کاروبار اور کھیتی باڑی کی تمام چیزوں پر ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دُنیا کے حکام کو بھی مانتے ہیں۔ اُن سے مدد بھی لیتے ہیں لہذا اپنے اس عقیدے کی بنا پر خود بھی مشرک گردانے جاتے ہیں کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق غیر خدا سے استمداد شرک ہے لہذا اعتراض کر کے وہ خود مشرک ہو جاتے ہیں جس کا

جواب ان کے پاس کوئی نہیں۔

یاد رکھیں کہ حقیقی ملکیت اور مدد خدا تعالیٰ کی ہے مگر بندوں کی ملکیت اور مدد یہ عطائے الہی ہے اس لئے شرک نہیں ہو سکتی کہ یہ مدد خدا کی مدد ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ بندوں بزرگان دین انبیاء اولیاء سے مدد مانگنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے اسلئے دین الہی ہے جس کا انکار کفر ہے۔

گستاخان رسول عبادت اور مدد کو برابر کا درجہ دیکر خود شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ عبادت صرف خدا کی ہے مگر دنیا میں رہ کر انسان کا دوسرے انسانوں سے مدد لینا قانون الہی اور وسیلہ ہے۔ جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں باپ کا محتاج ہے کہ ان کے بغیر اس کی پیدائش ہی ناممکن تھی پھر پیدائش کے بعد اس کی پرورش تربیت تعلیم وغیرہ ہر معاملہ میں مدد ضروری ہے۔ ان کی مدد کے بغیر نہ پرورش اور نہ تربیت اسی طرح نہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور نہ کاروبار کر سکتا ہے۔ اگر اس نے ملازمت اختیار کی تو افسران بالا کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر افسر ہے تو ماتحتوں کی مدد کا محتاج ہے۔ ہر کاروبار میں وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔ گویا ہر معاملہ میں اسے مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے درد کو مثل عبادت کے شرک قرار دینے والے خود دنیا میں آئے تو مشرک پیدا ہوئے اور ہر مرحلہ میں مدد حاصل کر کے مشرک ہی رہے۔ جو ثابت کرتا ہے کہ یہ عقیدہ حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے اور یہ عقیدہ ان کی اپنی ایجاد ہے اور قانون الہی اور اس کے فرمان کے خلاف اور جملہ آیات قرآن کریم کے خلاف ہے اس لئے ایسے لوگ منکر قرآن اور کفر کے مرتکب ہیں اور یقینی گمراہ ہیں۔

اگر کسی سے مدد لینا یا مدد کرنا شرک ہوتا تو بچہ کی پیدائش سے لیکر ہر مرحلہ شرک کہلاتا۔ مدرسہ کے لئے چندہ لینا حرام ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی مدد ہے۔ استاد کا علم سکھانا مدد ہے اسلئے شرک کہلاتا۔ غریبوں کی مدد کرنا شرک ہوتا۔ تو گورگن کا قبر کھودنے میں

مدد کرنا شرک کہلاتا۔ مردے کو دفن کرنا اسکی مدد کرنا شرک ہوتا الغرض ابتدا سے انتہا تک دنیا میں رہ کر شرک ہی شرک ہوتا، دین کا نام ہی نہ ہوتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول محض نافرمانی کے جواز کے لئے عبادت اور مدد کو شرک قرار دے کر قانونِ الہی کی نافرمانی کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، ورنہ اسکی ذرہ بھر بھی حقیقت نہیں کیونکہ اسکے بغیر دنیا میں اس کا زندہ رہنا محال ہے۔ وہ نہ سفر کر سکتا ہے اور نہ کہیں کسی سے مل سکتا ہے کیونکہ یہ سب مدد میں شامل ہے۔ ثابت ہوا کہ ایسے لوگ گستاخی رسول کے مرتکب ہو کر ملحد ہو چکے ہیں کہ وہ قانونِ خداوندی کو غلط طور پر پیش کر کے دین اسلام کی توہین کے مرتکب ہیں اور جو آیات بتوں اور غیر خدا کی عبادت سے منع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں یہ انکو ان اہل ایمان پر تھوپنے کی جرأت کرتے ہیں جو فرمانِ الہی کے مطابق مدد کرنے اور مدد لینے پر ایمان رکھتے ہیں۔ کافر ”کالی مائی تیری دہائی“ کے الفاظ بتوں کی پرشش کے وقت نکالتے ہیں جو غیر خدا ہیں اور عرب کے بت پرست لوگ اللہ کو پکارتے تھے۔ اسکے علاوہ مومن مدد کو منجانب اللہ سمجھ کر دین پر عمل کرتے ہیں اور اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔



اعتراض نمبر (۳)..... گستاخان رسول کا تیسرا اعتراض۔ ”مشکوٰۃ کتاب الرقاق الانذار والتحذیر پہلی فصل“ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؓ سے فرمایا:

”لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا“ ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ جب آپ سے حضرت فاطمہ زہراؓ کی مدد نہ ہو سکی تو وہ دوسروں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟۔

﴿جواب﴾..... حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ”وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبَ بَيْنَ“ ﴿پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۱۴﴾ کے فرمانِ الہی کے سلسلے میں ہوا جس میں یہ

بیان ہوا ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، کیونکہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اسی ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائیں تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم کو عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ ایمان لے آؤ اور کشتی میں سوار ہو کر میری مدد حاصل کر لو ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں تمہیں بچا نہ سکوں گا، مگر وہ ایمان نہ لایا اور نبی کی مدد سے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔ یعنی اس نے نبی کی مدد کو ٹھکرا دیا، جو اصل میں خدا کی مدد تھی، اس کے برخلاف غیر خدا یعنی پہاڑ کی مدد پر بھروسہ کیا تو غرق ہو گیا اور واصل جہنم ہو گیا۔

گستاخان رسول حقیقت کو جھٹلاتے ہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد جو مدد کے متعلق ہے وہ یوں ہے۔

الْاِخْلَآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ

﴿پ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت نمبر ۶۷﴾

ترجمہ:- پرہیزگاروں کے سوائے سارے دولت والے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کو مستثنیٰ کر کے خود اس مدد کی وضاحت فرمادی ہے کہ تقویٰ پر مدد دین اسلام ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ خود گناہ کبیرہ والوں کی مدد فرمائیں گے۔ اور انکی شفاعت کریں گے بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو بچہ شیر خوارگی میں فوت ہو گیا ہو گا وہ اپنے ماں باپ کی مدد کرے گا اور جنت میں مقام دلانے گا۔

جب قیامت میں مددگار ہونا مومنوں کے لئے ثابت ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم

ﷺ خود مددگار ہوں گے۔ شیر خوار بچے مددگار ہونگے۔ قرآن کریم شفاعت کر کے مدد کرے گا۔ ماہ رمضان شفاعت کر کے مدد کریگا۔ حجر اسود شفاعت کر کے مدد کریگا۔ لہذا مختلف صورتوں میں مدد ظاہر ہوگی اور مدد کے منکر اس مدد کا شرک کی آڑ میں انکار کرتے ہیں۔ انکے اس عقیدے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کے منکر ہیں کیونکہ قرآن کریم کی جملہ بیان کردہ آیات کے صریح منکر ہیں۔ لہذا ان کے اس انکار کی بنا پر ان کا خاتمہ بالآخر کیونکر ممکن ہے!!



اعتراض نمبر (۴)..... گستاخان رسول ﷺ کا چوتھا اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ میں اگر کچھ طاقت ہوتی تو خود دشمنوں سے شہید نہ ہوتے۔ جب وہ اپنی مصیبت دور نہ کر سکے تو دوسروں کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟۔ بلکہ خدا نے فرمایا ہے۔ وَأَنْ يَسْلَبَهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ مَلْجَءٌ ۖ اسورۃ الحج آیت نمبر ۷۳ کہ وہ تو لکھی کو روک نہیں سکتے اگر وہ ان سے کچھ چیز چھین کر لے جائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے۔

﴿جواب﴾..... اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا فرمایا تھا جو اس قابل تھا کہ اسنے جادو گروں کے سارے سانپ کھالئے۔ جس میں یہ طاقت تھی وہ فرعون کو بھی کھا سکتا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ طاقت استعمال نہ کی کیونکہ اسمیں رضائے الہی نہ تھی۔ رضا الہی یہ تھی کہ وہ دریا کے بیچ میں غرق ہو۔ عصا کے معجزہ سے ہی دریا کو پھاڑا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی اور آپ کی قوم پار ہو گئے مگر فرعون اسی میں غرق ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں یہ طاقت تھی کہ وہ بددعا کر کے یزید اور اسکے لشکر کو ختم کر سکتے۔ مگر ایسا کرنا رضائے الہی نہ تھی رضائے الہی اس میں تھی کہ یزید کے ظلم پر اسکو سزا ملے اور واصل جہنم ہو۔ اسکے لشکر کے سرداروں کے سر قلم کئے جائیں اور

مختار ثقفی کے سامنے پیش ہوں اور دنیا کو سبق ملے کہ ظالم لوگ خود بھی دنیا میں ذلیل ہوتے ہیں اور عذابِ جہنم بھی ان کے تیار ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ وہ کربلا میں حوضِ کوثر سے پانی حاصل کر لیتے کیونکہ ان کے لئے فرات کے پانی کی حقیقت ہی کیا تھی کیونکہ وہ ولی اللہ تھے۔ مگر رضائے الہی اس میں تھی کہ وہ اس لئے ایسی نہ تھے امتحان کے وقت اس مصیبت کے وقت صبر کے پرچے کو کیسے حل کرتے ہیں۔ اور یہ کہ دینِ حقہ کی مدد کے لئے وہ سب کچھ فرمان کر کے اسلام کو کیسے سر بلند کرتے ہیں اور بنائے ”لا الہ“ کیسے ثابت ہوتے ہیں۔ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انکے نانا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہانے والے تھے تو حضرت امام حسین علیہ السلام انکے دین پر قربان ہونے والے تھے اس لئے وہ بھی ایسا کر سکتے تھے مگر نہ کیا کہ آزمائش تھی۔ انکی وہی حالت تھی جو ایک روزہ دار کی ہوتی ہے کہ ماہِ رمضان میں روزے دار کے پاس پانی موجود ہوتا ہے مگر پیتا نہیں اسکے کہ استعمال میں رضائے الہی نہیں ہوتی، بلکہ پانی نہ پی کر روزے کا احترام کرنا منظور ہوتا ہے۔ یہی حالت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تھی کہ باوجود طاقت اور قدرت کے اپنی طاقت کو استعمال نہ کیا کہ اسمیں رضائے الہی یہی تھی کہ وہ شہادت کا مقام حاصل کر کے سید الشہداء کا درجہ پائیں اور قیامت تک دنیا کو اسکا سبق دے گئے کہ باطل قوتوں کے آگے جھکنا نہیں۔ ثابت ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طاقت روحانی کے منکر روحِ اسلام کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ نہ ولی طاقت کو مانتے ہیں اور نہ ہی انکی مدد کے قائل ہیں۔ وہ مثل شیطان کے سیدھے خدا تک رسائی چاہتے ہیں اور نسبت رسول پر انکا ایمان ہی نہیں اور محض منافقت کا اظہار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولایت کے مقام پر فائز ہو کر شہادت کو ترجیح دی۔ یہ انکی کمزوری نہ تھی، بلکہ ولایت کے مقام کا امتحان تھا۔ اسلئے مصیبت دفع کرنے کا سوال

﴿جواب﴾..... خانہ کعبہ میں تین سو بت رہے مگر ان کو خود خدائے تعالیٰ نے

دُور نہ کیا، اس کے لئے سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کو بھیجا کہ وہ جا کر بتوں سے خانہ کعبہ کو پاک کریں۔ گستاخانِ رسول ﷺ کے نزدیک کیا یہ خدا کی کمزوری ہے کہ وہ خود اپنے گھر کو بتوں کی نجاست سے پاک نہ کر سکے۔ اگر نہیں، بلکہ یہ اس کا قانون ہے کہ وہ ایسا کام اپنے مقرر کردہ مقربین سے کراتا ہے تو اولیاء اور بزرگانِ دین، انبیائے کرام کی مدد کو لغو اور مثل بتوں کے بے بس قرار دینے والے خدا کے قانون کے منکر ہیں۔ یہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اور دینِ اسلام کی تضحیک اور ٹھٹھا کرنا جو ان کی لغویات ہیں یہ سب ان کے دین میں شامل ہیں۔ یہ خود لغو ہیں اور ان کے عقائد باطلہ ہی لغو ہیں۔

حقیقت یہ کہ انسان کی جسمانی کمزوریاں اولیاء اللہ کی روحانی طاقت سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ اثر یہ ہے کہ جوں جوں جسم کمزور ہوتا ہے روح میں کمزوری کی بجائے ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ موت کے بعد اُن کی روحانی طاقت جسم سے آزاد ہو کر قوی تر ہو جاتی ہے۔ روح کو موت نہیں کیونکہ وہ تو امرِ ربی ہے اور قُلْ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۝۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۵ کے فرمانِ الہی سے واضح ہے کہ روح امرِ ربی سے ہے۔ یہ معلوم ہے کہ صاحبِ امر خدا کی ذات ہے جس کو فنا نہیں۔ لہذا اس کے امر کو بھی فنا نہیں۔ بلکہ وہ تو صرف جسم سے جدا ہوتا ہے۔ روح کو موت نہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ صاحبِ قبر جب دفن کیا جاتا ہے تو دفن کرنے والوں اور عزیزوں کی آوازوں کو سنتا ہے، بلکہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز بھی سُن ہے جو ان کے قدموں سے پیدا ہوتی ہے۔ انبیاء کرام کا مقام تو اتنا بلند ہے کہ وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور اس کا بیان پہلے کر چکے ہیں۔

ثابت یہ ہوا کہ جب انبیاء علیہم السلام اپنی نماز سے غافل نہیں ہوتے تو مقام نبوت سے کیونکر غافل ہو سکتے ہیں۔ خدا کی عطا سے اولیاء بھی ولایت سے غافل نہیں ہوتے کیونکہ ان کی ولایت بھی بعد از وفات نہ فنا ہوتی ہے نہ ختم ہوتی ہے کہ ”وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ ان کا مقام ہے۔ وہ صاحب تقویٰ ہیں ان کے لئے دنیا میں اور آخرت میں خوشخبری مقدر بن چکی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ہے ”وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى“ آپ کی ہر بعد گھڑی پہلی سے ہر آن بہتر ہے۔ یہ حضور سید عالم ﷺ کی حیات طیبہ کا زندہ ثبوت ہے اور خدا کی عطا سے اولیاء کا مقام ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ“ ﴿البقرہ: ۱۵۴﴾ ہے کہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا عوام شعور نہیں رکھتے۔ لہذا ان کا مقام ولایت ختم نہیں ہوتا۔ جب مدد کی بنیاد جسم پر نہیں بلکہ استمداد روحانی ہوتی ہے جو فانی نہیں تو مدد سے انکار اور روگردانی گمراہی ہے۔ کیونکہ کفار روحانی طاقت سے خالی ان بتوں کو پوجتے ہیں جن میں روح نہیں ہوتی۔ انکی مثل انبیاء و اولیاء کو گردانے والے بتوں کے متعلق آیات ان پر چسپاں کرتے ہیں اور انکی بے بسی بیان کر کے سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔

ولایت کا مقام اتنا بلند ہے کہ تفسیر روح البیان میں زیر آیت ”يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا“ ﴿پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۳۷﴾ ہے کہ کفار ایک برس (کسی مہینے کو) حلال قرار دیتے ہیں اور ایک برس حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ بیان قابل غور ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو جب زہر کی شیشی پیش کی گئی تو انہوں نے زہر پیا مگر اس کا ان پر اثر نہ ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خیبر میں زہر ملا گوشت کھایا مگر اثر نہ ہوا۔ یہ واضح کرتا ہے کہ حقیقت ولایت اور نبوت پر زہر کا اثر نہیں ہوتا مگر بوقت وفات اس زہر کا اثر بشریت پر ہوا جس سے موت بشریت پر طاری ہوتی

ہے روحانیت پر نہیں۔ اس لئے وہ تابد قائم رہتی ہے۔
انبیاء و اولیاء کے ارواح پاک میں جس قدر روحانی طاقت ہوتی ہے وہ موت سے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قائم رہتی ہے۔ لہذا ان پر مکھی کی مثال چسپاں کرنا ان کی روحانی طاقت کی سراسر توہین اور گستاخی ہے اور اسی بنا پر جو گستاخ رسول ہیں وہ گستاخ اولیاء بدرجہ اولیٰ ہیں۔ جب ان کا نظریہ نبوت کی توہین ہے تو ولایت کی توہین کیوں نہ کریں، مگر یاد رکھیں کہ ولایت بھی خدا کی ذات سے عطا ہوتی ہے لہذا اُن کا ایمان کا دعویٰ کس بنا پر قائم رہ سکتا ہے۔ فرعون، نمرود، شداد، ابو جہل اور دوسرے کفار کے سرغنہ لوگوں نے انبیاء کی توہین کی تو برباد ہو گئے، تو ایسے گستاخ کیسے بچ سکتے ہیں۔ لہذا بڑھاپے میں کمزوری کا اعتراض سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ دراصل ان کی گستاخی نبوت اور ولایت کے مقام کے ساتھ ہے جو کفر کی جڑ ہے اس لئے ان کے ایمان کے دعویٰ کی خدا کے نزدیک مقبولیت ناممکن ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

اعتراض نمبر (۶)..... گستاخانِ رسول کا چھٹا اعتراض یہ ہے کہ ”دُرِ مختار باب المرتدین“ سے ثابت ہوتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ کہنا کفر ہے؟
﴿جواب﴾..... فقیروں کو خیرات دینا قابلِ ثواب اور عینِ دین ہے مگر فقیر جب کہتا ہے کہ مجھے اللہ کے لئے کچھ دو تو اسکے الفاظ سے کیا یہ مراد لی جائے کہ خدا تمہارا محتاج ہے اسکے لئے میں مانگنے آیا ہوں لہذا مجھے دو تو یہ کفر ہوگا کیونکہ خدا کسی کا محتاج نہیں۔ مگر سائل کی یہ نیت ہرگز نہیں ہوتی بلکہ وہ تو خدا کی راہ مدد حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے یہ کفر نہ ہوگا۔

اسکی ”شرح شامی“ میں وضاحت ہے کہ اگر اس کے صحیح معنی کی نیت کی جائے کہ اللہ کے لئے مجھے دو تو یہ جائز ہے کفر نہیں اور شبہاً اللہ کا یہی مطلب ہے اسلئے کفر کیسے ہو

گیا۔



اعتراض نمبر (۷)..... ساتواں اعتراض گستاخانِ رسول کا یہ ہے کہ خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس سے حاجتیں مانگیں۔

﴿جواب﴾..... ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا کے حکم سے خدا کے مقبول بندوں کے پاس جاتے ہیں جو کہ سلطنت الہیہ کے مقرر کردہ افسر ہیں۔ لہذا خدا کے حکم پر عمل کر کے ان کے پاس جانا خدا کے فرمان کی تعمیل میں ہے اور ہماری اپنی ایجاد نہیں ہے اسلئے یہ سراسر دینِ حقہ پر عمل ہے اور عین دینِ اسلام ہے۔ اس فرمان سے انکار کرنے والے ان تمام آیاتِ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ کے منکر اور گمراہ ہیں کیونکہ یہ خود ہی منکر قرآن اور فرمانِ مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ لہذا ایسا عقیدہ سراسر بے دینی اور گمراہی ہے کہ خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق اسکے مقرر کردہ افسران کے پاس جانے سے انکار کیا جائے۔ ان کے مطابق تو بلکہ ماں باپ کی مدد کو شرک کہا جائے۔ جب ایسے لوگ پیدائش سے لیکر قبر تک دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں اور ہر قدم پر مدد حاصل کر کے کامیاب ہوتے ہیں تو پھر ان کا یہ عقیدہ انکے لئے گمراہی ہے کیونکہ وہ تمام عمر شرک میں مبتلا رہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم انکے پاس کیوں جائیں۔



اعتراض نمبر (۸)..... قرآنِ کریم نے کفار کا کفر یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہونے اور تم اولیاء سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے۔

﴿جواب﴾..... ہم خدا کے فرمان کے مطابق عمل کر کے اور سنتِ انبیاء کے

اوپر چل کے اولیاء کرام سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ گستاخانِ رسول غیر خدا جیسے اغنیاء سے چندہ مانگ کر پولیس کی مدد مانگ کر حاکم وقت کی مدد مانگ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ یہ تمام مدد اور چندہ کا سلسلہ انکے عقیدہ باطلہ کے مطابق شرک ہے۔ اہل سنت و جماعت خدا کے حکم کے مطابق عمل کر کے دین دار بنتے ہیں، کیونکہ مومن خدا کے فرمان پر عمل کر کے خدا کی رحمت کا حق دار بنتا ہے مگر گمراہ اس حکم سے منہ موڑ کر گمراہ ہو جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس پر خدا کی لعنت ہے اس کا مددگار کوئی بھی نہیں ہوتا۔

- ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ -

اعتراض نمبر (۹)..... ”شرح فقہ اکبر“ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل! تم سے کوئی حاجت نہیں۔ اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جناب جبریل علیہ السلام سے مدد کیوں نہ طلب کر لیتے؟۔

﴿جواب﴾..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو خدا تعالیٰ سے بھی مدد کی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل! نہ تجھ سے مدد کی ضرورت ہے اور نہ خدا سے ہی التجا کرتا ہوں کیونکہ وہ تو خود جانتا ہے اسکو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل میں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے امتحان کا وقت تھا۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ حرفِ شکایت منہ سے نکل گیا تو خدا تعالیٰ کو نا پسندیدہ ہو جائے گا۔

اسی طرح سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے دے دی تھی، مگر اسکے دفع کی دعا نہ فرمائی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما نے دعا کی کہ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کو روکتے، کیونکہ ان کو سید

الشہداء کا مقام عطا ہوتا تھا جو بہت بڑی کامیابی ہے۔ لہذا انبیاء اور اولیاء سے دعا کرانے کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس دعا کرانے کے لئے بھیجا اور انہوں نے امت کے حق میں دعا کی، اسکے لئے حضور ﷺ نے اویس رضی اللہ عنہ کو اپنا جبہ مبارک تحفہ میں بھیجا اور اسلام بھی تاکہ ثابت ہو جائے کہ عقیدہ ولیوں کے پاس جانے اور ان سے دعا کرانے سے روکنا نہیں ہے، مخالفین عمل سنت صحابہ اور سنت رسول ﷺ اور اولیائے کرام کے مسلک کی مخالفت ہے اس لئے گمراہی ہے۔ دعا تو خدا سے ہی مانگی جاتی ہے مگر اس کے لئے بزرگان دین کا وسیلہ بھی سنت انبیاء اور سنت صحابہ کرام ہے۔ انکی مدد خدا کے حکم کے مطابق ہے، اسلئے دین متن پر عمل ہے۔



اعتراض نمبر (۱۰)..... گستاخان رسول کا یہ عقیدہ کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں کیونکہ زندوں میں مدد کی طاقت ہے مردوں میں نہیں لہذا شرک ہے یہ بھی سراسر گمراہی ہے اور اس کا جواب بھی ملاحظہ کریں۔

﴿جواب﴾..... حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت تا قیامت قائم ہے اور خدا کے فرمان کے مطابق مقام نبوت سارے عالم کی مدد کر رہی ہے حالانکہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ کے نام کی مدد سے کافر ایمان نصیب ہوتا ہے۔ نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ جنت کا مقام اور دوزخ سے نجات ملتی ہے۔ حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد سے کافر پلید کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے اور حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد سے دنیا میں قطب ابدال اور ولیوں کو مقام ملتا ہے۔ علمائے ربانی کا مقام بھی حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد کے بغیر ناممکن ہے۔ حافظ قاری اور مومن سب حضور رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نظر کرم سے فیض پا کر دنیا کے لئے ہدایت کا وسیلہ بنتے ہیں پھر بھی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکار کریں تو یہ سراسر گمراہی ہے دین اسلام سے نحراف ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے اڑھائی ہزار برس بعد شب معراج امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اُمت محمدیہ کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کو کم کروانے میں مدد کی اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ یہ مدد ثابت کرتی ہے کہ بعد از وفات انبیاء مدد کرتے ہیں اور اولیاء اللہ جو حضور کے غلام ہیں وہ بھی مدد کرتے ہیں۔

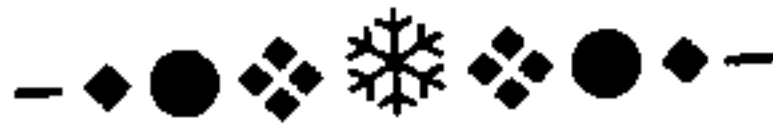
گستاخان رسول کو چاہیے کہ وہ پچاس نمازیں پڑھیں کیونکہ پانچ نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے ہوئیں جو ان کے نزدیک شرک ہے۔ کیونکہ اسمیں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔ اسلئے یہ سب سے بڑے شرک ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مردوں کی مدد سے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ زندوں کو مردہ کہتے ہیں۔

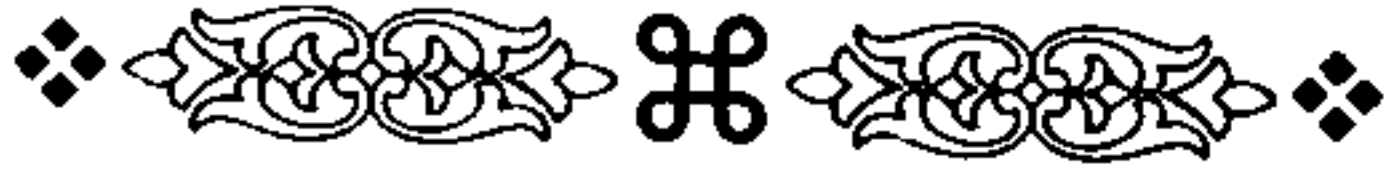
یہ لوگ خدا کے فرمان وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ هَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۲﴾ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۴ کے منکر ہیں اسلئے اولیاء اللہ کو مردہ کہتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہیں اور ان سے مدد حاصل کرنا عین دین اسلام اور جائز ہے۔ جب ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا۔ طاعون سے مرنے والا۔ وہ عورت جو زچکی میں فوت ہو طالب علم اور وہ مسافر کو حادثہ میں وفات پائے یہ سب مرنے والے شہید ہیں ان سب کو مردہ کہنا فرمان الہی کے خلاف ہے۔ جو لوگ عشق الہی میں نفس کے ساتھ جہاد میں شہید ہوئے انکو مردہ کہنے والے گمراہ ہیں کیونکہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا لفظ ہے اسمیں تلوار کا ذکر نہیں آیا اسلئے عشق الہی میں قتل ہونے والے بدرجہ اولیٰ شہید ہے جو اولیائے کرام ہیں۔

اسی بنا پر امام غزالی تو یہ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لینا جائز ہے بعد وفات بھی اس سے مدد لینی جائز ہے اور یہی مسلک اہل سنت و جماعت کا ہے۔

دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد سراسر باطل ہیں جیسا کہ کتاب و سنت سے ثابت ہو چکا ہے اسلئے وہ قابل عمل نہیں۔ مومن وہی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں مسائل کو حق مانے، اسکے ماسوائے گمراہی ہے۔

کون سا اشک درِ پاک پہ ہو جائے قبول
یہ گھینہ انہی پلکوں پہ سجائے رکھنا
شہر طیبہ کی انہیں راہوں سے وہ گزرے تھے
اپنی آنکھیں انہی راہوں پہ بچھائے رکھنا





اولیاء اللہ ﷺ کے پاس جانے
اور دُعا کرانے کا ثبوت



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

اولیاء اللہ ﷺ کے پاس جانے اور دُعا کرانے کا ثبوت

اولیاء اللہ ﷺ کی شان کے منکر اس لئے گمراہ ہیں کہ وہ آیات قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے منکر ہیں جن کے اندر بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔ جیسا کہ حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خدا کے رسول ﷺ نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق اولیاء اللہ ﷺ کی خدمت میں جانا اور ان سے دُعا کرانا فرمانِ رسول ﷺ پر عمل ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل ہے۔ لہذا جو لوگ اولیاء اللہ کی صحبت اور ان کے فیض کے حصول میں مخالفت کرتے ہیں اور درحقیقت احکاماتِ الہیہ اور فرمانِ نبوی ﷺ اور سنت صحابہ کرام کی مخالفت کر کے گمراہی مول لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ملاحظہ کریں۔ ”مُتَكَلِّفٌ شَرِيفٌ“ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا غلام اولیس مقبول بارگاہ رب العزت ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے حالانکہ وہ صحابی کا مقام نہیں پاسکا کیونکہ وہ مجبور ہے اور اس کی مجبوری اس کی بوڑھی اور کمزور ماں ہے جس کی خدمت کا وہ واحد کفیل فرد ہے جس کے باعث وہ بظاہر میرے پاس نہیں آسکا تاکہ نبی کی زیارت کر کے صحابی کا مقام پا سکے مگر روحانی طور پر وہ ہمیشہ میرے قریب رہتا ہے۔ اس کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر درہم کے برابر سفید برص کا داغ ہے لہذا اس سے دُعا کراؤ۔ اور اس حکم کی تعمیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص صحابہ کو فرمایا

کہ اولیاء سے ملو جو قرن میں رہتا ہے اس کو میراجہ مبارک پیش کرو اور میرا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ امت کی بخشش کے لئے دعا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کا حکم بجالائے اور شہر قرن میں پہنچے اور خلیے کے مطابق پہچان کر ان کو حضور ﷺ کا سلام اور رُحہ مبارک پیش کیا اور دعا کیلئے خدا کے رسول کا فرمان سنایا۔ حضرت اولیاء قرنی رضی اللہ عنہ اس پر رو پڑے کہ خدا کے رسول ﷺ نے اس ناچیز کو اس قدر یاد فرمایا ہے۔ تحفہ قبول کر کے سامنے رکھا۔ اس کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئے اور دعا میں بہت گریہ وزاری کی یہاں تک کہ دعا قبول ہو گئی۔ مگر چونکہ صحابہ کرام کی واپسی کا پروگرام تھا اس لئے زیادہ انتظار نہ کر سکے اس لئے دعا کی قبولیت میں جلدی کا اظہار کیا۔ پھر بھی یہ مقام ملا کہ بے شمار امت ان کی دعا سے جنت میں داخل ہوگی۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان اور اس پر عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ حضور نبی کریم ﷺ کے فیض کے مظہر ہیں لہذا ان سے دعا کرا کر فیض حاصل کرنا عین دین و ایمان ہے۔ ان کی خدمت میں حاضری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ اور جو لوگ اولیاء اللہ کے وسیلے کے منکر ہیں وہ درحقیقت خدا کے فرمان اور نبی کریم ﷺ کے فرمان اور صحابہ کرام کے عمل کے مخالف ہیں اور یہ صریحاً گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

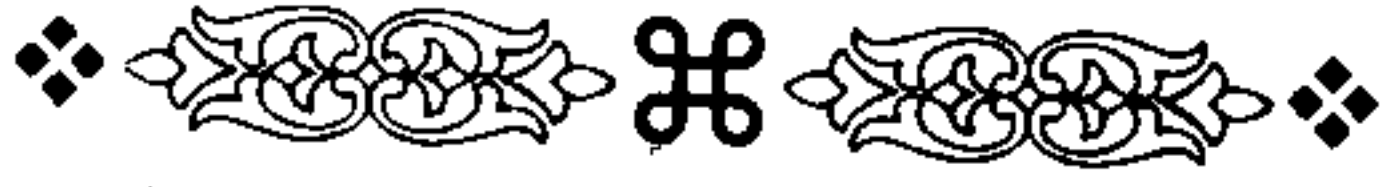
پیمر جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جائیں
پیمر روک دے جس کام سے فی الفور رک جائیں
فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہر گز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے





مٹاں کسے چرواہے نوں برا آکھیں چار بکریاں خود سرکار گئے نیں
کسے کالے نوں پنچ نہ سمجھ بیٹھیں، حبشی جان حضور اُتوں وار گئے نیں
ہر جرنیل نوں بھیڑا نہ آکھدا رہیں عمر جئے بن سپہ سالار گئے نیں
داڑھی اُتے اعتراض نہ کر بیٹھیں سنت جاری اے کر سرکار گئے نیں
طعنہ کسے مزدور نوں مت دیناں نبی اللہ دے کعبہ اُسار گئے نیں
کسے نعت خواں نال نہ حسد رکھیں پڑھ نعت حسان دلدار گئے نیں
برا کہویں نہ کسے خطیب تائیں خطبے نبی دے دین سنوار گئے نیں
کسے جٹ نوں معنہ نہ کدی ماریں باوا آدم جئے کرایہہ کار گئے نیں
کسے بردے دے عیب ناں کڈھ بیٹھیں یوسف نبی جئے وک بازار گئے نیں
کسے کمیں نوں پنچ نہ سمجھیا کر آپ کیاں تائیں وی تار گئے نیں
میرے مصطفیٰ ﷺ دے کمیں قسم رب دی رنگ چاہڑھ گئے نیں ڈبے تار گئے نیں
ناصر جان حضور اُتوں انج واریں جیویں وار حضور دے یار گئے نیں





صحبت صالحین باعث نجات



صحبت صالحین باعث نجات

”سورہ کہف“ کے اندر ”اصحاب کہف“ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ انکی صحبت میں رہنے والے ایک ”کتے“ کا بیان بھی ساتھ ہی کر دیا ہے کہ کتا ان کی چوکیداری کے لئے غار کے منہ پر بیٹھا رہا تو وہ بھی انکا مقام پا گیا۔ جہاں ولیوں کا مقام بلند ہوا اور وہ ۳۰۹ سال تک سوتے رہے مگر موت واقع نہ ہوئی اور خدا نے ان کی نگہبانی کی کہ فرمایا.....

”وَنَقَلْنَاهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ“ ﴿پ ۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۸﴾
 کہ ان کی کروٹیں دائیں بائیں بدلنے کا انتظام فرمایا وہاں کتے کے بارے میں فرمایا ”وَكَلْبُهُمْ بِكَيْسٍ يُدَاعِيهِ بِالْوَصِيدِ“ ﴿پ ۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۸﴾ کہ ان کا کتا اپنی کلاںیاں بچھائے غار کے منہ پڑا رہا اور وہ بھی انکے ساتھ ۳۰۹ سال تک زندہ رہا۔ نہ ولیوں نے کچھ کھایا پیا اور نہ ہی کتے نے کچھ کھایا پیا۔ یہ اثر کتے پر ہوا جو ولیوں کی کرامت تھی۔

اصحاب کہف ولی اللہ جنتی قرار پائے تو کتا بھی جنتی قرار پایا۔ گویا نیکوں کی صحبت کا اثر جانوروں پر بھی ہو جاتا ہے تو پھر انسان نیکوں کی صحبت میں رہ کر کیونکر محروم ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پھول کے ساتھ گھاس بھی گلدستہ میں پہنچ جاتا ہے اور لکڑی کے ساتھ لوہا تیرنے لگتا ہے اور ڈوبتا نہیں تو پھر انسان کیوں کر نہ فیض پائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دراز

گوش اور حضور سید عالم ﷺ کی اونٹنی بھی جنت میں جائیگی کہ جب کتا ولیوں کی صحبت سے جنتی ہو گیا تو نبیوں کی صحبت میں یہ جانور کیسے جنتی نہ ہونگے۔ بادام کا پھلکا جب مغز کے ساتھ قربت پا جاتا ہے تو گنہگار بندہ مقبولانِ بارگاہ کی صحبت سے فیض کیوں نہیں پاسکتا۔ ثابت ہوا کہ ولیوں کی صحبت کے منکر صریحاً گمراہ ہیں۔

تمہارے حسن کا کوئی جواب نہیں
غروب ہو جائے جو وہ آفتاب نہیں



یا رب میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے
آنکھیں مجھے دی ہیں تو مدینہ بھی دیکھا دے
سننے کی جو قوت مجھے بخشی ہے خداوند
پھر مسجد نبوی کی اذانیں بھی سنا دے
حوروں کی نہ غلاماں کی نہ جنت کی طلب ہے
مدفن میرا سرکار کی بستی میں بنا دے
مدت سے میں ان ہاتھوں سے کرتی ہوں دعائیں
ان ہاتھوں میں اب جالی سنہری بھی تھما دے
منہ حشر میں مجھ کو نہ چھپانا پڑے یا رب
مجھ کو تیرے محبوب کی چادر میں چھپا دے
عشرت کو بھی اب خوشبوئے حسان عطا کر
جو لفظ کہے ہیں تو نعت بنا دے



اولیاء اللہ ﷺ کی کرامات



اولیاء اللہ رحمہ اللہ کی کرامات

حضور سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ”کشف المحجوب“ شریف سے ایمان کی تازگی کے لئے اولیائے کرام رحمہ اللہ کی کرامات کے چند واقعات برائے مطالعہ پیش خدمت ہیں جو کہ ایمان کی تقویت کا باعث بھی ہیں۔

- ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ -

حبیب عجمی رحمہ اللہ کا مقام اور سچ کی برکت

حبیب عجمی رحمہ اللہ کا ذکر ہے۔ اسمیں بیان ہے کہ تابعین میں ایک بزرگ حبیب اللہ عجمی رحمہ اللہ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے باکرامت ولی کا مقام پایا ہے۔ حالانکہ وہ عربی میں دسترس نہ رکھتے تھے مگر علم اور طریقت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے حاصل کی اور تزکیہ نفس کی بدولت ولی کا مقام پایا اور ان کی کرامات نے مخصوص مقام پایا۔ ایک روز حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ان کے ہاں مغرب کی نماز کے وقت پہنچے مگر ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی۔ جب سو گئے تو خواب میں خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو پوچھا کہ مولیٰ تیری رضا کس میں ہے۔ جواب ملا کہ اے حسن تو نے میری رضا پائی مگر اس کی قدر نہ کی۔ اگر تو حبیب عجمی رحمہ اللہ کی اقتدا میں نماز پڑھ لیتا تو میری رضا پالیتا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ گزرا کہ انقلاب زمانہ کے باعث حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ظالم حجاج بن یوسف سے بھاگ کر حبیب عجمی رحمہ اللہ کی پناہ میں آنے کے لئے ان کے

حجرہ میں چھپ گئے۔ ظالم حجاج بھی ان کے تعاقب میں پہنچ گیا اور حبیب عجمی رحمہ اللہ سے حسن بصری رحمہ اللہ کا پتہ پوچھا تو انہوں نے صاف بتا دیا کہ وہ حجرہ میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج نے تلاش کیا مگر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو نہ پایا تو حبیب عجمی رحمہ اللہ سے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس پر حبیب عجمی رحمہ اللہ نے قسم کھا کر کہا کہ وہ اندر ہی چھپا ہوا ہے۔ حجاج یہ سن کر دوبارہ اندر گیا، مگر تلاش کرنے کے باوجود حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو نہ پایا، تو وہ واپس چلا گیا۔

اس پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ تیری برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا ہے۔ حبیب عجمی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں میری برکت نہ تھی بلکہ میری صداقت اور سچ بولنے پر تونج گیا، اگر میں جھوٹ بولتا تو دونوں ذلیل ہو جاتے۔

دراصل یہ ان کی کرامت تھی کہ حجاج کو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نظر نہ آئے اور باوجود تلاش کے ان کو نہ پایا۔ حالانکہ اس نے دوبار تلاش کیا اور پورا زور لگا دیا کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو پکڑ لے مگر نہ پکڑ سکا۔

—◆●◆◆●◆—

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کی خاطر مچھلیاں ہیرے لے کر آگئیں

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ بھی باکرامت ولی اللہ ہوئے ہیں۔ ایک رات وہ مستوں کے گروہ میں عود بجا رہے تھے کہ آواز آئی ”يَا مَالِكُ مَالِكُ اَنْ لَا تَتُوبَ“ کہ اے مالک تجھے کیا ہے کہ توبہ نہیں کرتا۔ اس پر انہوں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور باکرامت ولی اللہ ہو گئے۔ ان کے بارے میں ذکر ہے کہ ایک دن وہ کشتی میں سوار تھے کہ کسی سوداگر کا قیمتی ہیرا گم ہو گیا جس کی وجہ سے حضرت

مالک بن دینار رحمہ اللہ پر تہمت لگا دی گئی کہ انہوں نے وہ ہیرا چوری کر لیا ہے۔ جب یہ بات سنی تو انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے دیکھا تو جوں ہی متوجہ الی اللہ ہوئے دریا کی مچھلیاں ایک ایک قیمتی ہیرا منہ میں لئے سطح پانی پر آ گئیں۔ اس میں سے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے ایک موتی پکڑ کر تہمت لگانے والے کو دے دیا اور خود کشتی کو چھوڑ کر پانی کے اوپر چلتے ہوئے کنارے پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اخلاص کے ساتھ عمل کا یہی مقام ہے کیونکہ اخلاص عمل کی روح ہے۔

—◆●◆◆●◆—

حبیب بن اسلم راعی رحمہ اللہ کی بکریوں کی رکھوالی بھیڑیے کرتے رہے

ابو حلیم حبیب بن اسلم راعی رحمہ اللہ ایک بزرگ شخصیت حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ کے مصاحب ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ایک شخص کا گزر رہا تھا جس نے دیکھا کہ حبیب نماز پڑھ رہے ہیں اور بھیڑیا ان کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ بھیڑیے کی بکریوں کے ساتھ موافقت کب سے ہو گئی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جب سے چمدا ہے کی موافقت خدا سے ہو گئی ہے۔ جب بندے کی خدا سے موافقت ہو جائے تو بھیڑیے اور بکریوں کی موافقت کیوں نہ ہوگی بلکہ وہ تو لازماً تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا اور اپنا لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا تو پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے۔ ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا چشمہ تھا۔ تب کہا کہ اے بیٹا پی لو۔ جب پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیونکر پایا ہے تو جواب ملا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری میں اخلاص کی وجہ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ اگرچہ امام الانبیاء ﷺ کے برابر نہ تھا پھر بھی ان کی قوم نے جب پانی مانگا تو پتھر سے پانی کا

چشمہ اس وقت جاری ہو گیا جب انہوں نے پتھر پر اپنا عصا مارا۔ جیسا کہ آیت میں ارشاد ہے.....

وَإِذَا سَأَلَكَ مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ
الْأَنۡثَىٰ عَشْرًا عَمِينَ ﴿٦٠﴾ ﴿پ اسورہ البقرہ آیت نمبر ۶۰﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اُس میں سے بارہ چشمے بہنے لگے۔

جب موسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مقام ہو تو حضور سید عالم ﷺ کے تابعداروں کے لئے اطاعت اور سنت رسول پر عمل میں اخلاص کی وجہ سے شہدا اور دودھ کیوں نہ عطا ہوگا۔

—◆●◆❖◆●◆—

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیر کا گٹھا

پتھر اٹھا کر دوڑنے لگا

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کنیر زائدہ کے بارے میں ذکر ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے جنگل میں لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھنا چاہا، اس کے لئے ایک پتھر پر گٹھا کو رکھا تا کہ آسانی سے سر پر رکھ سکیں۔ عین اس وقت آسمان سے ایک سوار نازل ہوا جس نے کہا کہ وہ جنت کا داروغہ رضوان ہے اور اس غرض سے آیا ہے کہ آپ میرا سلام حضور نبی کریم ﷺ کو دیکر ان سے بیان کریں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ۳ گروہ داخل ہوں گے۔ ان میں سے ایک گروہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا، دوسرا گروہ آسان حساب و کتاب سے داخل ہوگا اور تیسرا گروہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے داخل ہوگا۔ جب وہ جانے لگا تو میں لکڑی کا گٹھا سر پر رکھنے کے لئے اٹھانا چاہتی تھی تو اٹھانہ

سکی کہ بہت وزنی تھا۔ اس پر رضوان نے کہا کہ پتھر خود تیرا گٹھا گھر چھوڑ آئے گا۔ پھر پتھر سے کہا کہ یہ گٹھا زائدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا دو۔ اس پر اس پتھر نے گٹھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زائدہ سے سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اس پتھر کا نشان زمین پر دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ رضوان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی اطلاع فرمادی ہے اور یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز کو حضرت مریم علیہا السلام کی صفات والا بنا دیا۔

—◆●◆◆●◆—

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان

پر شیر نے راستہ چھوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک مقام پر جنگل کے شیر نے راستہ روک لیا، جس پر بہت لوگ گھبرا گئے۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شیر سے کہا کہ اے شیر کہ اگر تم کو خدا کا یہی حکم ہے تو روک رکھو ورنہ ہم لوگوں کو گزرنے دو۔ یہ سن کر شیر نے راستہ چھوڑ دیا اور کسی شخص کو نقصان پہنچائے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا یہ مقام ہے کہ جنگل کے جانور بھی اُن کے مطیع ہوتے ہیں۔

—◆●◆◆●◆—

اللہ تعالیٰ کی تابعداری کا دنیا میں انعام

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرد خدا کو ہوا میں اڑتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ مقام کیونکر پایا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں اپنے نفس لتارہ سے روگردانی کر کے پایا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر خلوص سے عمل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیبی امداد

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے لئے مدینہ طیبہ میں وارد ہوا تا کہ اس کے صلہ میں گرامی قدر انعامات پائے۔ وہ ایک اجنبی تھا اور کسی دشمن ملک سے آیا تھا۔ اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس وقت فلاں مقام پر ہیں۔ پتہ ملنے پر وہ اس مقام پر پہنچا جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا دُڑہ زمین پر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر اُس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تلوار اٹھا کر وار کرنا چاہا کہ اچانک ایک شیر اُس پر حملہ آور ہو گیا جس پر اُس آدمی کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کی چیخ و پکار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے تو آدمی نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اور وہ اس قدر متاثر ہوا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی جو انکی طرف سے سوتے ہوئے ظاہر ہوئی اور اس بات کا ثبوت ہے ”مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ“ کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے اس لئے وہ اُس کی خود حفاظت کرتا ہے۔

یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکشر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

— ♦ ● ♦ ❖ ♦ ● ♦ —

کھانے کے بغیر جسمانی طاقت

حضرت ابو خزار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ تین دن کی مسافت کے بعد بھوک کی شدت سے نڈھال ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گئے کہ ایک آواز آئی کہ ان سے پوچھا جا رہا تھا کہ اگر چاہو تو کھانا کھلا دوں اور اگر چاہو تو

بغیر کھانے طاقت عطا کر دی جائے تاکہ آپ کو سکون و اطمینان نصیب ہو جائے۔
جواب میں انہوں نے عرض کی کہ مجھے تو طاقت کی ضرورت ہے کھانا کھانے کے بغیر
مل جائے تو خوش قسمتی ہے۔ اس پر ان کے اندر طاقت آگئی اور انہوں نے بہت طویل
سفر کیا مگر کمزور نہ ہوئے۔ ایسی عطاء منجانب اللہ تھی جو ایسی بزرگ ہستیوں کے حصہ میں
آتی ہے جن کو ولی اللہ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ”مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ
اللَّهُ لَهُ“ اُن کے حصہ میں ہے کہ جو خدا کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے اور یہ
سارا فیض سرور کائنات، فخر موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان پر اخلاص کے
ساتھ عمل کرنے میں ہے اور یہ ایمان کامل کا مقام ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

کھانے سے تسبیح کی آواز

حضرت ابو دردا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اکٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اُن کو
کھانے کے اندر سے خدا کی حمد و ثناء کی تسبیح سنائی دی۔ یہ آیت ”إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ“ ﴿پ ۵۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴﴾ کی واضح تشریح ہے کہ کائنات کی
ہر شئی خدا کی حمد بیان کرتی ہے۔ اور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی یہ شان کہ
حضور ﷺ کے صدقہ میں انسان کو یہ مقام ملا کہ وہ خدا کی حمد کو کائنات کی ہر شئی میں سنتا
ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

شیر نے تابعداری کی

حضرت ابراہیم رقی رحمہ اللہ ایک بزرگ کی زیارت کے لئے جن کا نام مسلم
مغربی رحمہ اللہ تھا، بڑے دور سے سفر کر کے پہنچے۔ اس وقت مسلم مغربی رحمہ اللہ ایک مسجد

کے اندر نماز پڑھا رہے تھے کہ تلاوت قرآن کریم میں اُن سے غلطی ہو گئی۔ یہ دیکھ کر ابراہیم رقی ﷺ نے اُن سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ یہ سمجھے کہ جو شخص تلاوت قرآن کریم صحیح نہیں کر سکتا اس میں روحانی کمالات کیسے ہو سکتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد وہ رات یوں ہی بسر کر کے صبح مسجد سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے عبادت کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ان پر ایک شیر نے حملہ کر دیا اور وہ جان بچانے کے لئے واپس بھاگے اور اسی مسجد کی طرف آ گئے۔ حضرت مسلم مغربی ﷺ نے دیکھا کہ شیر ابراہیم رقی ﷺ کا پیچھا کئے ہوئے آ رہا ہے۔ آپ نے شیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مہمان کے ساتھ یہ سلوک۔ شیر رُک گیا اور ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ آپ شیر کو کان سے پکڑ کر سرزنش کی اور کہا کہ مہمانوں کو ستایا نہیں جاتا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسلم مغربی ﷺ، ابراہیم رقی ﷺ نے کہا کہ اے ابواسحاق! تم ظاہر پر عمل کرتے ہو اس لئے حقیقت تک رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم خدا کی مخلوق سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ ڈرنا تو خدا سے چاہیے۔ اگر رضائے الہی کیلئے عبادت کرو گے تو باطن کی اصلاح ہوگی اور پھر مخلوق ہم سے ڈرے گی مگر ہم مخلوق سے نہیں ڈریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ شیر نے میرا کہا مانا ہے اور تمہارا پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ لہذا اپنے عمل میں ہمیشہ اخلاص ہونا چاہیے جو سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی تابعداری میں ملتا ہے۔

بیٹھا ہوں لئے درد محمد ﷺ کا جگر میں
اللہ کی رحمت سے سب پالیا تیرے در میں



بے موسم پھلوں سے ضیافت

• ”فرغانہ“ میں ایک گاؤں ”سلاٹک“ کے نام سے ایسا تھا کہ وہاں پر ایک بزرگ اوتاد باب عمر بڑے مشائخ میں سے رہتے تھے۔ اُن کی اہلیہ فاطمہ بڑھیا تھیں۔ ایک روز علی بن عثمان جلابی انکی زیارت کے لئے وہاں گئے تو اُس بزرگ اوتاد نے کہا کہ فلاں تاریخ سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ حساب لگانے پر معلوم ہوا کہ وہی اُن کی توبہ کا دن تھا۔ پھر فرمایا کہ مسافت کو طے کرنے میں میل اور کوس سے شمار کرنا بچوں کا کام ہے۔ ایسی زیارت کرو جس میں ایسی پابندی نہ ہو۔ نہ مسافت کی شرط ہو۔ اس کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ روح سے ہے جس میں کوئی قید مکانی نہیں۔ پھر اہلیہ سے کہا کہ جو پاس ہے وہ درویش کے پاس لے آؤ۔ اس پر وہ ایک طبق میں انگور لے آئیں حالانکہ انگور کا موسم نہ تھا۔ اس کے ساتھ کھجوریں بھی تھیں جبکہ کھجوروں کا وہاں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ان کو یہ کمال حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی میں اخلاص کی بدولت نصیب ہوا کہ وہ اوتاد ہو گئے اور بے موسم پھل اُن کو عطاء ہوتے تھے۔

”سورہ مریم“ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرمایا ہے جس میں ارشاد ہے کہ اُن کو بھی بے موسم کے پھل عطاء ہوتے تھے حالانکہ یہ اُن کا بچپن کا زمانہ تھا۔ جب کہ اُن کے کفیل حضرت زکریا علیہ السلام نبی تھے۔ جوں ہی وہ کمرہ میں داخل ہوئے جو ایک حجرہ تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل پڑے دیکھے تو پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آئے۔ جیسا کہ آیت میں بیان ہے ”اِنَّ لَكَ هَذَا“ اس پر حضرت مریم علیہا السلام نے جواب میں فرمایا ”هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ“ کہ یہ پھل مجھے اللہ کی طرف سے ملتے ہیں۔ اُن کی یہ کرامت تھی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں بلکہ ولی اللہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت وہ جنگل میں تھیں کہ اس وقت ان کو خدا کا حکم

ہوا کہ اے مریم کھجور کے سوکھے تنے کو پکڑو اور اس کو ہلاؤ۔ جوں ہی اُنہوں نے کھجور کے اس سوکھے تنے کو جو مدت سے سوکھا ہو چکا تھا ہاتھ لگا کر ہلایا وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس کے ساتھ تازہ پھل لگ گیا اور ہٹنے پر کھجوریں تازہ نیچے گر پڑیں جو اُنہوں نے نوش فرمائیں۔ یہ ان کی کرامت تھی جس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہوا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی خدا کی قدرت کا ظہور تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے تخلیق ہوئے جو ان سے بھی بڑھ کر قدرت الہیہ کا ظہور ہے۔

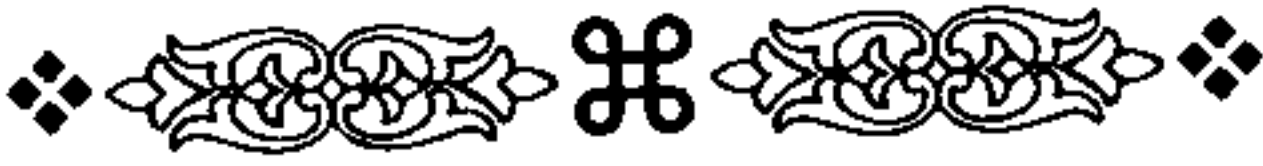


پوشیدہ حالات سے باخبر

ابو وراق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ابوعلیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے مجھے اپنی تصنیف کے چند اوراق دے کر فرمایا کہ ان کو دریا کے سپرد کر آؤ۔ میں نے جب ان کو پڑھا تو مضمون بڑا پر لطف پایا اس لئے سنبھال کر اُن کو اپنے گھر میں رکھ دیا اور کہہ دیا ان کو دریا کے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن جب اُنہوں نے پوچھا کہ کیا کچھ دیکھا تھا تو جواب میں کہا کہ کچھ نہیں دیکھا تھا اس پر اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ تم نے ان کو دریا میں نہیں پھینکا۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ اب ضرور دریا میں پھینک آؤ۔ ان کے ایسا کہنے پر میں پریشان ہو گیا کہ ان کو کیسے پتہ لگا کہ میں نے انہیں نہیں پھینکا اور اب یہ حکم کیوں دیا ہے کہ ضرور پھینک آؤ۔ لہذا مجبوراً جانا پڑا تا کہ ان کو دریا میں پھینک آؤں۔ جب میں نے ان اجزاء کو دریا میں ڈال دیا تو دیکھا کہ پانی پھٹ گیا اور اندر سے ایک صندوق کھلے منہ والا نکلا جس کے اندر وہ اجزاء گر گئے اور صندوق کا ڈھکنا بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دریا کا پانی مل گیا اور صندوق دریا کے پانی میں بہہ گیا۔ اب کہ واپس

آ کر یہ واقع ان کو سنا دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ بے شک تم نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ جب پوچھا گیا تو اس کا بھید یہ بتایا کہ وہ ایک تصنیف شدہ کتاب تھی جس کے نکات عوام کی سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ تب اپنے بھائی حضرت خضر علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کو میرے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ ایک مچھلی ایک صندوق لائی اور جب اوراق دریا میں ڈالے تو وہ اس صندوق میں پہنچ گئے اور وہ صندوق خدا کے حکم سے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچ گیا۔ اولیاء اللہ کی ایسی شان درحقیقت امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی مظہر ہے۔

ایسی تصویر محبوب کی کھینچ دی
خود خدا کو بنا کر سرور آ گیا





ایصالِ ثواب
ختم گیارہویں شریف کا ثبوت



ختم گیارہویں شریف

غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی شخصیت کو جس طرح دنیائے اسلام بالخصوص اولیائے کرام میں محبوبیت اور مقبولیت ہے کہ آپ کی یاد میں ماہانہ ایصال ثواب کی محفلیں جاری ہیں جو اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے وہاں اس کی مخالفت دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ کی جماعتوں میں بھی پائی جاتی ہے، درحقیقت ایسے لوگوں کی اسلام دشمنی کا بین ثبوت ہے، کیونکہ ان کا عقیدہ کتاب و سنت کے منافی ہونے کی وجہ سے سراسر بے دینی اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

—♦●♦♦●♦—

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن پاک سے

قرآن کریم کی آیات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ایصال ثواب کا ثبوت موجود ہے، چنانچہ سورہ حشر میں ارشاد ہے.....

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور سورہ مؤمن میں ہے.....



الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ
لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ۔ ﴿پ ۲۴ سورہ المؤمن آیت نمبر ۷﴾

ترجمہ: اور وہ فرشتے جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس سے ارد گرد ہیں، اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاک بولتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے! تیری رحمت اور علم میں ہر چیز سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے۔

ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنا اور ”السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ“ مومنوں کی بخشش کے لئے ہاتھ اٹھانا اور صدقہ و خیرات کا ثواب ایصال کرنا عین دین اور ایمان ہے۔



ایصالِ ثواب کا ثبوت حدیث پاک سے

جب سید عالم حضور نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ ہمارے صدقہ و خیرات کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یا نہیں تو حضور غمخوار امت ﷺ کا ارشاد ہوا کہ ہاں پہنچتا ہے، وہ بے شک اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کسی کے پاس ہدیہ پیش کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ ﴿تذکرۃ الموتی﴾

ایصالِ ثواب کفارہ گناہ اور بلندی درجات کا سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف (مکھوۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ کے باب الاستغفار والتوبۃ کی تیسری فصل) میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت میں اپنے بندے کا درجہ اللہ بلند فرماتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے اے میرے رب! یہ درجہ مجھے کیونکر ملا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے کی دعا سے اس کی مغفرت کی بدولت۔

﴿ مشکوٰۃ شریف: ۲۰۶، ادب المفرد: ۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک قافلہ کو مسجد عشار میں دو یا چار رکعت نماز پڑھنے کو کہا اور فرمایا کہ یوں کہنا ”هٰذِهِ لَآبِیْ هُرَيْرَةَ“۔ یعنی اس نماز کا ثواب ابو ہریرہ کو ملے۔

﴿ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم دوسری فصل: ۳۶۰ ﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے انتقال کا ذکر کیا اور اس کے ایصالِ ثواب کے لئے بہتر صدقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ کرو۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ ”هٰذِهِ لَأُمِّ سَعْدٍ“ کہ یہ کنواں اُم سعد کے لئے ہے۔ گویا اُم سعد کے نام سے کنویں کا عمل سنت صحابہ ہے۔

﴿ مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ دوسری فصل ۶۹ ☆ نسائی شریف ج ۲ ص ۱۳۲ ﴾

﴿ ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ باب فی فصل سقی الماء ﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قربانیاں کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ ﴿ صحیح مسلم جلد نمبر ۲: ۱۵۶ ﴾

چونکہ غوث اعظم رحمہ اللہ اور بزرگان دین کا اُمّتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے اسی لئے مذہبِ حقہ اہل سنت و جماعت گیارہویں شریف اور عرسوں کی محافل منعقد کر کے ان کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں جس میں ان کے درجات کی بلندی کے لئے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے پروردگار سے عرض کرتے ہیں۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایصالِ ثواب کا اُس صالح صحابہ کرام کی سنت ہے۔ ان کے نام سے ایصالِ ثواب کرنا بھی سنت صحابہ ہے۔

ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے عمل سے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ ”عبادتِ مالیہ سے مردوں کو نفع اور ثواب حاصل ہونے میں سب کا اتفاق ہے“۔ ﴿جامع البرکات مسائل اربعین: ۳﴾

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف صالحین کا مذہب ہے کہ میت کو ثواب ملتا ہے۔ ﴿شرح فقہ اکبر و عامہ کتب﴾

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ ﴿تذکرۃ الموتی والقبور﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کا ثواب ارواح کو پہنچانا فی نفسہ جائز اور درست ہے۔ ﴿فتاویٰ عزیزی: ۷۱﴾

بے شک زندوں کی دُعا مردوں کے لئے ان کا صدقہ وغیرہ ان کے لئے درجات کی بلندی میں نافع ہے۔ ﴿العقیدۃ الحمدیہ: ۵۲/۲﴾

—◆●◆◆●◆—

ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے اقوال سے

ایصالِ ثواب کسی کے نام سے نسبت کرنا سنت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کے لئے مالیدہ یعنی دودھ چاول پکا کر فاتحہ پڑھی جائے تو جائز اور دُرست ہے۔ ﴿فتاویٰ عزیزی جلد ۱: ۳۹﴾

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی فاتحہ ۱۲ ربیع الاول کو دیا کرتے تھے۔

﴿انفاس العارفین: ۴۱، درمبین: ۷، دعوات عبدیت: ۹﴾

اولیاء اللہ کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنے کا مطلب ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب ہے اور یہ طریقہ ممنوع نہیں اس لئے اسے حرام کہنا سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ اور اس کو ”ما اهل به لغیر اللہ“ کے تحت حرام کہنے والے گمراہ ہیں۔ لہذا بسم اللہ اکبر کہہ کر جانور کو ذبح کرنے کے بعد کسی کے نام کی خیرات یا صدقہ برائے ایصالِ ثواب کرنا اہل اسلام کا طریقہ ہے۔ یہ طیب اور حلال ہے اگرچہ پہلے اس نام کی نذر مانی گئی ہو کہ محض ایصالِ ثواب ہے۔ ﴿تفسیرات احمد یہ پ ۲: ۲۹﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع چبوترہ پر بہت سے اولیاء اللہ علیہم السلام حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں۔ ان کے درمیان خواجہ نقشبند رحمہ اللہ ہیں جو دوزانو بیٹھے ہیں اور حضرت جنید رحمہ اللہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ پھر یہ سب حضرات چل دیئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے جارہے ہیں۔ تب دیکھا کہ آپ کے ساتھ ایک بزرگ کلیم پوش سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال بھی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ خیر التابین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد ایک حجرہ شریف ظاہر ہوا جس پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ جس کے اندر تمام بزرگ داخل ہو گئے۔ اس کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ حضرت غوث اعظم کا عرس یعنی گیارہویں شریف ہے۔ اس تقریب میں یہ حضرات تشریف لائے ہیں۔ ﴿کلمات طیبہ فارسی: ۷۴ مطبوعہ دہلی﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بغداد شریف میں گیارہویں شریف کا سرکاری طور پر منانے اور عقیدت کے اظہار پر فرمایا ہے کہ غوث اعظم کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ چاند کو سلطان و اکابرین شہر جمع ہو کر عصر سے مغرب تک تلاوت و قصائد و منقبت پڑھتے اور مغرب کے بعد ذکر

خیر کرتے جس سے وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے پھر طعام و شیرینی تقسیم کی جاتی اور بعد نماز عشاء لوگ رخصت ہوتے۔ ﴿ملفوظات عزیزی: ۶۲ فارسی﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام عارف، شیخ کامل عبدالوہاب رحمہ اللہ گیارہویں شریف کے عرس غوثیہ کی پابندی فرماتے تھے جو ہمارے شہروں میں مشہور اور مشائخ میں معروف ہے کہ بعض متاخرین کے نزدیک اولیاء کے وصال کے دن خیر و کرامت اور نورانیت و برکت بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے یوم وصال پر ایصال ثواب کے لئے ختم گیارہویں و عرس کا اہتمام بالعموم کیا جاتا ہے۔ ﴿ما ثبت من سہ: ۱۲۴﴾



ایصال ثواب کا ثبوت مخالفین کے گھر سے

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن کریم، احادیث نبوی اور ائمہ اسلاف کے اقوال سے پیش کرنے کے بعد اس مستحب فعل کا ثبوت مخالفین کے علماء کی کتب سے ملاحظہ کریں تاکہ اس میں ان کی مخالفت کا کوئی جواز باقی نہ رہے اور ثابت ہو جائے کہ ایسا عقیدہ سراسر کتاب و سنت کے خلاف محض بے دینی اور گمراہی پر مبنی ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی پیشوائے علمائے دیوبند نے بیان کیا کہ گیارہویں شریف غوث پاک کی ایصال ثواب کے قاعدہ پر مبنی ہے۔ ﴿فیصلہ مفت مسئلہ: ۱۲﴾

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔ طریقہ چشتیہ کے بزرگوں کے نام کا خاتم پڑھ کر دعا کرے۔ ﴿صراط مستقیم: ۲۵۷﴾

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ جب میت کو کچھ نفع پہنچانا مقصود ہو تو اس کے لئے کھانا کھلانے ہی موقوف نہ سمجھیں، اگر یہ ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ سورہ فاتحہ اور

سورۃ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے۔ ﴿صراط مستقیم: ۶۴﴾

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بیان کیا ہے کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ کو بخش دے کہ جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ ﴿التذکیر حصہ سوم: ۵۵﴾

مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول ہے کہ احادیث سے نفع پہنچنا محقق ہے اور جمہور صحابہ اور آئمہ کا یہ مذہب ہے۔ ﴿تذکرۃ الرشید: ۲۶﴾

مولوی اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دوزانوں بطور نماز بیٹھ کر چشتیہ طریقہ کے بزرگوں حضرت معین الدین سنجر اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے۔

﴿صراط مستقیم: ۱۱﴾



تاریخ اور دن کا مقرر کرنا

مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے لئے تعین یوم گیارہویں شریف کہ گیارہویں تاریخ کو ہی دی جائے تو ہوگی ورنہ نہیں یہ کسی بھی کتاب میں نہیں اس لئے اس پر بحث فضول ہے۔ جب بھی خدا کے نام پر کھانا وغیرہ پکا کر ایصال ثواب کیا جائے جائز ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ تاریخ کا تعین تو صرف احباب کی آسانی کے لئے اکٹھے ہونے پر کیا جاتا ہے۔

مخالفین کے بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ”ایجاد رسم عرس ختم شریف یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ پر جمع ہو جائیں اور ملاقات بھی ہو اور اہل قبور حضرات اور بزرگان دین کی روح کو قرآن کریم کی تلاوت اور طعام

کا ایصالِ ثواب بھی پہنچایا جائے یہی مصلحت ہے۔ ﴿فیصلہفت مسئلہ: ۸﴾
دن اور تاریخ کے تقرر میں غور کیا جائے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھا کہ وعظ فرمانے، نقلی روزے رکھنے اور سفر کرنے کے دن معین فرماتے تھے۔

﴿بخاری شریف﴾

اللہ کریم نے بھی لوگوں کے اعمال اپنی بارگاہ پیش کرنے کے جمعرات کی شام اور جمعہ کا دین معین فرمایا ہے جیسا کہ ”ادب المفرد: ۴۵“ میں بیان ہے۔

اسی طرح بزرگانِ دین نے بھی دن اور تاریخ کے تقرر میں اپنا عمل پیش کیا ہے۔
جن میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد پیر امام عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱
تاریخ کو ختم دلایا کرتے تھے ان کے مشائخ بھی۔ ﴿ما ثبت من سنیہ: ۱۲۴﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۱ تاریخ کو مقرر کرتے جس میں شہر کے اکابرین جمع ہوتے اور عصر کے بعد مغرب تک تلاوت، نعت اور قصائد اور منقبت پڑھتے اور مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے وجدانی کیفیت طاری ہوتی، پھر نیاز کی شیرینی تقسیم ہوتی۔ ﴿ملفوظات عزیزی: ۶۲ فارسی﴾

علیٰ ہذا القیاس دیگر بزرگانِ دین میں سے شاہ ابوالمعانی نے ”تحفہ قادریہ“ ص ۹۰ میں گیارہویں شریف کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ بھی اس کا انعقاد فرماتے تھے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی اس کا انعقاد کرتے۔ بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی

ایصالِ ثواب کے لئے انعقاد فرماتے۔ ﴿فیصلہفت مسئلہ: ۸﴾

ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ اسلاف کا طریقہ اور صالحین کا پسندیدہ عمل ہے۔ جس پر خدا کے رسول کا فرمان اس کی تصدیق فرماتا ہے جس میں ارشاد ہے۔ ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“ کہ جس چیز کو

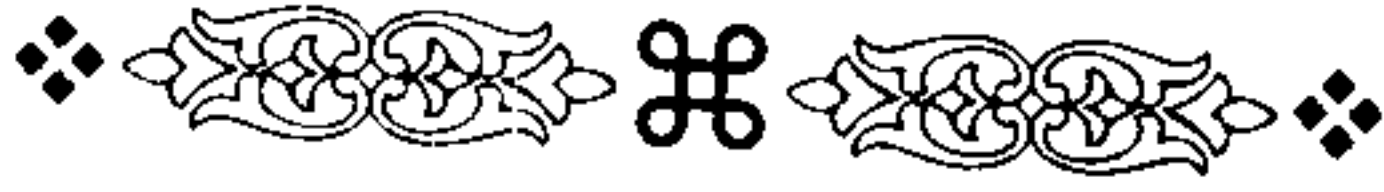
مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

﴿مرقاۃ باب الاعتصام ☆ ابوداؤد طیالسی: ۳۳ ☆ البدایہ والنہایہ: ۱۰/۳۲۸ راز ابن کثیر﴾

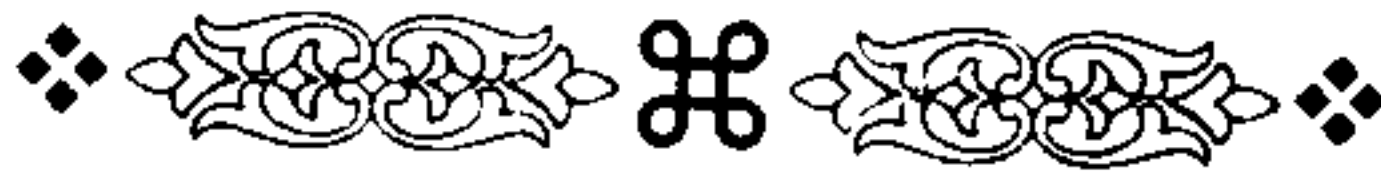
﴿مستدرک: ۸ ج ۳ ☆ کتاب الموفق: ۹۵ ج ۱ ☆ مجمع الزوائد: ۷ ج ۱﴾

شیأ اللہ شرک نہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر
جیلانی شیأ اللہ کا پڑھنا شرک نہیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ کو اطلاع دیتا ہے اور وہ باذنہ حق تعالیٰ
حاجت براری کرتے ہیں ذاتی طور پر ایسا نہیں کرتے۔ ﴿فتاویٰ رشید کامل ۳۳۰﴾





اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالاتِ زندگی



حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہے کہ ایک مرتبہ ایک گلی سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت اور اس کے بچے رو رہے ہیں اور پاس ہی ایک گائے مری پڑی ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ گائے ان کی زندگی کا سہارا تھی جس کے مرنے کے بعد ان کی معاشی بد حالی کا خطرہ تھا کیونکہ وہ عورت بیوہ اور اس کے بچے یتیم تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کو دلی رنج اور دکھ ہوا۔ تو خاموش نہ رہ سکے۔ ٹھہر گئے اور اس بیوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مائی تو یہ چاہتی ہے کہ گائے زندہ ہو جائے۔ عورت نے سنا تو کہا کہ ہم مصیبت کے مارے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یہ سن کر امام صاحب نے مردہ گائے کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا۔ قُمْرِیٰ اِذْنِ اللّٰہِ۔ اس پر گائے زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور امام صاحب چپکے سے چلے گئے تاکہ چہ چاہا نہ ہو۔ امام جعفر صادق صاحب حال تھے جو زبان سے نکل گیا خدا کو پسند آ گیا اور قبولیت ہو گئی اور مردہ جسم میں جان آ گئی۔

حضور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کا گھرانہ صاحب حال کیوں نہ ہو۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا ہر گھرانہ نور کا

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بادشاہ منصور بڑا ظالم تھا۔ ہر وقت امام صاحب کی برائی کا خیال دل میں لگائے رکھتا۔ آخر ایک دن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو

قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نیت سے امام صاحب کو اپنے ہاں بلانے کیلئے اپنے وزیر کو حکم دیا۔ وزیر نے بہتیرا زور لگایا کہ ایسا نہ کریں مگر وہ باز نہ آیا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ ایک گوشہ نشین پر ظلم کا ہاتھ نہ بڑھائیں مگر وہ نہ مانا اور منصوبہ بنایا کہ جب وہ اپنی ٹوپی سر سے اتارے تو اس کے غلام امام صاحب کو قتل کر دیں اور اس کی تکمیل کے لئے امام صاحب کو بلا بھیجا۔

جوں ہی امام جعفر صادق علیہ السلام صاحب بادشاہ منصور کے پاس پہنچے تو بادشاہ حواس باختہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب کے ساتھ تعظیم کرتے ہوئے ان کو اپنی مسند پر بٹھا دیا اور خود تعظیم کھڑا رہا۔ ٹوپی سر سے اتارنے کا خیال بھی نہ آیا۔ اور امام صاحب سے کہا کہ کیا کوئی حاجت ہے تاکہ پوری کی جائے۔ اس پر امام صاحب نے صاف فرما دیا کہ مجھے واپس جانے دو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اس فرمان کو سن کر منصور گر پڑا اور امام صاحب واپس چلے گئے۔ منصور کو ہوش آیا تو وزیر نے وجہ پوچھی کہ قتل کی بجائے تعظیم کیسی اور پھر اس کے بعد گر کر بیہوش ہو جانا بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اس کے جواب میں منصور بادشاہ نے کہا کہ جب امام صاحب نظر آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک بڑا اثر دھامنے کھولے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسی گھڑی میں امام صاحب کو اگر میں کوئی تکلیف دیتا تو اثر دھا ہرگز مجھے نہ چھوڑتا۔ اس کے خوف نے مجھ پر ایسی حالت طاری کر دی کہ مجبوراً اپنی جان بچانے کیلئے ان کا احترام کیا اور خدمت کیلئے بھی عرض کیا۔ اس کے بعد میرے اوسان خطا ہو گئے اور گر پڑا۔ ﴿ما خوذ از خزینہ معرفت﴾



حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الاولیاء حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بھی خدا کے مقبول اور مقرب بندے تھے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ تیرا پیر کون ہے تو آپ نے جواب میں کہا کہ ایک بڑھیا تھی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ غلبہ اور شوق نے مجبور کیا تو میں جنگل میں چلا گیا۔ وہاں پر ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے پاس لکڑیوں کا بھاری بوجھ کا گٹھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ میرا بوجھ اٹھا کر لے چلو اور کہا کہ یہ بوجھ بڑھیا سے نہیں اٹھایا جاتا اس لئے اس کی مدد کرو۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی کمزور تھے اور وہ اتنا بوجھ اٹھانے کی ہمت نہ رکھتے تھے کہ وہ تو خود اپنا بوجھ بمشکل اٹھا سکتے تھے۔ بڑھیا کا بھاری بوجھ کیسے اٹھاتے۔ چنانچہ اس کے اٹھانے کے لئے جنگل میں ایک شیر کو اشارہ کیا تو وہ اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے آگیا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بوجھ شیر کی پشت پر رکھ دیا تا کہ شہر کو لے جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھیا سے کہا کہ شہر جا کر میرے بارے میں کیا کہو گی۔ اس پر بڑھیا نے کہا کہ میں کہوں گی کہ بایزید بڑا ظالم ہے۔ جب وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بتاؤ شیر بوجھ اٹھانے کا مکلف ہے۔ جب شیر بوجھ اٹھانے کا مکلف نہیں تو تم نے کیونکر اس کو اس کا مکلف بنا دیا ہے۔ اس کے ساتھ تو یہ چاہتا ہے کہ میرے کہنے پر لوگ سمجھیں کہ بایزید کے تابع شیر بھی ہیں اور تو بڑا صاحب کرامت ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک اونٹ تھا۔ اُس پر ایک دفعہ اُنہوں نے اپنا اور مریدوں کا بوجھ یعنی سارا مال و اسباب لا کر اس پر انبار لگا دیا۔ کسی نے کہا کہ اس بے چارے جانور پر اس قدر بوجھ لا دیا گیا ہے یہ ظلم ہے۔ اس پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ غور سے دیکھ اور پھر بتاؤ کہ کتنا بوجھ اس کے اوپر ہے۔ جب اُس نے دوبارہ دیکھا تو اُسے نظر آیا کہ سارا بوجھ اونٹ کی پشت سے اوپر ایک ہاتھ اونچا ہے اور اونٹ پر کوئی بوجھ نہیں۔ سبحان اللہ یہ مقام خدا کے محبوب کے غلاموں کا ہے تو آقائے نامدارِ مدنی تاجدارِ مکی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند و بالا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک تنگ راستہ سے گزرنے لگے تو سامنے سے ایک کتا آتا دکھائی دیا۔ اس پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کو راستہ دے دیا اور خود پیچھے مڑ کر راستہ کو اس کے لئے صاف کر دیا۔ جوں ہی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹے انکے پیچھے بہت سے مریدوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک مرید نے کہہ دیا کہ ایک کتے کی خاطر ہم سب کو پیچھے ہٹایا گیا ہے۔ اس اکیلے کو تکلیف کیوں نہ دی گئی ہے۔ جب اکیلا کتا پیچھے ہٹ جاتا تو بہتر تھا۔ جواب میں پیر صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے کتے کو دیکھا تو کتے نے زبان حال سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتا بنا دیا اور آپ کو انسان بلکہ ولی اللہ جس کے پیچھے مریدوں کی جماعت ہے۔ میں نے خدا کا کیا بگاڑا ہے کہ لوگ مجھے نفرت سے دیکھتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سن کر مجھے شرم آگئی اور پیچھے ہٹ گیا تاکہ نفرت کا اظہار نہ ہو۔ اس سے مخلوق خدا سے نفرت کی بجائے اس کی قدر ہوگئی ہے اور خدا کا شکر یہ ادا ہو گیا ہے۔

نگاہِ کرم اُن کی پڑ جائے جس پر

سمجھ لو کہ کھوٹی بھی اُس کی کمری ہے

﴿ما خوز از خزینہ معرفت﴾

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ نے ۴۲۴ ہجری میں وفات پائی۔ وہ بمقام خرقان پیدا ہوئے اور اپنے دور میں بڑے پایہ کے بزرگ اور خدا کے مقبول بندے ہوئے ہیں۔ تصوف میں اُن کو حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ سے نسبت خاص تھی۔ کیونکہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ سال بہ سال دہستان میں شہداء کی قبور کی زیارت کو جاتے تو راستے میں خرقان شہر میں ٹھہرتے اور کھڑے ہو کر کچھ سونگتے اور فرماتے کہ اس چوروں کے شہر میں ایک مردِ ولی اللہ کی خوشبو آتی ہے جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہو گا اور وہ مجھ سے تین باتوں میں بڑھ کر ہوگا۔ ایک یہ کہ وہ عیالدار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ کھیتی باڑی کرے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ درخت لگایا کرتے گا۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ ابتداء میں وہ عشاء کی نماز خرقان میں پڑھتے، باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد وہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضری دیتے، بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہو کر عرض کرتے کہ جو فضیلت حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو عطاء ہوئی ہے اس میں سے کچھ ابوالحسن کو بھی عطاء ہو جائے، اس کے بعد وہ واپس خرقان تشریف لے آتے۔ اُن کا یہ عمل بارہ برس تک جاری رہا، وہ رات کا اکثر و بیشتر حصہ عبادت کرتے ہوئے گزارتے۔

اُن کے پاس ایک باغ تھا۔ اُنہوں نے اس باغ کو جب کھودا تو وہاں سے پہلے چاندی، پھر سونا اور اس کے بعد وہاں سے ہیرے جواہرات نکلے۔ اُنہوں نے کہا کہ

اے خدا دُنیا کی دولت سے بہتر تیری محبت کا طلبگار ہوں۔ تیرا عشق چاہتا ہوں اس لئے عطاء کر دے۔ دُعا قبول ہوئی تو آپ کو وہ مقام عطاء ہو گیا۔

ایک روز ابوالعمر ابوعباس رضی اللہ عنہ اُن کے ہاں تشریف لائے اور طشت میں پانی کے اندر ہاتھ ڈالا تو تازہ مچھلی نکالی۔ اس پر خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ نے ایک قریب کے تنور میں جو جل رہا تھا اپنا ہاتھ ڈالا تو اس میں سے ایک زندہ مچھلی نکالی اور فرمایا کہ آگ سے زندہ مچھلی نکالنی چاہئے۔ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آگ میں گھس کر دیکھیں کہ کون زندہ رہتا ہے۔ اس پر خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ کون زندہ رہتا ہے۔ اس پر ابوالعباس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کے گھر زیارت کے لئے شیخ بوعلی سینا پہنچے تو وہ اس وقت جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جب انکی اہلیہ سے پوچھا گیا کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی کہاں ہیں میں ان کی زیارت کے لئے آیا ہوں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس جھوٹے کانام لیتے جو جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے اور دیکھا کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ ایک شیر کی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لادے آرہے ہیں۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ گھر میں آپ کا یہ حال ہے مگر جنگل میں شیر کو تالِع کر رکھا ہے۔ اس پر جواب دیا کہ گھر میں بھیڑنی کا بوجھ اگر برداشت نہ کرتا تو جنگل میں شیر کیسے تالِع فرمان ہو جاتا۔ بوعلی سینا یہ دیکھ کر خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کے بہت معتقد ہو کر لوٹے کہ وہ سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر ہو گئے تھے اور عشق الہی کی آگ نے ان کے دل کو روشن کر دیا تھا۔

طفیل سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم رُخ بدلے گا طوفان کا

ہمارا بھی کنارے پر سفینہ آہی جائے گا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کے دور میں سلطان محمود غزنوی رضی اللہ عنہ نے ہندوستان

پر متواتر ۱۶ حملے کئے مگر کامیاب نہ ہوا۔ مجبور ہو کر اس نے کسی ولی اللہ کی تلاش شروع کی۔ اس نے سوچا کہ کسی ولی اللہ کی جب تک نظر کرم نہ ہوگی وہ کامیاب نہ ہوگا۔ آخر اُسے خواجہ صاحب کا پتہ مل گیا تو زیارت کرنے کے لئے شوق پیدا ہوا۔ مگر ابھی تک وہ ولی اللہ کی شان نہ جان سکا تھا اس لئے بادشاہی شان کے اظہار کے لئے اپنا قاصد بھیجا اور کہلا بھیجا کہ سلطان محمود ان کی زیارت کا شوق رکھتا ہے اس لئے اُن کے خیمہ تک تشریف لے چلیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے بادشاہ کے ساتھ کوئی کام نہیں۔ درویش کو اتنی فرصت نہیں کہ بادشاہوں کے در پر گھومتا پھرے۔

قاصد نے بادشاہ کے حکم کے مطابق آیت پڑھی ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (النساء: ۵۹) اور کہا اس فرمان الہی کی تعمیل میں آپ کو جانا چاہئے کیونکہ اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقیر تو ابھی ”أَطِيعُوا اللَّهَ“ کے فرمان کی ادائیگی میں ابھی تک پریشان ہے پھر ”أَطِيعُوا الرَّسُولَ“ کا مرحلہ باقی ہے اس کے بعد ”أُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ کا مقام آتا ہے۔ اس لئے فقیر کی حاضری بادشاہ کے دربار میں بہت مشکل ہے۔ یہ سن کر سلطان محمود خود خواجہ صاحب کے در پر حاضر ہوا، مگر بھیس بدل کر آیا۔ خود غلام کے لباس میں اور غلام کو آقا کا لباس پہنا کر بادشاہ کے لباس میں شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ لایا۔ ۱۰ لوٹدیاں بھی مردانہ لباس میں ساتھ تھیں۔ حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے سلام کا جواب دیا مگر تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ غلام کی طرف توجہ کی جو خود سلطان محمود تھا۔ اس پر سلطان محمود نے کہا کہ بادشاہ کی تعظیم نہیں کی گئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو فریب نہ دو۔ اور یہ کہ فقیر کے در پر لوٹیوں کا کیا کام ہے ان کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ اس پر سلطان محمود شرمندہ ہو گیا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب اپنے پیرومرشد کی بات سنائیں۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کسی نے میرے پیرو مرشد حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو دیکھ لیا وہ بد بختی سے بچ گیا اور کامیاب ہو گیا۔ اس پر جرح کرتے ہوئے سلطان محمود نے کہا کہ کیا بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا درجہ حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہے کہ ابو جہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ وغیرہ نے حضور ﷺ کو دیکھا بھی مگر پھر بھی بد بخت رہے۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سلطان تم نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا اور ایسی بات کہہ دی۔ کیا خدا کا فرمان ”وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ“ (پ ۹ سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۱۹۸) کو پڑھا اور سمجھا نہیں کہ اس میں ارشاد ہے کہ محبوب آپ نے ان کو دیکھا کہ تمہاری طرف نظر کرتے مگر بصیرت نہیں رکھتے تاکہ جان سکیں کہ کیا مقام ہے۔ وہ تو ہمیشہ ”بَشَرٌ مِّثْلُنَا“ کہہ کر ظاہری آنکھ سے بشر ہی کہتے رہے۔ دیکھنے والے تو صحابی تھے جن کو بصیرت عطا ہوئی تھی جس کے باعث وہ نبوت اور رسالت پر ایمان لائے۔ اسی طرح سے بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو دیکھنے والے بھی مومن تھے جن کو بصیرت عطا ہوئی تھی اور وہ بد بختی سے بچ گئے۔ معلوم ہوا کہ ہر دور میں ”بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کہنے والے بد بخت ہیں کیونکہ وہ نور مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہیں اور جب تک نور کی عطاء نہ ہو کوئی آدمی نور ایمان حاصل نہیں کر سکتا۔ نور کی ضد کفر کا اندھیرا ہے۔ لہذا وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ بے نور اور کفر کے اندھیرے میں ہیں اس لئے بد بخت ہیں۔

سلطان محمود غزنوی، خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کے مقام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے لئے دعا کی درخواست پیش کر دی۔ دعا کے بعد آپ نے فرمایا کہ پہلے تو بادشاہ محمود تھا اب تیری عاقبت بھی ”محمود“ ہو گئی ہے۔ خوش ہو کر سلطان نے اشرافیوں کی تھیلی بطور نذرانہ پیش کی۔ اس پر خواجہ صاحب نے اپنے پاس سے سوکھی روٹی کا ٹکڑا دے کر فرمایا کہ کھا لو۔ سوکھی روٹی بڑی سخت تھی بڑی کوشش کی کہ اسے چبا لے مگر کھانا

سکھا۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ تجھ سے جو کی روٹی نہیں کھائی جاسکتی تو میں تیری اشرافیوں کو کیونکر نگل سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھیلی واپس کر دی۔ اس پر سلطان محمود نے خواجہ صاحب ﷺ سے تبرک مانگا تو انہوں نے اپنا کرتہ یعنی جبہ مبارک اُتار کر عطاء کر دیا۔ سلطان محمود واپس جانے لگا تو خواجہ صاحب ﷺ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جب تو آیا تھا تو بادشاہ تھا اس لئے تعظیم نہیں کی اب واپس جا رہا ہے تو عاقبت محمود بنا کر درویش بن کر جو قابل تعظیم مقام ہے۔

معلوم ہو گیا کہ ولی کی صحبت میں ایک ساعت سے مقام اس قدر بلند ہو گیا کہ خواجہ صاحب ﷺ کو کہنا پڑا کہ سلطان محمود کو آخرت میں بادشاہت عطا ہو گئی۔ اس کے بعد سلطان محمود میں وہ طاقت آ گئی جس کا مقابلہ کفر نہیں کر سکتا تھا۔

فوج کو چڑھائی کا حکم دیا اور خود خواجہ صاحب کا خرقہ مبارک سامنے رکھا اور اس کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں فتح و نصرت کی دُعا کی جس کی قبولیت ہو گئی۔ فوج نے ایک ہی حملہ میں سومنا تھ کو فتح کر لیا۔ سلطان محمود فاتح قرار پایا اور ہندوستان پر اس کا جھنڈا بلند ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے ۱۶ حملے کر چکا تھا مگر کامیاب نہ ہوا تھا۔ رات سویا تو خواب میں خواجہ ابوالحسن خرقانی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ میرے خرقہ کی کیا عزت کی ہے۔ جواب میں سلطان نے کہا کہ خرقہ مبارک کے وسیلے سے دُعا کی تو ہندوستان فتح ہو گیا۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فقیر کے خرقہ کی قدر نہیں کی۔ اگر تو اس کے وسیلے سے دُعا میں یہ کہتا کہ اہل ہند کو مسلمان کر دے تو ہندوستان کے اندر ایک بھی کافر بُت پرست نہ رہتا سب مسلمان ہو جاتے۔

مقبولانِ بارگاہِ رب العزت کا یہ مقام ہے کہ اُن کے جسم سے جو پکڑا لگ جائے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بھی بڑی قدر ہے۔ تو سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے

مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ ﴿سورۃ الم نشرح: ۲۴﴾ ہو چکا ہے۔ کاش! بد بخت اور گمراہ لوگ بھی صاحب بصیرت ہوں تاکہ خدا کے محبوب کے مقام کو پہچانیں۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ ﷺ نے پہچانا تو ان کے درجات بلند ہو گئے۔

گفتہ او گفتہ اللہ یزد

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقبول بندے محمد بن حسین کی عیادت کو گئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مت گھبراؤ تم تندرست ہو جاؤ گئے اور موت سے ہرگز نہ ڈرو اگر میں تم سے تیس برس پہلے بھی مرجاؤں تب بھی تمہاری جان کنی کے وقت حاضر ہونگا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے اس فرمان کے بعد وہ بزرگ تندرست ہو گئے۔ وقت گزرتا گیا، حتیٰ کہ جب خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تیس برس ہو گئے تو محمد بن حسین پر جان کنی کا وقت آ گیا۔ جب یہ حالت طاری ہوئی تو یکا یک وہ باادب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ وعلیکم السلام آئیے تشریف لائیے۔ پھر اپنے صاحب زادے سے کہنے لگے کہ بیٹا خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعدے کے مطابق تشریف لے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک نورانی جماعت جوان مردوں کی ہے اور وہ اس لئے آئے ہیں تاکہ مجھے تسلی دیں کہ موت سے نہ ڈروں اور یہ کہہ کر وہ جاں بحق ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تین چیزوں کی غائت کو میں نہ جان

سکا۔

پہلی یہ چیز کہ حضور نبی کریمؐ خاتم النبیین ﷺ کے مراتب، درجات، مقامات، کمالات اور خصائص کو۔ دوسری چیز اپنے نفس کے مکر کو۔ تیسرے معرفت کی غایت کو۔ باوجودیکہ میں نے ۳۷ رسال حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق زندگی گزاری ہے، یہاں تک کہ ایک سجدہ شریعت کے خلاف نہیں کیا، ایک سانس بھی شریعت کے خلاف نہیں لیا۔

خواجہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ وہ روئے زمین کے خزانوں پر فریفتہ نہیں کیونکہ اس کے عوض مجھے خدا مل گیا ہے جو ان تمام خزانوں کا مالک ہے، وہ جب چاہے کسی کو سب کچھ عطاء کر دے۔ مگر سب سے بڑی دولت ایمان ہے جو عطاء ہو گئی ہے اور حضور ﷺ کی غلامی میں اخلاص کا تحفہ پالیا ہے۔ اسی لئے میں نے عافیت تنہائی میں پائی ہے اور سلامتی خاموشی میں۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اس شہر سے پانی پیا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ۔ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ لَهُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ الَّتِي“ ﴿مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرّب الیہ﴾ پہلی فصل کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ نوافل کی ادائیگی میں جب اس مقام پر پہنچتا ہے کہ میرا مقرب بن جاتا ہے تو میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں اور جب وہ میرا دوست ہو جاتا ہے تو میں اس بندے کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوٹا اور بولتا ہے۔

خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت میں ہر شخص کا تعلق ٹوٹ جائے گا مگر وہ تعلق جو میرے اور خدا کے درمیان ہے وہ ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ! مجھے ایسے مقام میں رکھ جہاں میری خودی درمیان میں باقی نہ رہے بلکہ

سب کچھ تو ہی تو ہو۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے بھی مقام والے بزرگ گزرے ہیں کہ سال بھر سجدے میں رہتے اور وہ بھی جو دو سال تک سجدے میں رہتے مگر اُمت محمدیہ ﷺ کو یہ مقام ملا ہے کہ بندہ کی ایک ساعت کی فکر بنی اسرائیل کے مقبولان کی سال بھر اور دو سال بھر کی عبادت کے برابر ہو جاتی ہے۔
خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جواں مردوں کی آنکھیں عالم غیب پر لگی رہتی ہیں تاکہ عالم غیب سے وہ چیزیں ان کے دل پر نازل ہوں جن کا ذائقہ انبیاء کرام نے دیکھا ہے تاکہ وہ بھی اس ذائقہ کو چکھیں اور اس کے مقبول بندے ہو جائیں۔

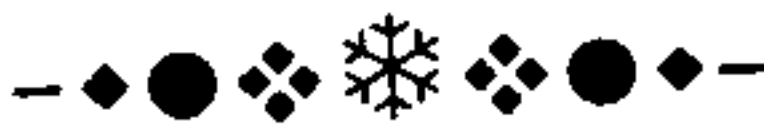
واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحی تیرا
نہیں سُننا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر ایسے بندے بھی ہیں کہ اُن کے دل میں ایسی روشنی ہوتی ہے کہ اگر عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہو رہا ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ اپنی تجلی ڈالیں تو سب کو اس طرح جلا ڈالیں جس طرح مرغ کے پروں کو آگ جلا ڈالتی ہے۔ اولیاء اللہ ﷺ کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اگر اس میں سے ذرہ برابر یوں پر آ جائے تو زمین و آسمان کی مخلوق گھبرا جائے
جب اولیاء اللہ ﷺ کا یہ مقام ہے تو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اسی لئے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے نور حضور نبی کریم رُوف الرحیم ﷺ معرفت الہیہ کے ایسے بے پایاں سمندر ہیں کہ اگر ایک قطرہ اس سے باہر آ جاتا تو تمام عالم دُنیا اور اس کے مکین غرق ہو جاتے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان سے دین اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا اس عالم سے جو دنیا کا طالب اور حریص ہے، کیونکہ حضور سید عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے“۔ لہذا ایسا عالم دنیا کی خاطر دین اسلام کی توہین کا مرتکب اور اس کو نقصان پہنچانے والا ہے کہ وہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے شانِ مصطفیٰ ﷺ کی توہین کر کے اسلام کو دنیا کے سامنے ذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ اسی طرح سے وہ زاہد عابد جو بے علم اور اپنی جہالت کے باعث دین اسلام کی توہین کا سبب ہے۔

کاش توہینِ مصطفیٰ ﷺ کے مرتکب لوگ حضور ﷺ کے مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ دین اسلام کو نقصان پہنچانے سے باز آجائیں، کیونکہ حضور ﷺ کا فیض ہی اولیائے کرام سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ عالم علم کو اختیار کرتا ہے، زاہد زہد کو اور عابد عبادت کو کہ وہ اس کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک کو پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ خود پاک ہے اور پاکیزگی سرور کائنات، فخر موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہے کہ حضور ﷺ ”يَتَلَوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُذَكِّرُهُمْ“ ﴿پ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹﴾ کی آیت کے مطابق پاک کرنے والے ہیں۔ لہذا گستاخانِ رسول اور بے ادب لوگوں کا دامن حضور ﷺ سے وابستہ نہیں، اس لئے وہ خدا تک رسائی نہیں پاسکتے۔ ان کی زبان پلید ہے جو ان کی کذب بیانی کی وجہ سے ناپاک رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناپاک زبان والے ناپاک لوگ کسی صورت پسند نہیں۔ ﴿ما خوذ از خزینہ معرفت﴾



حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی مقبولانِ رب العزت میں سے اس لئے ہو گئے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات کے مظہر بن کر اہل لاہور کی ہدایت کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ پیر و مرشد کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ وہ لاہور جائیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلائیں تاکہ گمراہ لوگ ہدایت پائیں۔ پیر کا فرمان سنا تو عرض کیا کہ وہاں پر حضرت حسن زنجائی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی موجود ہیں پھر میری ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر پیر کا حکم سنا تو مصلحت اسے میں سمجھی کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس لئے فوراً حکم کی تعمیل میں روانہ ہو گئے۔ لاہور پہنچے تو شہر کی فصیل کے باہر قیام فرمایا کیونکہ تمام دروازے بند ہو چکے تھے کیونکہ رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو شہر سے جنازہ آتا دیکھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت پتہ چلا کہ پیر کے فرمان میں کیا حکمت تھی۔ کیونکہ یہ جنازہ حضرت حسن زنجائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا جن کے بعد یہ کام داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہو چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندوں کو پہلے سے خبر ہو جاتی ہے اسی بنا پر خواجہ ابوالحسن ختکی رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ اہل لاہور کو ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ ”مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ“ (جو اللہ کا ہے اللہ اس کا ہے) کے فرمان پر ایمان جن کا نہیں وہی اولیاء اللہ کے مقام کے منکر ہیں۔ جب غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ مقام ہے تو سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کے مقام، حضور ﷺ کے کمالات، حضور ﷺ کے علم، اختیارات، حضور ﷺ کی نورانیت اور جملہ عطاؤں کا

کتنا بلند مقام ہے کہ جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے خود اعلان فرما دیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ ﴿سورۃ الم نشرح: ۴﴾ کہ تیرا ذکر ہم نے تمہارے لئے بلند کر دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی بد مذہب کا انکار کیونکر قبول ہو سکتا ہے جو حضور سید عالم ﷺ کی توہین کرتے ہوئے حضور ﷺ کے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسے بد مذہب لوگوں کا دعویٰ تو حید خدا کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا جو حضور ﷺ کے علم کو مثل نادان اور پاگلوں کے کہہ کر انکار کرتے ہیں (حفظ الایمان)۔ حضور ﷺ کو بے خبر کہتے ہیں (تقویۃ الایمان) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور نبی کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ) اور یہ کتب جن میں حضور فخر آدم و بنی آدم ﷺ کی توہین پر مبنی بیانات ہیں، دیوبندی عقائل باطلہ اور وہابی عقائد باطلہ کے اظہار ہیں، کیونکہ ان کے مصنفین مولوی اشرف علی تھانوی، اسماعیل دہلوی، اور خلیل احمد امبیٹھوی دیوبندی وہابی ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان ہے کہ جس جگہ انہوں نے قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک ہندو بت پرست نے اپنے استدراج سے عوام کو گمراہ کر رکھا تھا اور استدراج سے گمراہ کرنے والے کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال ہے۔ استدراج کی وجہ سے محیر العقول کام سرزد ہو گئے جن سے وہ عوام کو گمراہ کرے گا۔ اس بنا پر عورتیں شہر سے دودھ کے برتن اٹھا کر اس ہندو بت پرست کے ہاں جاتیں اور دودھ پیش کرتیں۔ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو ان کو روکا۔ انہوں نے بتایا کہ اگر وہ وہاں پر دودھ پیش نہ کریں تو ان کی بھینسیں بیمار ہو جاتی ہیں۔ خدا کے ولی نے فرمایا کہ دودھ یہاں مسکینوں کے لئے دیے گا اس کے لئے میرا وعدہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

چنانچہ ہندو بت پرست کے پاس دودھ کا جانا بند ہو گیا۔ اس نے جب یہ دیکھا

کر کہ اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان فقیر آگیا ہے تو اس نے سوچا کہ جب تک اسے
ٹھکست نہ دی جائے گی اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا، نہ اس کی کوئی قدر و قیمت ہوگی۔
اس نے حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ سے مقابلہ کی ٹھان لی اور ولی کو ٹھکست دینے کی
غرض سے ہوا میں اُڑنے لگا۔ اس پر حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ نے بُت پرست کی
مرمت اور اس کو سزا دینے کی غرض سے اپنے جوتوں کو جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے جسے
کھڑاواں کہتے ہیں، ہوا میں پھینک دیا وہ کھڑاویں کافر کے پیچھے اُڑتی ہوئی پہنچیں ”اس
کافر کی خوب مرمت کی۔ اس کے سر پر اس قدر چوٹیں آئیں کہ کافر مجبور ہو کر نیچے آگیا
اور ولی اللہ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے قدموں میں گر گیا اور دل و جان سے اسلام
قبول کر کے آپ رحمہ اللہ کا مرید ہو گیا۔ تبلیغ دین کا کام بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہو گیا
اور اہل لاہور پر خدا کے رسول کی نظر کرم ہو گئی اور اہل لاہور کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔
خواجہ معین الدین چشتی ہندال ولی رحمہ اللہ جب تبلیغ دین کے سلسلہ میں ہندوستان
میں وارد ہوئے تو راج پوتانہ جانے سے پہلے وہ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ کے مزار
پر حاضر ہوئے اور آپ کے قدموں میں بیٹھ کر چالیس روز چلہ کیا۔ آپ کے قریب
میں رہ کر خدا کی یاد میں مصروف رہنے سے جو حاصل ہوا اور جن کمالات کی عطاء ہوئی
اس کو بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کمالاں را راہ نما

اس شعر میں انہوں نے داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا
ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کا فیض اس جہاں عام اس لئے ہوا کہ وہ سرورِ کائنات
فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے مظہر ہیں۔ وہ نہ صرف عوام کے پیر و مرشد ہیں بلکہ کامل
بزرگوں کے لئے راہ نمائی میں اپنے کمال پر ہیں۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۵ھ میں وصال ہوا۔ وہ بڑے مردِ خدا ہوئے ہیں ان کا مزار مرو میں ہے۔

ان کے پاس ایک دفعہ ایک عورت آئی اور کہا کہ ان کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے آپ دُعا کریں کہ وہ واپس ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صبر کرو وہ واپس آ جائے گا۔ واپس گھر جاؤ تمہارا لڑکا تم کو مل جائے گا۔ وہ واپس گھر پہنچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر میں موجود ہے۔ اس نے لڑکے سے پوچھا تو لڑکے نے بتایا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور نگہبان میری حفاظت کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کو میں نہیں جانتا تھا وہ مجھے وہاں سے یہاں لے آیا ہے۔ اس واقعہ کو عورت نے خواجہ صاحب کے سامنے بیان کیا اور تعجب کا اظہار بھی کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تجھ کو خدا کے حکم پر تعجب کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور شاگرد آصف بن برخیا آنکھ جھپکنے سے پہلے ہزاروں میل دور ملک صبا سے بلقیس کا تخت کیر لے کر حاضر ہو گیا وہ نہ راستہ بھولے اور نہ کسی سے پتہ دریافت کیا بلکہ مجلس سے جدا بھی نہ ہوئے اور بڑا وزنی تخت اٹھا کر لے آئے اور حاضر خدمت کر دیا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اِنَّا اَتَيْنَكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرَفُكَ“ (پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۲۰) میں بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کا ولی آصف بن برخیا جسے کتابِ توریت سے کچھ علم حاصل تھا وہ اسے اٹھا کر لے آئے گا آنکھ

جھپکنے سے پہلے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو خدا کا شکر یہ ادا کیا کہ ایسی نعمت اور کمال بن کے شاگرد آصف بن برخیا کو خدا نے عطا کیا کہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔

ایسی صورت میں حضور نبی کریم، خاتم النبیین ﷺ کے ولی کی کرامت پر تعجب کیوں ہے جب ہر جگہ خدا کے حکم کا ہی ظہور ہے جو ولیوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اور نبیوں کی اتباع میں خلوص کا مظہر ہے۔



غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

آیات قرآن کریم اور احادیث پاک کے مطالعہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ خدا کے رسول کے فیض کا ظہور ہوا تو اولیائے کرام علیہم السلام کی جماعت دُنیا میں ہدایت کا وسیلہ بن گئی۔ اصحاب کہف کا کتا اس لئے جنتی ہو گیا کہ اس نے اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کی، انسان بھی اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ اولیاء کی کرامات سراسر حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا ہی ظہور ہیں۔ جن میں سے چند بزرگ ہستیوں کا ذکر بطور نمونہ پیش خدمت ہے.....

انہیں بزرگ ہستیوں میں غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بھی ہیں جنہوں نے ”اقامت دین“ اور ”احیاء اسلام“ کے لئے ”شریعت اور طریقت“ کا درس، جہاد بالنفس کی تلقین، عشق الہی کا جذبہ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیغام دیا۔ اپنی بے شمار کرامات کے اظہار سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے دُنیا کو روشناس کرایا۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے بھی ان کی لگاتار کرامات کا ذکر کر کے ان کے مقام کو دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ غوث اعظم رحمہ اللہ نے مردہ دلوں کو مسیحائی عطا فرمائی جو سراسر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کا صدقہ تھا۔ عبدالقادر آپ کا مشہور نام ہے آپ حسنی و حسینی سید ہیں، لقب محی الدین اور قرب الہی میں یکتا ہیں۔

قندیل نورانی، محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی، سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو جو کچھ ملا سب خدا تعالیٰ اور خدا کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا تھی، جس

عطا کا ذکر سورہ توبہ میں.....

اَغْنَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ط ﴿پ﴾ سورہ التوبہ آیت نمبر ۷۲ ﴿﴾
 ترجمہ: غنی کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے
 اس قربت کی رو سے حضور نبی کریم ﷺ غنی کرنے والے، نعمتیں عطا کرنے
 والے ہیں جس کی بنا پر اولیاء اللہ کے وجود کا ظہور پذیر ہوا اور ہر دور کے اندر حضور
 ﷺ کا یہ فیض تا قیامت جاری ہے کیونکہ مقام نبوت اور رسالت مصطفیٰ ﷺ تا
 قیامت قائم ہے۔

تم کو تمہیں سے مانگ کر مانگ لی سارے جہاں کی خیر
 تجھ سا کوئی سخی نہیں، مجھ سا کوئی گدا نہیں



بشارتِ مصطفیٰ ﷺ

”ہجۃ الاسرار“ میں بیان ہے کہ غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۰ھ
 میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے پہلے ان کے والد محترم حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کو خواب
 میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی جس میں خدا کے رسول ﷺ نے بشارت
 سنائی اور فرمایا ”سَيَكُونُ لَكَ وَلَدٌ وَهُوَ وَلِيُّ اللّٰهِ وَمَحْبُوبِي وَمَحْبُوبُ اللّٰهِ وَ
 سَيَكُونُ لَهُ شَانٌ فِي الْاَوَّلِيَاءِ كَشَانِي فِي الْاَنْبِيَاءِ“۔ کہ عنقریب ان کے ہاں بیٹا
 پیدا ہوگا جو میرا دوست اور محبوب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا بھی دوست اور محبوب ہوگا۔ اس کا
 مقام اولیاء اللہ میں ایسا ہوگا جیسا کہ میرا مقام انبیاء میں ہے۔ چنانچہ پیدا ہوئے تو
 رمضان کا مہینہ تھا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ دن بھر روزہ رکھتے سحری کے وقت ماں کا
 دودھ نوش فرما کر سارا دن دودھ نہ پیتے اور مغرب کے وقت افطار کرتے کہ پھر ماں کی

گود میں بیٹھ کر دودھ پی لیتے۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں ولی ہر آن میں
دودھ چھوڑا ماں کا ماہ رمضان میں

—◆●◆◆●◆—

پیدائشی ولی

عید کے چاند پر اختلاف ہو گیا تو شہر کے نامور بزرگ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کی خدمت میں آئے اور سادات کے گھرانہ میں اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے عید چاند کے بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے صاف بتا دیا کہ میرے بیٹے عبدالقادر کا آج روزہ ہے لہذا عید کا چاند نہیں ہوا عید الفطر کل ہوگی۔ یہ شان غوث الاعظم کو خدا نے عطا کی کہ پیدا ہوتے ہی ایک بہت بڑے اختلاف کا حل پیش کر کے اپنے مقام ولایت کا اظہار فرمایا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ نے پیدا ہوتے ہی یہ مقام عطا فرما دیا تھا۔

—◆●◆◆●◆—

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کا مقام

حقیقت یہ ہے کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بھی بڑے بلند مقام والے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد محترم ایک دن روزے سے تھے کہ افطاری کا وقت ہو چکا تھا اس لئے افطاری کے لئے سیب کھالیا۔ مگر جوں ہی سیب کو نگل کر روزہ افطار کیا گھبرائے کہ جلدی میں خیال نہ رہا کہ بغیر اجازت کے کسی کا سیب کھا گئے۔ پریشانی اس قدر ہو گئی کہ اس لقمہ کو حلال کرنے کے لئے سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اس سے مل کر قیمت ادا کی جائے یا پھر اجازت

حاصل کر کے اس کو حلال بنا لیا جائے۔ مالک سے ملے تو اُس نے قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ ایک شرط پیش کر کے ان کو اپنے پاس روک لیا۔ شرط یہ تھی کہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کریں اور اس کے بعد وعدہ کریں کہ اُن کی لڑکی کے ساتھ نکاح کریں گے جو زبان سے ہاتھوں اور پاؤں سے اور نظر سے مفلوج ہے۔ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے محض اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے قبول کر لیا۔ جب وہ وقت گزر گیا تو نکاح کا وعدہ بھی پورا کر دیا۔ بعد نکاح جب لڑکی کے کمرے کی طرف روانہ کئے گئے تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین باسلیقہ لڑکی تلاوت قرآن کریم کر رہی ہے۔ واپس لوٹنے لگے تو لڑکی نے خود اس مسئلہ کا حل پیش کر دیا کہ میرے باپ نے جو کہا تھا اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں نے اپنی زبان ہاتھ پاؤں اور نظر کو شریعت مطہرہ کے مطابق استعمال کیا ہے کوئی حرکت شریعت کے خلاف نہیں ہوئی پاک دامن ہوں۔ جب ماں اور باپ اس قدر اسلامی روایات کے پابند خدا کے رسول حضور سید عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا ضابطہ حیات بنانے والے ہوں تو بیٹا بھی غوث الاعظم رحمہ اللہ خدا کے رسول ﷺ کا منظور نظر اور اللہ والا ہی ہوگا۔

غوث اعظم رحمہ اللہ درمیان اولیاء

چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

—◆●◆❖◆●◆—

تعلیم دین کے لئے سفر میں ڈاکوؤں کو ولی بنا دیا

شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ چند سال کے ہو گئے تو بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے باہر نکلے اور ایک گائے کے پیچھے وہ بھی دوڑ پڑے۔ گائے نے زبان حال سے پکار کر کہا کہ اے عبدالقادر! تم کھیل کو دور ہو و لعل کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ اللہ

تعالیٰ نے تمہیں کسی بڑے کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ غوث الاعظم رحمہ اللہ نے اپنی ماں سے گائے کا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹا دین کی تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ اُن کی والدہ محترمہ نے دین کی تعلیم کے حصول کے لئے اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے بغداد روانہ کر دیا۔ چالیس دینار اخراجات کے لئے بچہ کے سپرد کر دئے اور حفاظت کے لئے گرتے میں سی کر چھپا دیئے اور قافلہ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت ماں رونے لگی اور بتایا کہ بیٹا ابھی ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ آخری ملاقات ہے، کیونکہ میرا وصال قریب ہے۔ اس لئے وصیت کی کہ بیٹا جھوٹ نہ بولنا، کیونکہ جھوٹ سے زبان پلید ہو جاتی ہے اور مومن تو پاک ہے، اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھنا، پلید نہ ہونے دینا۔ غوث الاعظم رحمہ اللہ کی والدہ نے کیا خوب کہا۔

اُن کے دامن سے ہوئے وابستہ

سب سے دامن چھڑا لیا ہم نے

قافلہ روانہ ہو گیا اور منزلیں طے کرنے لگا۔ قافلہ ایک وادی سے گزر رہا تھا کہ اچانک کچھ ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ڈاکو قافلہ والوں کا سارا مال و متاع لوٹ کر اپنی بربریت دکھا رہے تھے۔ چند ڈاکو غوث الاعظم رحمہ اللہ کے پاس بھی آگئے اور پوچھا کہ بچے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟۔ غوث الاعظم رحمہ اللہ نے صاف بتا دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ انہوں نے بچہ سمجھ کر مزید بات نہ کی کہ شاید بچہ ہنسی مذاق کر رہا ہے۔

انہوں نے قافلہ والوں سے مال جمع کیا اور اپنے سردار کے پاس جو ان کا سرغنہ تھا وہ سارا مال پیش کر دیا۔ اس نے پوچھا کہ کوئی شخص بچ تو نہیں گیا جس سے مال نہ لیا ہو اس پر ڈاکوؤں نے غوث الاعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا کہ ایک بچہ ہے جو یہ کہتا

تھا کہ اس کے پاس بھی مال ہے۔ سردار نے غوث الاعظم ﷺ کو بلا کر خود پوچھا تو اُس کو معلوم ہو گیا کہ ان کے پاس بھی مال ہے کہ آپ کے گرتے میں چالیس دینار ہیں۔ سردار نے کہا کہ اے بچے! لوگ دولت کو چھپاتے ہیں مگر تم خود ظاہر کرتے ہو۔ مثل مشہور ہے کہ ”اے بیل آ مجھے مار“ تم نے ایسا کیوں کیا ہے کہ خود اپنی دولت پیش کر رہے ہو۔ غوث الاعظم ﷺ نے جو جواب دیا، اُس سے ڈاکوؤں کے سردار کی کایا پلٹ گئی، آپ نے اسے فرمایا کہ میں اپنے ایمان کو بچاؤں یا دولت کو بچاؤں۔ میں نے ایمان کو بچانے کے لئے دولت کو ظاہر کر دیا ہے، کیونکہ میری ماں کا حکم تھا کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔

غوث الاعظم ﷺ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ اس نے ڈاکوؤں کے سردار کو توبہ پر مجبور کر دیا۔ اس نے کہا کہ ایک بچہ اپنی ماں کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا اور میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کے حکم کی پرواہ نہیں کی، ہمیشہ نافرمانی کرتا رہا، میں کیونکر نجات پاسکتا ہوں۔ ڈاکوؤں نے سنا تو وہ بھی تائب ہو گئے۔ غوث الاعظم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی تو ساٹھ ڈاکو ولی اللہ ہو گئے آپ کی پاک زبان نے یہ اثر دکھایا کہ سبھی پاک مومن اور خدا کے برگزیدہ ہو گئے۔ خدا کے محبوب ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب ﷺ کا بھی مقام ہے کہ آپ کی ولادت پر خدا کے رسول کا فرمان ”وَهُوَ وَلِيُّ اللَّهِ وَمَحْبُوبِي وَمَحْبُوبُ اللَّهِ“ آپ پورا ہو گیا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے



بغداد پہنچنے پر بارانِ رحمت کا نزول اور اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم و تربیت

غوث الاعظم ﷺ بغداد پہنچے تو رحمت کا نزول ہوا۔ بارش کے لئے بادل اُٹھ آئے اور اہل بغداد اس رحمت سے فیض یاب ہو گئے۔ کوئی بھی محروم نہ رہا کہ ان کے زیر سایہ ہو گئے۔ اس دور کی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ ہوا تو حفظ قرآن، کتب فقہ اور احادیث کا مطالعہ شروع ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ تیرہ علوم کے حصول کی امتیازی شان پا کر فارغ التحصیل ہوئے اور اس کے بعد تصوف اور طریقت کی منزلیں بھی طے کر لیں۔ جوانی کی بہار بھی آگئی جو کسی خوشخبری کی منتظر تھی۔

—◆●◆❖◆●◆—

عطاءے مصطفوی ﷺ

ایک دن ظہر کی نماز کے لئے انتظار میں بیٹھے تھے کہ آفتاب ہدایت طلوع ہو گیا۔ ایسی سہانی گھڑی آگئی جو ان کے لئے مخصوص تھی کہ سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی زیارت کا شرف بیداری میں حاصل ہو گیا۔ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بیٹا جو کچھ تمہیں عطاء ہو چکا ہے دُنیا کو اس سے فیض یاب کرو۔ وعظ کرو اور دُنیا سے تار بکی کو دور کرو۔

آپ ﷺ نے خدا کے رسول ﷺ کے سامنے اپنے عجز کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ میں عجمی ہوں کہ جیلان کا رہنے والا ہوں اور بغداد کے لوگ عربی ہیں، ان کے سامنے میرا کلام اور اس کی فوقیت کیسے ظاہر ہوگی۔ اس پر سرکارِ مدنی تاجدارِ عرب و عجم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹا اپنا منہ کھولو۔ تب حضور سید عالم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن شریف

سات مرتبہ عطا فرمایا اور ساتھ ہی نفس قدسی سے ”ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ“ ﴿پ ۱۲ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵﴾ پڑھ کر دم فرمایا اور پھر تشریف
لے گئے۔



عطاءے حیدری رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم بھی تشریف لے آئے اور ان کے سامنے بھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب
انکساری کا اظہار کیا تو انہوں نے بھی کمال مہربانی سے اپنا لعاب دہن شریف ۶ مرتبہ
عطا فرمایا۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کے رسول ﷺ نے تو ۱۷ مرتبہ عطا
فرمایا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے مقام ادب کی وجہ سے ایک بار
کم عطا فرمایا ہے۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان کہ آپ کو بھی وہ فیض ملا کہ جو حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا تھا اور وہ شہنشاہ اولیاء اللہ ہو گئے۔ وہ فیض حضرت فاطمہ الزہراء
رضی اللہ عنہا کو عطا ہوا تو وہ سیدۃ النساء ہو گئیں اور وہ فیض امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ملا تو وہ
سیدۃ الشہداء ہو گئے۔



محی الدین کا لقب

حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کو ایسی عطاء ہو گئی کہ دنیا میں
اور کسی کو نہ ہوئی۔ آپ کے بیان میں ایسی تاثیر ہو گئی کہ جو سنتا وجد میں آ جاتا۔ آپ
نے ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سلسلہ وعظ و کلام شروع فرمایا ستر ستر ہزار کا مجمع ہوتا جو
سنتا برائی کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا لیتا۔ ان کی کلام کا اثر تھا کہ اکثر لوگ اولیاء اللہ ہو گئے

حضور غوث پاک ﷺ کے درس و تدریس اور وعظ و کلام نے اسلام کو زندہ کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ سڑک پر چلتے ہوئے غوث پاک ﷺ نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے پر ایک بیمار شخص لیٹا ہوا ہے۔ اُس نے پکار کر کہا کہ اے عبدالقادر! مجھے پکڑ کر اٹھاؤ۔ اس پر غوث پاک ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ غوث پاک ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں دین اسلام ہوں، میں بیمار تھا، تمہارا ہاتھ لگا تو میں تندرست ہو گیا ہوں، تم محی الدین ہو، دین اسلام کو زندہ کرنے والے ہو۔ اس کے بعد آپ کا لقب محی الدین ہو گیا۔

اور یہ سارا فیض حضور نبی کریم ﷺ کا تھا، جس کے صدقہ میں مردہ قوم میں دوبارہ زندگی کی لہر دوڑ گئی نبی کریم ﷺ کا معجزہ کرامات اولیاء اللہ کی صورت میں دُنیا میں تاقیامت جلوہ گری کر رہا ہے۔ کاش! گمراہ لوگ بھی ہدایت پائیں اور فیض سے محروم نہ رہیں۔



فسق و فجور کی سیاہ گھٹاؤں اور مشکلات کا دور

غوث الاعظم ﷺ کے آنے سے پہلے مصر میں اگرچہ اسلامی حکومت تھی مگر باطنی فرقہ اسلام دشمنی کے سبب اسلام کی جڑیں کاٹ رہا تھا۔ مراکش میں اسلامی حکومت تھی مگر وہاں کے نام نہاد حکمران عیش پرست اور تکبر اسلام ہو چکے تھے۔ ہندوستان کے اندر سلطان محمود غزنوی کے بعد پرچم اسلام سرنگوں ہو چکا تھا۔ ہلاکو خاں کے حملوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ کتب اسلامی کو دشمن اسلام نے جلا کر رکھ کر کے دریائے دجلہ میں بہا دیا جو کئی روز تک سیاہ ہو کر بہتا رہا اور بغداد کی تباہی کا منظر پیش کرتا رہا۔



انتقلا بی دور

آخر رحمت خداوندی جوش میں آئی تو جس طرح خشک سالی کے بعد رحمت کی سیاہ گھٹائیں مژدہ جاں افزا لے کر آتی ہیں اسی طرح غوثِ اعظم ﷺ کا وجود مجسم رحمت خداوندی لے کر ظہور پذیر ہو گیا، جس نے ظلم و ستم کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ مصر کے اندر باطنی فرقہ کا قلع قمع ہو گیا۔ مراکش میں دوبارہ پرچمِ اسلام بلند ہوا۔ ہندوستان کے اندر علاء الدین خلجی کے دور نے اسلام کا نام بلند کر دیا کہ اسی دور میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی ﷺ کی کرامات سے دہلی کے لوگ اسلام کی ضیاء باریوں سے منور ہو رہے تھے۔ جہاں غوثِ اعظم ﷺ کی نظر کرم سے ان ممالک میں اسلام کا پرچم بلند ہوا وہاں ہلا کو خاں کے خاندان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ہلا کو خاں کا بیٹا اور اس کا بھانجا دونوں مسلمان ہو گئے اور خاد میں حرمین شریفین بن گئے۔ المختصر غوثِ اعظم ﷺ کی نظر جس پر ہوتی اس کی قسمت کو چار چاند لگ جاتے اور وہ دین و دنیا میں فلاح پاتا۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے



مردہ دل زندہ ہو گئے

حضور غوثِ الاعظم ﷺ کا وجود سراسر سرورِ کائنات، فخر موجودات، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا ترجمان تھا۔ اس کے اندر ایسی تاثیر تھی کہ جس نے مردہ دلوں کو زندگی بخشی۔ یہی وجہ تھی کہ نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسی ہستیاں معرضِ وجود

جہاں اجتماعی طور پر فیض کا یہ چشمہ پھوٹ پھوٹ دُنیا کو سیراب کر رہا تھا۔
انفرادی طور پر بھی با کمال تھا۔ اس قدر بے انتہا با کمال تھا کہ اس کا احاطہ کرنا بیان سے
باہر ہے۔ جس کے بارے میں چند واقعات مُثبتِ نمونہ از خروارے پیش کئے جاتے
ہیں تاکہ گمراہ لوگ ہدایت پائیں۔ درحقیقت وہی لوگ اولیاء اللہ کی صحبت سے محروم
رہتے ہیں جو سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے گستاخ اور بے ادب ہیں کہ مثل
ابلیس کے وہ بھی مردہ ہو چکے ہیں، اس لئے ان کو ہدایت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔



مُردہ زندہ ہونے پر عیسائی پادری ایمان لے آیا

غوث الاعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک عیسائی پادری کو لایا گیا جو عیسائیت کا جال پھیلانے کے لئے عوام کو چیلنج کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اس لئے ان کا مرتبہ مسلمانوں کے نبی سے بلند و بالا ہے، لہذا عیسائیت میں نجات ہے۔ وہ پادری اس طرح مسلمانوں کو عیسائیت کے دام فریب میں لانے کی مکر وہ چال چلتا تھا۔ غوث اعظم رحمہ اللہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں خدا کے رسول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو کر مردوں کو زندہ کر کے دکھا دوں تو کیا تم اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور مسلمان ہو جاؤ گے؟۔ اُس نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں نہ صرف خود اسلام قبول کروں گا، بلکہ دوسروں

کو بھی اس کی تبلیغ کروں گا۔ اس پر غوث اعظم رحمہ اللہ اس کو قبرستان میں لے گئے اور فرمایا کہ جس قبر کی طرف اشارہ کرو گے اسی کو زندہ کیا جائے گا۔ اس عیسائی نے ایک پرانی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو زندہ کر دو تو مان لوں گا۔

غوث اعظم رحمہ اللہ نے بحالت کشف اس قبر والے کو دیکھا تو بتایا کہ یہ ایک گویا تھا۔ اگر چاہو تو معہ ساز کے گاتا بجاتا قبر سے باہر آئے۔ جوں ہی عیسائی نے ہاں کی تو حضور غوث اعظم رحمہ اللہ نے ”قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ“ پڑھ کر اشارہ کیا تو وہ گویا ساز بجاتا ہوا قبر سے باہر زندہ ہو کر سامنے آ گیا۔ عیسائی پادری نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں کر سکتا مگر اسلام کے نام لیوا ہیں خدا نے ایسی طاقت بخشی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اسی کا نام کرامت ہے جو اسلام کی سر بلندی کا ایک زندہ ثبوت ہے اور حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تا قیامت جاری ہے۔



مرغی زندہ ہو گئی

غوث الاعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے لڑکے کو تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے پیش کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت مدرسہ میں پڑھنے والے اپنے بچے کو دیکھنے آئی تو اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کمزور ہو گیا ہے سوکھی روٹی کھا رہا ہے۔ بعد میں غوث اعظم رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئی تو دیکھا کہ غوث پاک مرغی کا گوشت کھا رہے ہیں۔ اس عورت نے فوراً کہہ دیا کہ میرا بیٹا سوکھی روٹی کھائے اور آپ مرغ کا گوشت۔ یہ سن کر غوث پاک نے فرمایا کہ ہڈیاں اکٹھی کی جائیں۔ پھر ان ہڈیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ”قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ“ تو اسی وقت وہ مرغی زندہ ہو گئی جس کی یہ ہڈیاں تھیں۔ پھر فرمایا کہ مائی تیرا بچہ ابھی پہلی منزل میں ہے اس لئے سوکھی روٹی کے

لائق ہے۔ جب اس منزل پر پہنچے گا تو وہ بھی مرغ کا گوشت کھائے گا کہ وہ بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور نظر بن جائے گا۔



بڑھیا کے بیٹے کا بارہ برس بعد زندہ ہونا

غوث الاعظم رحمہ اللہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت روتی ہوئی آہ وبکا کر رہی ہے اور بے حد پریشان ہے۔ جس پر نظر کرم ہو گئی تو آپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ عورت نے کہا کہ پہلے وعدہ کریں کہ مدد کریں گے تب بیان کروں گی۔ آپ نے وعدہ کر لیا تو اس عورت نے بتا دیا کہ بارہ برس گزر گئے ہیں کہ اسی دریا میں اس کا بیٹا شادی کے بعد معہ دلہن اور بارات کے کشتی پر سوار ہوا تو واپسی پر دریا میں ڈوب گیا۔ اس وقت سے میرا رونا اور گریہ وزاری کرنا بند نہیں ہوتا۔ ہر روز فریاد کرتی رہتی ہوں پتہ نہیں میری فریاد کب سنی جائے گی تاکہ مجھے چین نصیب ہو۔ اس پر غوث اعظم رحمہ اللہ تڑپ اٹھے اور کہا کہ تیرا رونا میری برداشت سے باہر ہے اس لئے تیری جگہ اب میں روتا ہوں جب تک میری پکار نہ سنے گا میں رونا بند نہیں کروں گا۔ یہ کہا اور سجدے میں سر رکھ کر خدا سے فریاد کرنے لگے اور اس وقت تک فریاد جاری رکھی جب تک آواز نہ آئی کہ تیری پکار کو سن لیا ہے اور قبول ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دریا کی لہروں میں جوش آیا جس سے کشتی دوبارہ سطح آب پر آ گئی اور دولہا معہ دلہن اور بارات کے دوبارہ زندہ ہو کر سطح آب پر آ گئی۔ دولہا معہ دلہن اور بارات کے دوبارہ زندگی پا کر ظاہر ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

جب محبوب خدا ﷺ کے محبوب ولی اللہ کا یہ مقام ہے تو حضور سید عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق ”هُوَ مَحْبُوبِي وَمَحْبُوبُ اللَّهِ وَوَلِيُّ اللَّهِ“ کی شان کیسے کم ہو سکتی ہے جس کو سارا فیض خدا کے محبوب نے بحالت بیداری زیارت کرا کے عطا فرما دیا تھا۔ اور وہ خدا کے منظور نظر ہو گئے تھے۔ یہ سارا فیض اس امر کی دلیل ہے کہ غوثِ اعظم ﷺ کا ایمان ”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ ﴿پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳﴾ پر اس کمال پر پہنچ چکا تھا کہ آپ کسی طور بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوتے۔ لہذا جب تک رحمت کا ظہور نہ ہوتا وہ دوسرا خیال بھی دل میں نہ لاتے۔ یہی ولایت کا مقام ہے جسے گمراہ لوگ سمجھنے سے عاری ہیں اور تعلق بالرسول کے بغیر تو حید کا دعویٰ کر کے ابلیس کا عقیدہ اپناتے ہیں کیونکہ وسیلے کے منکر تعلق بالرسول ثابت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر ولی اللہ اور مرشد کامل کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ وہ تو ان کے سائے سے بھی بھاگتے ہیں۔

غوثِ پاک ﷺ کی کرامات کا ظہور درحقیقت رسول خدا ﷺ کا فیض تھا جو پھوٹ پھوٹ کر ہر موقع پر ظاہر ہوتا تھا۔ اس لئے مردوں کو زندہ کرنا درحقیقت حضور ﷺ کے معجزہ کا ہی ایک رخ تھا جس کو میاں محمد بخش ﷺ آف کھڑی شریف نے اپنے الفاظ میں پکار کر سنا دیا ہے۔

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے، او گن دے گن کر دا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

مگر جس کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کا احترام نہ ہو وہ ولی کو کس نگاہ سے دیکھے گا۔ ایسے ہی لوگ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور ولیوں کے مقامات کا ٹھٹھا کرنے والے ہیں، بلکہ ان کی صحبت سے بھاگتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف اور دیگر سورتوں میں ولیوں کا ذکر کر کے خبیثوں کی خباثت کا اظہار کرنے کے لئے خود اعلان فرمادیا ہے کہ ایسے لوگ منکر قرآن ہیں اور اصحاب کہف کا کتا ان سے بدرجہ بہتر ہے کہ وہ ولیوں کی صحبت میں رہ کر جنتی ہو گیا مگر یہ لوگ اس صحبت کے ہی منکر ہیں تو نجات کیسے پاسکتے ہیں۔



کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دولہا دریائی

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تفسیر نعیمی“ کے اندر بیان کیا ہے کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے دریا کی سطح پر آنے والا دولہا کبیر الدین دریائی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اپنی ماں کی نصیحت پر عمل پیرا ہو کر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا اور پیر کے حکم پر عمل کرتے ہوئے گجرات شہر میں تبلیغ دین کے سلسلہ میں پاکستان کے اس شہر میں قیام پذیر ہو گیا، جہاں اُن مزار اب بھی موجود ہے، اور پنجاب کے لوگ شاہِ دولا کے نام سے اُن کو یاد کرتے ہیں، اُن کی کرامت ہر دور کے اندر اس طرح پر ظاہر ہوتی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو وہ خدا کے اس ولی کے در پر پہنچ کر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر یہ عہد کرتا ہے کہ اس کا پہلا بچہ ولی کا مرید بنادیں گے تو وہ بچہ ولی پیدا ہوتا ہے، جس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سرباقی لوگوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری اولاد میں ایسی کوئی نشانی نہیں ہوتی۔

درحقیقت ولی کی ہر کرامت خدا کے رسول ﷺ کا فیض ہے۔ تو پھر ولی اللہ کے

در سے منہ موڑنا حقیقت میں نبی کے معجزہ کا انکار ہے۔ لہذا ایسے منکر لوگ گستاخ رسول نہ ہوں تو اور کیا ہوں گے۔ خدا کے نزدیک لعنت اور عذابِ الیم انہیں کے حق میں ہوئی ہے۔

غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات کا ذکر ”فلائد الجواہر“ اور ”ہجۃ الاسرار“ میں ہے جن میں سے چند کا ذکر پیش کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا یہ مقام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر اور کتنا بلند ہے۔ مگر اس کے باوجود گستاخ اور بے ادب لوگ اس قدر جاہل ہیں کہ وہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مخالفت سے باز نہیں آتے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دُھو آں نہیں
وہی لامکاں کے مکین ہوئے سرِ عرشِ تختِ نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بلکہ ہر ولی کو ولایت سے اس امر کا ثبوت ملتا کہ ولی اللہ کا ایمان انبیاء کے بعد ساری مخلوق سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے ان کی صحبت سے مومن کے ایمان میں استقامت اور تقویت عطا ہوتی ہے اس کا ثبوت قرآنِ کریم کی آیات کے اندر موجود ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اُن کی صحبت اختیار کرو اور اُن کا وسیلہ اختیار کرو۔ لہذا اولیاء اللہ کا ذکر اور انکی صحبت فرمانِ الہی پر عمل ہے مگر اس کی مخالفت فرمانِ الہی کی تکذیب اور اس کی مخالفت ہے۔ لہذا فرمانِ الہی پر عمل پیرا ہوتے ہی غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کی چند کرامات کا اور ذکر پیش کیا جا رہا ہے جو سراسر ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

ظالم کے ہاتھ سے سیب میں کیڑے پڑ گئے

ابو مظفر خلیفہ وقت حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ اوپر ہوا میں اٹھایا تو دو سیب ہاتھ میں آ گئے۔ انہوں نے ایک سیب خلیفہ کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ پھر دونوں سیب چیرے گئے تو خلیفہ کے ہاتھ والے سیب میں کیڑے پڑے ہوئے نظر آ گئے مگر دوسرا سیب جو غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا وہ چیرا گیا وہ بالکل ٹھیک اور خوشبودار نکلا۔ خلیفہ نے وجہ پوچھی تو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب سیب میرے ہاتھ میں آئے تو دونوں صحیح تھے لیکن جب اُن میں سے ایک سیب آپ کے ہاتھ میں پہنچا تو اس میں فوراً کیڑے پڑ گئے۔ یہ اس لئے ہوا ہے کہ خلیفہ وقت کے ہاتھ ظالم کے ہاتھ ہیں جو عوام کا خون چوستا ہے اور سراسر اسلام کے منافی کام کرتا ہے۔ جب تک وہ ظلم کرتا رہے گا اس کا اظہار ہوتا رہے گا۔ اس لئے اُسے توبہ کرنی چاہئے اور ولی کے در پر پہنچ کر وہ اپنے ظلم کو چھپا نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ در اُس کا در ہے جس کا تعلق باللہ قائم ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ در ہدایت کا در ہے اور جو ولی اللہ کے در سے منہ موڑتا ہے وہ سرکش، نافرمان اور ظلم کا پرستار اور راندہ درگاہ الہی ہے۔



ولی اللہ کا مقام بحال کرنا

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ذکر میں یہ بھی بیان ہے کہ ایک ولی کی ولایت چھن گئی کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اس لئے وہ خدا کی بارگاہ میں بد بخت قرار پا گیا۔ اس نے اس کے بعد توبہ کے لئے کئی اولیاء اللہ سے رجوع کیا لیکن کامیاب نہ

ہوا، حتیٰ کہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) ولیوں نے بارگاہِ ایزدی میں اُس کے لئے دُعا کی مگر مقبول نہ ہوئی۔ جواب میں معلوم ہوتا کہ وہ بد بخت ہو گیا ہے۔ جب اُس کی قسمت جاگنے کا وقت آ گیا تو اچانک غوثِ اعظم ﷺ کے دربار میں اُس کی حاضری ہو گئی۔ اُس نے اپنی بد بختی کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ آپ بھی اُس کے لئے خدا سے فریاد کریں۔ غوثِ اعظم ﷺ نے فریادی کی فریاد کو سنا تو تڑپ اُٹھے، فوراً بارگاہِ ایزدی میں سوال کر دیا۔ مگر جواب میں وہی کچھ سنتے جو پہلے ولی سن چکے تھے کہ وہ بد بخت ہے۔ آپ کا ”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ ﴿پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳﴾ پر عمل کا یہ مقام تھا کہ آپ ہر بار جواب سن کر پھر سوال کر دیتے اور عرض کرتے کہ مولا! یہ شخص تیری مخلوق ہے، اس پر رحم کرنا تیری شان ہے، اور میں اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تیری مخلوق سے محبت رکھتا ہوں اور تیری رحمت سے نا امید نہیں ہوں۔ آخر جب ستر مرتبہ یہی عرض کی تو خدا کی رحمت جوش میں آ گئی، اور جواب آ گیا اِفْعَلْ مَا تُرِيد۔ کہ اے عبدالقادر اب بس کرو تمہیں اختیار ہے کہ جیسے چاہو اپنی مرضی کے مطابق اسے مقام عطا کر دو۔

لوحِ وقت پہ ہم حرفِ آخر ہو جائیں
آؤ لوگو! ہم پہلے جیسے پھر ہو جائیں

— ♦ ● ♦ ♦ ● ♦ —

آپ ﷺ کی دُعا سے ایک عورت صاحبِ اولاد ہو گئی

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ ولیاں دے آئی
ولی نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی
ایک عورت اولاد سے محروم تھی۔ غوثِ پاک ﷺ کے در پر دُعا کے لئے حاضر ہوئی تاکہ اس کی قسمت میں بھی اللہ عز و جل کی طرف سے اولاد عطا ہو جائے۔ غوثِ

پاک ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھانے سے پہلے فرمایا کہ مائی تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر قسمت میں ہوتی تو پھر آپ کے در پر آنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس پر غوثِ اعظم ﷺ نے اس کی مدد کے لئے خدا کے دربار میں عرض کی کہ اے مولا! ایک بچہ عطاء کر دے تاکہ اس کی تقدیر بدل جائے۔ جواب ملا کہ اس کے مقدر میں اولاد نہیں ہے۔ پھر غوثِ پاک ﷺ نے عرض کی کہ اگر ایک نہیں تو دو بچے عطا کر دے۔ جواب ملا کہ نہیں ہیں۔ غوثِ پاک ﷺ کا یہ ایمان کہ وہ خدا کے در سے ناامید نہ ہوتے تھے اس لئے پھر تین کے لئے سوال کر دیا، مگر جواب ملا کہ اس کی قسمت میں نہیں ہیں۔ چوتھی بار عرض کی تو بھی جواب نفی میں ملا۔ آپ نے پھر پانچ مرتبہ سوال کر دیا اور نفی میں جواب سن کر مایوس نہ ہوئے اور بار بار سوال کرتے ہی رہے۔ آخر ساتویں مرتبہ سوال کیا کہ سات بچے عطا کر دے اور کہا کہ تیری مخلوق ہے اس پر رحم فرمانا ہی تیری شان ہے۔ میں اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تیری مخلوق کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ خدا کی رحمت جوش میں آئی تو دعا قبول ہو گئی۔ غوثِ پاک ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تمہاری قسمت بدل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سات بچے عطا فرمائے گا۔ چنانچہ جو ایک بچہ کے لئے ترستی تھی اللہ تعالیٰ نے سات بچے عطا کر دیئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ غوثِ پاک ﷺ کی زبان پاک تھی اور خدا کی ذات پر غیر متزلزل ایمان تھا کہ وہ اس سے کبھی ناامید نہ ہوئے۔ نہ صرف یہ بلکہ خدا کی مخلوق کی مدد کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا جو مومن کی صفات ہیں، لہذا غوثِ پاک ﷺ کی صحبت میں جو گیا، خالی واپس نہ آیا۔ اسی کا نام دین ہے۔ مگر جو اولیاء کی صحبت اور فیض کے منکر ہیں وہ ان تمام صفات سے محروم ہیں۔ محض زبانی دعویٰ ایمان اور اس پر عمل کا فقدان منافق کی نشانی ہے۔ لہذا انکار منافقت کی دلیل ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

بغداد کے تاجر کی غیبی امداد

بغداد کے ایک تاجر نے سات سو دینار کا مال تجارت اُونٹوں پر لا کر روانگی سے پہلے دُعاے خیریت کرانے کے لئے بغداد کے شیخ حماد ولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا، تاکہ ملکِ شام میں بخیریت پہنچ کر مال تجارت فروخت کر کے واپس لوٹے اور نفع کمائے۔ شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو جواب میں پتہ چلا کہ تاجر پر ڈاکہ پڑے گا اور وہ قتل ہو جائے گا اور مال لوٹ لیا جائے گا۔ اس لئے شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا کہ سفر ہرگز نہ کرے۔ تاجر مایوس ہو کر لوٹا تو راستہ میں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نظر آ گئے اس پر تاجر نے غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دامن تھاما اور اپنی مدد کے لئے درخواست پیش کر دی۔ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو وہی جواب ملا کہ سفر نہ کرے ورنہ قتل ہو جائے گا اور مال لوٹ لیا جائے گا۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے اور تاجر کے لئے بار بار دُعا فرماتے رہے، حتیٰ کہ قبولیت ہو گئی اور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محافظ ہے سفر کر سکتے ہو

وہ تاجر روانہ ہو گیا اور بخیریت ملکِ شام پہنچ گیا اور مال تجارت فروخت کر کے خوب نفع کمایا۔ شام کے وقت وہ کسی مقامِ جنگل میں قضاے حاجت کے لئے بیٹھا تو جلدی میں نقدی والا تھیلہ وہیں بھول کر اپنے ڈیرے پر آیا، روپیٹ کر سو گیا۔ جوں ہی وہ سویا اس نے خواب میں دیکھا کہ اس پر ڈاکہ پڑ گیا ہے اور ڈاکو اسے قتل کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہو گئے اور اس کا مال تجارت لوٹ لیا گیا ہے۔ ایسی خطرناک خواب کی وجہ سے وہ فوراً بیدار ہو گیا۔ جوں ہی وہ بیدار ہوا اُسے اپنا بھولا ہوا

تھیلایا دیا گیا۔ فوراً جنگل میں پہنچا اور تھیلا اٹھا کر لے آیا کیونکہ اس وقت تک کوئی شخص وہاں نہ پہنچا تھا اور اندھیرے میں نہ دیکھ سکا تھا۔

اس کے بعد وہ تاجر بغداد واپس آیا تو سب سے پہلے شیخ حماد رحمہ اللہ ہی ملے۔ اس نے بتایا کہ اس کا بحفاظت شام پہنچنا اور واپس آ جانا محض اس وجہ سے ہوا ہے کہ غوث الاعظم رحمہ اللہ کی دعا قبول ہو گئی کہ اس کا قتل اور ڈاکہ پڑنا جو مقدر میں لکھا تھا خواب میں بدل گیا۔ یعنی خدا کی ذات نے اس واقعہ کو خواب کا حکم دے کر غوث الاعظم رحمہ اللہ کی فریاد رسی فرمادی۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے اپنی دعا سے اپنے غیر منززل ایمان کا ثبوت فراہم کیا، اسی کا نام استقامت دین ہے جو اس کے مقبول بندوں میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے اور اس سے دوسروں کو بھی سبق ملتا ہے، مگر اولیاء اللہ کی صحبت سے محروم رہنے والے بلکہ اس کی مخالفت کرنے والے استقامت دین سے محروم ہیں اس لئے گمراہ ہیں۔

غوث الاعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں ابو مظفر خلیفہ وقت حاضر ہوا اور اشرافیوں کی تھیلی بطور نذرانہ پیش کی۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے تھیلی کو پکڑا اور خوب دبایا یہاں تک کہ اس کے اندر سے خون نکل آیا۔ تب آپ رحمہ اللہ نے تھیلی واپس لوٹا کر فرمایا کہ اس تھیلی میں سے غرباء کا چوسا ہوا خون ظاہر ہو گیا ہے اور خلیفہ کو تلقین فرمائی کہ آئندہ غربا اور مساکین پر ظلم بند کرو جو خون کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔



طاعون کی وباء سے نجات

شہر بغداد کے اندر ایک مرتبہ طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور لوگ اس قدر مرنے لگے کہ عوام غوث اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ عوام طاعون سے نجات

حاصل کر سکے۔ غوث اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مدرسہ غوثیہ کے کنوئیں سے پانی اور مدرسہ کی گھاس لے جائیں اور گھاس کو اس پانی میں گھوٹ کر مریضوں کو پلائیں۔ چنانچہ شہر کے لوگوں نے اس پر عمل کیا تو طاعون سے نجات پا گئے اور وبا ختم ہو گئی۔

غوث اعظم رحمہ اللہ کا ایک مرید بوقت عصر آیا تو اس نے دیکھا کہ نماز باجماعت ہو رہی ہے فوراً جماعت میں شامل ہو گیا اور اسی حالت میں غوث پاک رحمہ اللہ کے پیچھے نماز عصر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر غوث پاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا وضو کا خیال رکھا کرو بغیر وضو کے نماز میں شامل ہو گئے۔ یہ غوث اعظم رحمہ اللہ کا مقام ہے کہ مرید کے وضو کا بھی وہ خیال رکھتے۔ مرید وضو کرنا بھول گیا تو اس کے پیر صاحب نے اس کی غلطی اس کو بتا کر اس کا وضو درست کروایا تو اس مرید سے گناہ کا ارتکاب کیسے ہو سکتا ہے کہ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا پیر اس پر نظر رکھتا ہے۔ جو لوگ ولی اللہ کی ذات سے متنفر ہیں وہ لوگ گناہوں سے کیونکر بچ سکتے ہیں اس لئے ایسے لوگ گمراہ ہیں کیونکہ وہ خدا کے فرمان **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾ کے منکر ہیں۔



ڈاکو کو ولی بنا دیا

ایک مرتبہ غوث الاعظم رحمہ اللہ کا جنگل سے گزر رہا تو ایک ڈاکو نے غوث پاک رحمہ اللہ کے جبہ مبارک کو چھیننے کے لئے ہاتھ ڈال دیا کیونکہ وہ بڑا قیمتی تھا۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے دیکھا تو اس کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ عز و جل جس نے میرا دامن پکڑ لیا ہے قیامت تک اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ڈاکو بھی آپ کا مرید ہو کر مقبول بارگاہ رب العزت ولی ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو خدا کی مخلوق کے ساتھ کس قدر محبت ہے کہ جو بھی قریب ہو اس کی دنیا بدل گئی۔ چور اور ڈاکو بُری نیت

کے ساتھ آیا تو ولی اللہ کی دعا نے اس کی تقدیر بدل کر رکھ دی اور اس کو خدا کے ساتھ ملا دیا۔ ثابت ہوا کہ جو لوگ اسے شرک قرار دیتے ہیں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ولی اللہ تو خدا سے ملانے والا ہے۔ ولی اللہ شرک نہیں سکھاتا بلکہ دین پر استقامت کا درس دیتا ہے۔



چور کو قطب بنا دیا

ایک مرتبہ ایک شخص چوری کی نیت سے غوث الاعظم رحمہ اللہ کے گھر میں داخل ہوا۔ مگر جوں ہی اندر داخل ہوا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ چوری کرنے کی بجائے ڈر کر چھپ گیا۔ باہر سے کسی نے دستک دی اور کہا کہ فلاں علاقہ کا قطب فوت ہو گیا ہے۔ غوث الاعظم رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ خضر (علیہ السلام) ہوں اور قطب لینے آیا ہوں اور ابھی چاہئے دن چڑھنے کا انتظار نہیں کر سکتا کیونکہ ڈر ہے کہ کہیں اتنی دیر میں وہ علاقہ برباد نہ ہو جائے۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے حکم دیا کہ چھپے ہوئے آدمی کو خضر کے حوالے کیا جائے وہ اس علاقے کا قطب بنا دیا گیا ہے۔ چور نے کہا کہ حضور میں چور ہوں۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیا تو چور تھا اب قطب ہو گیا ہے۔ غوث پاک رحمہ اللہ کی یہ شان کہ جو بھی آیا فیض پا گیا اگرچہ چور ہو یا ڈاکو۔ ثابت ہوا کہ ولی اللہ کے قریب ہونے والا خدا کے قریب ہو کر اس کا مقرب بن جاتا ہے اور جو اس کا مقرب ہو جائے وہ مشرک نہیں ہو سکتا لہذا گستاخان رسول کا یہ عقیدہ کہ ولی کے در پر جانا اور فیض حاصل کرنا شرک ہے سراسر باطل اور گمراہی ہے۔ کیونکہ قربت الہی کا مقام پانا دین ہے شرک ہرگز نہیں۔ لہذا شرک کہنے والے خود گمراہ اور خدا سے دور ہیں۔



بیک وقت ستر گھروں میں افطاری

ایک مرتبہ افطاری کے لئے ستر مریدوں نے غوث اعظم رحمہ اللہ کی ایک وقت میں دعوت کردی جسے غوث اعظم رحمہ اللہ نے قبول فرمالیا۔ روزہ کی افطاری کے وقت سب کے گھروں میں وہ حاضر ہوئے اور افطاری کی۔ افطاری کے بعد تمام مرید یہی کہتے کہ افطاری اس کے گھر میں ہوئی ہے جس سے حضور نبی کریم ﷺ کے مقام حاضر و ناظر کا ثبوت ملتا ہے یہ حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے کہ غوث پاک رحمہ اللہ نے ستر گھروں میں ایک ہی وقت پر حاضر ہو کر بطور کرامت ظاہر فرمادیا۔

— ◆ ● ◆ ❖ ◆ ● ◆ —

مٹکا کے اندر مفلوج لڑکا تندرست ہو گیا

ایک مرتبہ بغداد کے ایک تاجر نے غوث اعظم رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ جب غوث اعظم رحمہ اللہ تاجر کے ہاں پہنچے تو اُس نے ایک مٹکا پیش کر دیا جس کے اندر ایک مفلوج لڑکا بیٹھا تھا۔ بیچارہ چلنے پھرنے سے معذور تھا۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹا باہر آؤ تو وہ لڑکا جو بیمار تھا تندرست ہو گیا اور باہر نکل آیا۔ تاجر بہت خوش ہوا کہ ولی اللہ کی زبان میں یہ تاثیر خدا نے پیدا کر دی کہ آواز سن کر بیمار تندرست ہو گیا۔ وہ دلوں کی بیماری بھی اسی طرح دور کر کے خدا کا مقرب بندہ بنا دیتے ہیں جو ان کی کرامات ہیں۔

— ◆ ● ◆ ❖ ◆ ● ◆ —

عذابِ قبر سے نجات مل گئی

بغداد شہر کے قبرستان سے چیخوں کی آواز اور آہ و زاری سن کر لوگ گھبرا گئے وہ غوث پاک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ قبر والے کی مدد کریں

اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ قبر والا مجھ سے حسن ظن رکھتا تھا؟ کیا کبھی اس نے مدرسہ میں حاضری دی؟ کبھی نماز پڑھی۔ لوگ نہ بتا سکے کیونکہ وہ اس سے واقف نہ تھے۔ تب غوث پاک رحمہ اللہ نے حالت کشف خود معلوم کرنا چاہا تو فرشتے نے بتایا کہ وہ غوث پاک کے ساتھ حسن ظن رکھتا تھا اس کی مدرسہ میں حاضری ہوئی تھی۔ تب غوث پاک رحمہ اللہ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس کا عذاب دور ہو گیا اور اس کی چنچیں بند ہو گئیں۔ عالم برزخ میں بھی اللہ کے ولی مدد کر کے قبر کے عذاب کو دور کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی دعا خدا قبول کر کے صاحب قبر کو بخش دیتا ہے۔



شیخ احمد کے شیر کو غوث پاک رحمہ اللہ کے کتے نے ختم کر دیا

شیخ احمد رحمہ اللہ ایک بزرگ ولی اللہ جس جگہ جاتے شیر پر سوار ہو کر جاتے اور شیر کے لئے ایک گائے خوراک کے لئے پیش کی جاتی۔ ایک مرتبہ وہی بزرگ غوث اعظم رحمہ اللہ کے ہاں بھی شیر پر سوار ہو کر حاضر ہوئے۔

جب شیر کے لئے ایک گائے کو لایا گیا تو اس کے ساتھ غوث پاک رحمہ اللہ کا ایک کتا بھی آ گیا جس نے آتے ہی شیر پر حملہ کر دیا اور چیر پھاڑ کر اُسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد سے شیخ احمد رحمہ اللہ نے شیر کو ساتھ لے جانا بند کر دیا کہ وہ اس واقعہ سے بہت شرمندہ تھے کہ وہ غوث پاک رحمہ اللہ کے در پر ایسی صورت میں آئے جو اُن کی شان کے خلاف تھی۔ اسی لئے غوث پاک رحمہ اللہ کے کتے میں یہ ہمت ہوئی کہ اس نے ایک شیر کو ختم کر دیا جو غوث پاک رحمہ اللہ کی شان کے خلاف اپنی طاقت کو دکھانے کے لئے لایا گیا تھا۔



اپنے بیٹے کی بشارت دے دی

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ گھر والے رونے لگے کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس پر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو ابھی وقت نہیں آیا ابھی تو میری پشت سے میرا بیٹا یحییٰ پیدا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تندرست ہو گئے اور پھر کافی عرصے کے بعد اللہ کو پیارے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔



دریائے دجلہ کی طغیانی رک گئی

ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں اس قدر طغیانی آ گئی کہ اہل بغداد مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ مجبور ہو کر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اہل بغداد کی مدد فرمائیں۔ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ میں ایک عصا لیا اور دریا کی طرف چل پڑھے وہاں پہنچ کر عصا کو ایک مقام پر گاڑ دیا۔ عصا کو نصب کرنے کے بعد فرمایا کہ اے دجلہ! اس حد کے اندر رہو۔ اس کے بعد دریائے دجلہ اس حد سے کبھی باہر نہ آیا نہ اہل بغداد کے لئے مصیبت بنا۔ اللہ کے مقبول بندوں اولیاء اللہ کی حکمرانی دریاؤں پر بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دریائے نیل کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رقعہ دریا کو پہنچا تو خشک دریا رواں ہو گیا۔



دوسیر گندم میں برکت

غوث اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک مسکین نے اپنی تنگی گزارہ کی شکایت کی تو غوث پاک رحمہ اللہ نے اس مسکین کو دوسیر گندم عطا فرما کر کیا کہ اس کا آٹا پسوا کر تھیلہ میں محفوظ کر لو۔ مگر ایک مرتبہ اس کی بیوی نے آٹے کو تول ڈالا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ولی اللہ کی کرامت پہ شک ہوا تو اس کو جانچنا چاہا، جس کی وجہ سے کرامت کا اثر جاتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر کرامات اولیاء اللہ پر یقین نہ رکھنے کی بنا پر اس سے محروم رہتے ہیں۔ جب وہ خدا کے نبی کے معجزات پر یقین اور ایمان سے محروم ہیں تو اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے فیض سے محروم کیوں نہ ہوں گے۔



خطبہ کے دوران زیارت رسول اکرم ﷺ

غوث اعظم رحمہ اللہ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ان کا مرید خاص علی ہتی جو پہلی صف میں آپ کے سامنے خطبہ سن رہا تھا، سو گیا جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں، غوث پاک رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ان کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو رہی ہے، اس لئے آپ اٹھ کر منبر سے اتر کر علی ہتی کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے۔ جب علی ہتی بیدار ہوئے تو دیکھا کہ پیر سامنے باادب کھڑا ہے۔ غوث پاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو نظر آیا ہے وہ بیان کرو تا کہ لوگ مغالطہ میں نہ آجائیں۔ علی ہتی نے عذر پیش کیا، مگر پیر کے حکم پر صاف بتا دیا کہ سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی زیارت ہوئی ہے۔ پیر نے پوچھا کہ حضور سید عالم ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ تو مرید نے صاف بتا دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ غوث اعظم رحمہ اللہ کا

دامن نہ چھوڑنا، جس کے صلہ میں قیامت میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ جس کا دامن غوثِ پاک ﷺ کے ہاتھ میں ہو گیا، وہ شفاعت نبی کا حقدار ہو گیا۔ مرید چنے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، مگر غوثِ پاک ﷺ کا یہ مقام کہ اُسی وقت حضور سید عالم ﷺ کی زیارت بیداری میں کی کہ خدا کے نبی کے محبوب ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں۔

غوثِ پاک ﷺ نے مرید سے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان سنا، تو بے ساختہ فرمایا۔ ”مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي“ کہ میرے مرید و ذراندہ ڈرو کیونکہ اللہ ہمارا رب ہے اور بڑا مہربان ہے، وہ ہماری فریاد کو سنتا اور مدد کرتا ہے۔

— ◆ ● ◆ ❖ ◆ ● ◆ —

غوثِ پاک ﷺ کا اعلان

پھر فرمایا کہ اگر میرا مرید مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور وہ مشرق میں ہو اور میں اس وقت مغرب میں ہوں اور میرا مرید فریاد کرے تو میں اس کی مدد کروں گا۔ یہ مقام مجھے اس لئے ملا ہے کہ ”قَدَمُ النَّبِيِّ عَلَى رَقَبَتِي وَقَدَمِي هَذِهِ عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيٍّ اللَّهِ“ کہ نبی کریم ﷺ کا قدم میری گردن پر ہے اور میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

— ◆ ● ◆ ❖ ◆ ● ◆ —

خوانہ معین الدین چشتی ﷺ پر فیض عطاء

جب غوثِ اعظم ﷺ یہ اعلان فرما رہے تھے، عین اُسی وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی ﷺ بغداد سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر کابل کے پہاڑوں کے اندر ایک غار میں مصروف عبادت تھے کہ عالم کشف میں غوثِ پاک کا اعلان سن لیا تو اپنی

گردن جھکا کر فرمانے لگے۔ ”بَلْ قَدَمَاكَ عَلَى رَأْسِي وَ عَمِيصِي“ بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر غوث پاک رحمہ اللہ کا قدم ہے۔ اس کا صلہ یہ ملا یہ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کو ہندالوی کا مقام عطا ہو گیا اور وہ ہندوستان کے اندر راج پوتانہ میں تبلیغ دین کی خدمت پر مامور ہو گئے اور نوے لاکھ کفار کو کلمہ پڑھایا۔

غوث اعظم رحمہ اللہ تین دن وعظ فرماتے اور دو دن مدرسہ غوثیہ میں درس دیتے۔ علماء اور اولیاء کی جماعتیں تیار کرتے تاکہ دُنیا کے اندر اسلام کا پرچم پھر بلند ہو۔

—◆●◆◆●◆—

غوث پاک رحمہ اللہ کے وعظ کا مقام

غوث اعظم رحمہ اللہ کے وعظ کے دوران مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ دورو نزدیک والے سب یکساں طور پر سنتے حالانکہ ستر ہزار کا مجمع ہوتا اور اس زمانہ میں لاؤڈ سپیکر کا وجود بھی نہ تھا۔ ٹریفک جام ہو جاتی آخر مجبور ہو کر منبر شریف کو شہر سے باہر کھلی جگہ میں بچھا دیا جاتا۔ حالت یہ ہوتی کہ شہر کے مضافات سے لوگ کھینچے چلے آتے۔ گھوڑوں پر سواروں کی قطاریں مثل دیوار کے مجمع کو گھیر لیتیں۔ سب کے کان غوث پاک کی آواز کی طرف ہو جاتے اور ان کے فرمان کو دل میں جگہ دیتے۔ چار چار سو علماء کرام ایک وقت میں ان کی تقریر کو قلم بند کرتے اور سب پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا۔ چنانچہ ابن جوزی رحمہ اللہ ایک بڑے محدث کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ ان کے مجمع کے اندر موجود تھے کہ اس موضوع پر ۴۰ نقاط غوث اعظم رحمہ اللہ نے بیان کئے جن میں سے صرف ۱۱ کا علم ان کو تھا۔ یہ غوث پاک کے علم کا مقام تھا۔

—◆●◆◆●◆—

مرید عورت کی مدد

ایک عورت غوث اعظم رحمہ اللہ کی مرید ہو گئی اور ذکر الہی کا فیض ہوا۔ ایک روز وہ کسی کام کے لئے شہر سے باہر کسی پہاڑ کی طرف جا رہی تھی کہ ایک بدمعاش نے بُری نیت سے اس کا تعاقب کیا۔ عورت نے دیکھا تو فوراً غوث پاک سے فریاد کی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ غوث پاک نے مدد کے لئے اپنے لکڑی کے جوتا کو ہوا میں پھینک کر حکم دیا کہ بدمعاش کی مرمت کی جائے۔ عین اسی وقت بدمعاش پر جوتوں کی مار پڑنی شروع ہو گئی اور جان بچانے کی خاطر وہاں سے بھاگ نکلا اور عورت کی عزت محفوظ ہو گئی۔
(تفریح الخاطر)

افسوس ہے کہ وہابی کا عقیدہ ہے کہ نبی کسی کی مدد نہیں کر سکتا مگر مومن کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری ہے جس کی وجہ سے اولیاء اللہ کو یہ مقام عطاء ہوا ہے کہ دُکھیوں کی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ دین اسلام کی مدد میں وہ اپنی زندگیاں صرف کرتے ہیں۔ وہ اس فرمان الہی پر عمل کرتے ہیں جس میں ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹ کہ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اگر مدد کرنا شرک ہوتا تو قرآن کریم میں كُونُوا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴿۲۸﴾ سورہ الصف آیت نمبر ۱۴ فرما کر شرک کی تعلیم نہ دی جاتی۔
غوث الاعظم رحمہ اللہ نے فرمایا۔ میرا نام عبدالقادر ہے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا جان ہیں اس لئے میں چشمہ کمال ہوں کہ قَدَمُ النَّبِيِّ عَلَي رَقَبَتِي وَقَدَمِي هُنَا عَلَي رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم میری گردن پر ہے اور میرے قدم مردانِ خدا اولیاء کی گردنوں پر ہیں۔ میرا مقام محی الدین ہے کہ دین کو زندہ کرنے والا ہوں۔ میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

اس لئے میں قرب بارگاہِ الہی میں یکتا ہوں۔ وہی میرے لئے کافی ہے کہ اس نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے اور میرا حکم ہر حال میں نافذ اور جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں۔ تمام میری نظر میں رائی کے دانہ کی طرح ہیں۔

—◆●◆❖◆●◆—

سرِ قدیم و تصرفِ عظیم

مجھے میرے رب تعالیٰ نے ایسے سرِ عظیم اور راز پر مطلع فرمادیا ہے کہ اگر میں اپنا راز اور توجہ دریاؤں پر ڈالوں تو وہ سب جذب و خشک ہو جائیں۔ اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ بجھ کر ٹھنڈی ہو جائے۔ اگر میں اپنا راز مردے پر ڈالوں تو وہ اللہ کی قدرت سے اٹھ کھڑا ہو۔ یہ ارشادات ”قصیدہ غوثیہ“ کے چند اقتباسات ہیں جس کی تفصیل سینکڑوں کتابوں میں منقول ہے اور یہ تمام عطائے الہی ہیں۔ جیسا کہ ان کے بارے میں مذکور ہے۔

—◆●◆❖◆●◆—

غوثِ اعظم علیہ السلام پر عطائے الہی

غوثِ اعظم علیہ السلام کے مدرسہ میں ایک دن تیرہ جلیل القدر مشائخ حاضر تھے۔ غوثِ اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی اپنی حاجت بیان کرے تاکہ اسے عطا کیا جائے۔ چنانچہ سب نے اپنی اپنی حاجت عرض کی تو اس پر غوثِ پاک نے آیت پڑھی.....

كُلًّا نُّبَدِّلُ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط

﴿پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۰﴾

ترجمہ: ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے۔

اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں جیسا کہ آگے ارشاد ہے.....

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔ ﴿پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۰﴾

جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتیں متقی و فاسق اور کافر سب کو عطا اس لئے ہوتی

ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں۔ اور غوث پاک ﷺ کا در عطاء الہی کا مرکز تھا۔

چنانچہ آیت مبارک پڑھ کر سب کی حاجت روائی فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت کی

روشنی میں یہ واضح ہے کہ یہ سب کچھ عطاء الہی سے ہے۔ اسی عطاء الہی سے غوث

پاک ﷺ مخلوق خدا کی دستگیری فرماتے کہ وہ اس منصب پر فائز ہو چکے تھے۔

حضرت ابوالخیر ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم سب نے جو کچھ مانگا پالیا۔

﴿ہجۃ الاسرار: ۳۰، زبدۃ الآثار: ۸۲﴾

یہ سارا فیض عطاء مصطفوی ﷺ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے در کو عطاء

الہی کا در بنادیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ خدا کے مختار رسول ہیں جسے چاہیں جہاں چاہیں

اپنے اختیارات کا ظہور فرمادیں۔ اپنا دیدار کرائیں اور فیض عطا فرما کر نواز دیں۔ بلکہ

آپ کی نیابت میں محبوبان خدا بھی فیض رساں ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیض

عطا فرمایا کیونکہ خدا کے رسول کے ادب میں ان کو یہ مقام عطا ہوا تھا۔ غوث پاک

ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ صرف لعاب دہن شریف کی عطا ہی نہیں بلکہ میری پوری

تربیت ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۸۶﴾

”ہجۃ الاسرار“ ص ۱۰ پر بیان ہے کہ الشیخ خلیفہ نے جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت

سے بکثرت مشرف ہوتے تھے ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ شیخ

عبدالقادر نے کہا ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے

فرمایا کہ عبدالقادر نے سچ کہا ہے کیونکہ وہ قطب ہیں اور میں خود اُن کی نگرانی فرماتا ہوں۔



شیخ 'قطب اور غوث کے اوصاف و کمالات

اور تصرفات و مشاہدات

غوث الاعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ شیخ وہ ہے جو شقی کو سعید یعنی بد بخت کو نیک بخت بنا دیتا ہے۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۲۰﴾ اور فرمایا کہ قطب وہ ہے جس نے ہر بزرگی کو طے کیا ہو۔ ہر مرتبہ اُس کے زیرِ پا ہو۔ کائنات و ملک و ملکوت کے ہر امر پر نظر کشف ہو۔ عالم غیب و شہادت کے ہر راستہ پر اس کی نگاہ ہو۔ کائنات کے والی بنانے اور معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ قطب کا ہم نشین بد بخت نہیں۔ اس کا دوست اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں کیونکہ جہاں تمام انسانوں کی حد ہوتی ہے وہاں اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ ﴿نہجۃ الخاطر الفاتر: ۶۹ راز ملا علی قاری رحمہ اللہ﴾

غوث کے معنی ہیں فریاد رس کہ جو فریاد کو پہنچے اور فریاد پوری کرے۔ (غیاث اللغات: ۴۹۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ غوثیت بحکم خدا خلق خدا میں تصرف فرمانا ہے۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۱۷۱﴾

مندرجہ بالا اوصاف و کمالات تصرفات و مشاہدات شیخ 'قطب اور غوث میں ہوتے ہیں تو پیران پیر قطب الاقطاب 'غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کمالات و تصرفات اور مشاہدات کا کیا مقام ہے جو سب سے بڑے غوث اور فریاد رس ہیں اسی لئے مجددِ ملت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

—◆●◆❖◆●◆—

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بزرگانِ دین کی نظر میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان القابات سے یاد فرمایا ہے۔ قطب
الاقطاب، الغوث الاعظم، شیخ الشیوخ العالم، غوث الثقلین۔ ﴿اخبار الاخیار: ۹﴾
امام ربانی، سیدنا مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تمام اقطاب و نجباء کو
فیوض و نباتات کا پہنچنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے ہے کیونکہ شیخ کے مرکز کے سوا
کسی اور کو یہ مقام نہیں ملا۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا نائب اور قائم مقام ہے۔

﴿مکتوب ۱۲۳: صفحہ ۳۳۸۔ ج سوم﴾

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حضرت غوث الاعظم
رحمۃ اللہ علیہ نے جو کلام فرمایا ہے اس سے تسخیر جہاں ظاہر ہوئی ہے بلکہ اپنی قبر میں بھی
زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔ (لمعات: ۸۳-۶۱) جمعرات کو غوث کی فاتحہ

دے۔ ﴿انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ: ۳۵﴾

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”شارح مشکوٰۃ“ نے فرمایا ہے۔ آپ قطب الاقطاب غوث

الاعظم ہیں۔

—◆●◆❖◆●◆—

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ مخالفین کی نظر میں

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے یوں کہا ایک جہاز غرق ہونے والا تھا کہ غوث
اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی نے اُسے غرق ہونے سے بچا لیا اور اس کی تصدیق مولوی

اشرف علی تھانوی نے کی ہے۔ ﴿شائل امدادیہ: ۸۰﴾

مولوی اسماعیل دہلوی دیوبندی و غیر مقلدین کے پیشوا نے لکھا ہے کہ غوث الثقلین رحمہ اللہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روح مقدس ان کے پیر سید احمد بریلوی کے متوجہ حال ہوئیں۔ ﴿صراط مستقیم: ۳۷۳﴾

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے ”براہین قاطعہ“ مصدقہ رشید احمد گنگوہی میں ص ۹۱ پر صراط مستقیم کے واقعہ پر لکھا ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ کو معلوم تھا کہ سید احمد صاحب بزرگ ہستی ہیں کہ کثرت سے ان کے مرید ہوں گے اس لئے ان کے اپنے خاندان میں ہونے کی رغبت تھی۔

مولوی حسین علی واں پھراں والے غلام خاں پنڈی والے کے استاد نے بلخہ الحیراں میں ص ۶ پر لکھا ہے کہ سید عبدالقادر غوث الاعظم ہیں۔

مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی نے بیان کیا کہ ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو ذکر خیر سے پہلے ۱۱ مرتبہ قل شریف پڑھ کر غوث الاعظم کو اس کا ثواب ایصال کرتا ہے کہ یہ ہماری گیارہویں ہے۔ ﴿ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۷ فروری ۱۹۶۱﴾
دیوبندی وہابی مکاتب فکر کا عقیدہ کہ غوث الاعظم نے جہاز کو غرق ہونے سے بچالیا ان کی باطنی طاقت کو تسلیم کیا ہے۔

غوث الاعظم رحمہ اللہ کا یہ مقام کہ آپ کو دستگیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان سے جنوں اور انسانوں نے فریاد کی تو انہوں نے فریاد رسی کی اور دستگیری فرمائی۔ اسی لئے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ نے یوں عرض کیا۔

سن فریاد پیراں دیا پیراں میری عرض سنیں کن دھر کے ہو
سن فریاد پیراں دیا پیراں میں آکھ سناواں کینوں ہو



کن فیکون کا مقام

بعض کتب میں بیان ہے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں۔ میں جس چیز کے بارے میں ارادہ کروں اور کن کہہ دوں تو وہ ہو جاتی ہے۔ اے ابن آدم تو میری عبادت کرتا کہ میں تجھے بھی ایسا بنا دوں کہ تو جس چیز کا ارادہ کرے اور کن کہہ دے تو وہ ہو جائے فیکون سے یہی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ ”کن فیکون“ اپنے نبیوں اور ولیوں اور خواص بنی آدم کو بھی عطا فرمایا ہے کیونکہ جو اس کا فرماں بردار ہو جائے دنیا اس کی فرماں بردار ہو جاتی ہے۔ ﴿کتاب فتوح الغیب: ۸۸، ۸۷﴾

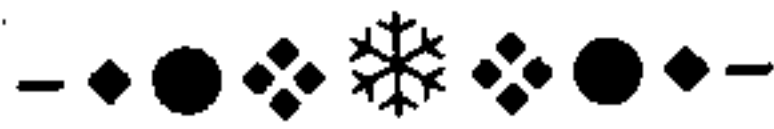
یہی وہ مقام تھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ ان خواص میں سے یہ مرتبہ ایک مردِ کامل خود غوث الاعظم رحمہ اللہ کی ذات شریف میں تھا کہ خدا کی عطا سے وہ کائنات میں متصرف ہوئے اور قطبیتِ عظمیٰ کے باعث ان کے احکام ظاہر و باطن نافذ و جاری ہوئے۔ اُن کی کراماتِ اُحیائے موتی میں ”کُنْ فیکون“ کی شان عطاء ہوئی تھی۔ جس کی بنا پر کئی کافر بت پرست مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ جن میں سے پرانی قبر سے گویا معہ ساز کے جب زندہ ہو کر سامنے آیا تو عیسائی پادری نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔

بارہ برس بعد بڑھیا کے بیٹے کی غرق شدہ بارات کا دوبارہ زندہ ہونا اس سے زیادہ عجیب اور مشہور و معروف واقعہ ہے جس نے اسلام کا سکہ دنیا پر بٹھا دیا کہ جس غلام کے یہ کمالات ہیں اُن کے آقا کا کیا مقام ہے۔ غوثِ پاک کی کرامات کا ذکر علمائے کرام کی تصانیف میں بکثرت ہوا ہے۔ جن میں خلاصۃ القادر یہ من تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ... سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار... گلستہ

کرامت من تصنیف مفتی غلام محمد قریشی رحمہ اللہ... مناقب غوثیہ از علامہ محمد صادق سعدی قادری رحمہ اللہ... درۃ الدرائی مولانا عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ... شریف التواریخ مولانا سید محمد شریف شرافت نوشاہی رحمہ اللہ... تکملہ روض الریاحین... تاریخ شاہان اسلام... تفسیر نعیمی... تفسیر نبوی... تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور... توضیح البیان... درۃ العجائب... کتاب غوث الاعظم از علامہ محمد برخوردار ملتانی محشی نبراس... حضرت محی الدین قصور دائم الحضور... حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ کی کتاب ”نبراس“ فارسی نظم میں ”بڑھیا کا بیڑا“ مصنف علامہ فیض احمد اویسی رحمہ اللہ۔

مشائخ کرام جنہوں نے مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کیا اور مردوں کو زندہ کیا ان کے بارے میں علامہ نور الدین علی بن یوسف رحمہ اللہ اور علامہ محمد یحییٰ حنبلی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، شیخ علی بن ہتی رحمہ اللہ، شیخ بقابن بطو رحمہ اللہ، شیخ ابوسعید قیلوی رحمہ اللہ جیسی بزرگ ہستیاں تھیں جن کو یہ شرف عطا ہوا۔ بالخصوص شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں شیخ ابوسعید قیلوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ باذن اللہ اندھوں کو بینائی، کوڑھوں کو شفا اور مردوں کو زندہ فرماتے تھے۔

﴿ہجۃ الاسرار: ۶۳، ۱۵۳۔ قلائد الجواہر: ۳۷﴾



خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ ۷۰۶ ہجری کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آثار ولایت ان کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کی ولایت کی بشارت سنا دی تھی۔ ولادت کے تیسرے دن کے بعد ہی ان کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمالیا۔ اس کے بعد سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نسبت ہو گئی۔ جن کی نظر التفات اور توجہ سے آپ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے کابل آئے۔ جہاں اور بیت سے لوگ ان کے مرید ہوئے ان میں ایک غریب لڑکی بھی ان کی مرید ہو گئی۔ خواجہ صاحب نے لڑکی کے حالات پر نظر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مصیبت کا وقت آجائے تو ہمیں یاد کرنا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ یہ لڑکی بڑی نیک تھی۔ نہ صرف عابد اور زاہد بلکہ کام کاج میں دیانتداری میں بہت مشہور تھی۔ ولی اللہ کی نظر کرم بھی ساتھ تھی۔ وہ بادشاہ کے محل میں خدمت گار لگی تو اپنی دیانت اور امانت کی بنا پر بلند مقام پالیا۔

حاسدوں کی نظر میں وہ ہمیشہ کھٹکتی تھی اس لئے وہ ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے تاکہ اس کو ذلیل کیا جائے۔ آخر وہ اس میں کامیاب ہو گئے کہ محل سے قیمتی ہار وغیرہ چوری کر لئے اور اس کا الزام لڑکی پر لگا دیا۔ بادشاہ کو خبر ملی تو بغیر تحقیق کے غصہ میں آکر اس نے لڑکی کے لئے موت کی سزا مقرر کی جس کے لئے اسے مینار پر لے جا کر وہاں سے نیچے گرانے کا حکم دے دیا۔

جب جلاد لڑکی کو میٹار پر لے جا کر گرانے لگا تو لڑکی نے مینار سے گرائے جانے کے عین موقع پر اپنے پیر خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ سے فریاد کی اور یاد کرتے ہوئے پکار کر مدد کیلئے آواز دی۔ جب جلاد نے مینار سے لڑکی کو نیچے دھکا دے دیا اور لڑکی نیچے گرنا شروع ہوئی تو خواجہ صاحب نے بخارا میں اس بے چاری کی فریاد کو سنا تو تصرف فرماتے ہوئے اس کو بچانے کے لئے پہنچ گئے۔ جب لڑکی زمین پر پہنچ گئی تو اس نے دیکھا کہ خواجہ صاحب نے لڑکی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے۔

لڑکی نے اپنے پیر و مرشد خواجہ صاحب سے سوال کیا کہ حضور آپ کب تشریف لائے اور مجھے بچا لیا۔ خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا کہ تم مینار سے نیچے کو چلی تو ہم بخارا سے کابل کو روانہ ہوئے۔ جب تم اوپر والی منزل سے تیسری منزل پر آئی تو میں بھی اس وقت پہنچ گیا اور جب تیسری منزل سے روانہ ہوئی تو میں نے تم کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ولی اللہ کی طاقت کا یہ مقام اس ولی کا ہے جو سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ جن کے دل میں شک ہو وہ قرآن کریم پڑھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا مقام پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوال کیا کہ کون بلیقے کا تخت اس کے آنے سے پہلے لائے گا تو آصف بن برخیا نے جو ان کا شاگرد اور وزیر تھا اس نے جواب میں کہا ”اَنَا اَتِيكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ“ ﴿سورۃ النمل: ۴۰﴾۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ولی آصف بن برخیا نے جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ یعنی ”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ“ ﴿پ ۱۹ سورۃ النمل: ۴۰﴾ والے نے کہا کہ اس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کروں گا۔ چنانچہ جوں ہی حضرت سلیمان نے حکم دیا تو اپنی آنکھ جھپکنے سے پہلے اپنے پاس پالیا۔ اسی وقت وہ تخت کو دیکھ

کر سجدہ میں گر پڑے اور کہا کہ خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے میرے شاگرد کو یہ کرامت عطا کی ہے جو خدا کی نعمت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”علماء اُمتی کا نبیائے بنی اسرائیل“۔ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں، نبی نہیں ہیں مگر کمالات کی عطا اس مقام تک ہے۔

شانِ سلطانِ بطمی کا کیا پوچھنا
ہر گدا ان کی چوکھٹ کا سلطان ہے
کیا لکھو گے عمر تم ثنائے نبی ﷺ
جن کی تعریف میں سارا قرآن ہے



خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمہ اللہ کے بارے میں بیان ہے کہ علوم دینیہ کے حصول سے فارغ التحصیل ہو کر دہلی سے پاک پتن شریف تشریف لائے اور روحانی فیوض و برکات اور طریقت کی منازل طے کرنے کے لئے خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کے محلہ غیاث پورہ میں قیام فرمایا۔

آہستہ آہستہ کثیر مخلوق آپ سے فیض یاب ہونے لگی آپ ہر طرح سے لوگوں کی خاطر مدارت کرتے آپ کے جاری کردہ لنگر سے ہر کوئی فیض یاب ہوتا۔ علاؤ الدین خلجی کا دور حکومت تھا۔ نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے اہل کار خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے۔ نذرانے پیش کرتے تو لنگر کا انتظام بڑی خوبی سے ہوتا رہتا۔ امیر خسرو رحمہ اللہ ان کے مرید تھے۔ دہلی کے لوگ لنگر کی تقسیم کے وقت بلکہ اکثر طور پر ان کی خدمت میں اس قدر حاضر ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اہل دہلی کی دعوت ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ لوگوں کی اصلاح کے لئے دن رات تبلیغ میں مصروف رہتے۔ مگر جوں ہی دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق بیٹھا تو اُس نے خواجہ صاحب کی تبلیغ اور لنگر کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ ٹریفک جام ہو جانے پر وہ بُرا مناتا۔

ولی کے خلاف بدگمانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسے سلطنت کے امور میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اسے بنگال کی مہم پر جانا پڑا۔ کیونکہ صوبہ بنگال

نے بغاوت کر دی اور بادشاہ کو مجبوراً فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مہم سر کرنے کے بعد واپس آیا تو دہلی آنے سے پہلے اس نے دہلی کے مضافات میں قیام کیا۔ چند میل کے فاصلہ پر ٹھہر کر اپنا ایلچی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ غیاث پورہ سے نظام الدین تشریف لے جائیں۔ غیاث پورہ کو اس لئے خالی کرایا جا رہا ہے کہ خواجہ صاحب کی وجہ سے ٹریفک جام ہو جاتی ہے جس کے باعث اہل کارواں کو راستہ کی دشواری ہوتی ہے۔ اس لئے امور سلطنت میں مداخلت ہوتی ہے جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ محض خواجہ صاحب کے مریدین کے رش کی وجہ سے ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، محبوب الہی تھے، بادشاہ کا حکم ولی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جس کی خدا تک رسائی ہو دنیا کا بادشاہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ اس لئے بادشاہ کے فرمان کو سنا تو تادیبی کارروائی کے لئے فرمایا کہ بادشاہ سے کرکھدو ”ہنوز دہلی دود است“ غیاث الدین تغلق نے خواجہ صاحب کے فرمان کو سنا تو غصہ میں بھر آیا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ ولی سے ٹکر لینا تباہ کن ہے کیونکہ جو ولی کا دشمن ہے اس کے ساتھ خدا کا اعلان جنگ ہے۔ غصہ کی حالت میں وہ ایک عمارت کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس عمارت کی دیوار اس پر گر پڑی اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔

ولی کا فرمان پورا ہو گیا کہ قیامت تک وہ دہلی نہیں آسکتا تھا اس کے لئے دہلی اس قدر دور ہوئی کہ ”ہنوز دہلی دود است“ کا حکم خدائی ہو گیا اور آج یہ فقرہ ولی کی زبان سے نکلا ہوا مخلوق خدا کی زبان پر جاری ہے اور خاص معنی کا حامل ہے کہ منکروں کے لئے باعث عبرت ہے۔



حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ قدس سرہ کو حضرت خواجہ امکنی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک باسعادت بمقام کابل ۱۷۹۷ھ میں ہوئی۔ ایام لڑکپن ہی میں آثار تجرید و تفرید پیشانی مبارک سے ہویدا تھے۔ بیشتر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے (کہ زمانہ میں علماء کبار میں سے تھے) تحصیل علم ظاہری فرماتے تھے اور چند یوم میں اپنی علوفطرت کی وجہ سے اپنے دیگر اہل مکتب سے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک روز کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک تجلے کا ظہور ہوا۔ کہ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار ہو گئے اور اس وقت روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین ذکر و القا جذبہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ تن ارباب باطن کی تلاش میں اس قدر سرگردان و پریشان پھرتے تھے کہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ اسباب دنیاوی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر استغناء تھی کہ کبھی مجلس میں ذکر دنیا نہ ہوتا تھا۔ لباس میں بھی نہایت سادگی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو کل کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ترک اسباب کر کے بیٹھ جائے یہ خود بے ادبی بلکہ کوئی پیشہ مقرر کرے اور نظر سب پر نہ رکھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا۔ تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے آہ سرد فرماتے کہ خوب چھوٹا۔ انہی دنوں میں آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ جس غرض کے

واسطے تم کو لائے تھے وہ پوری ہو گئی۔ ایک روز فرمایا سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کوئی کہتا ہے قطب وقت کا انتقال ہو گیا اور میں اُس وقت قصیدہ غزا اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں۔ اور اُس میں میری تعریف درج ہے۔ غرضیکہ وسط جمادی الثانی میں آپ ﷺ کو مرض موت شروع ہوا۔ ایام مرض میں ایک روز آپ ﷺ کو استغراق اس قدر ہوا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ روز شنبہ پچیس جمادی الثانی ۱۰۱۰ھ کو اللہ..... اللہ کہتے ہوئے جان بجاناں تسلیم کی۔ ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ“ بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قریب قدم رسول اللہ ﷺ آپ کا مزار مبارک ہے۔..... (خزینہ معرفت)



حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و فرزند ثالث تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰ھ میں بمقام بسی متصل سرہند شریف ہوئی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت مجھ پر نہایت مبارک ہوئی کہ اُن کی پیدائش کے تھوڑی ہی مدت کے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ جب حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سن تعلیم کو پہنچے آپ کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ وہاں مدت قلیل میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر کے دیگر علوم کے حاصل کرنے کی توجہ فرمائی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ اُن پر تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تحصیل علم سے فارغ ہو کہ مجھ کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں اور فرمایا کہ علم مبداء حال ہے۔ اس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے حضرت نے ان کو جمع کتب معقول و منقول بکوشش تمام پڑھائیں۔ اکثر علوم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ”کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اعظم سے تھے“ پڑھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی علو استعداد باطنی کی نہایت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا محمد معصوم محبوب خدا ہے اور اسی وجہ سے اُن کو نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گیارہویں سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقہ فرمایا۔ اور چودھویں سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلتا ہے کہ تمام عالم اُس سے منور ہے۔ اور ہر ذرہ ذرہ پر طاری ہے۔ اگر مثل آفتاب غروب ہو جائے تو تمام جہان میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ تو قطب وقت ہوگا۔ اور اس بشارت کو یاد رکھنا۔ الحق کہ وجود حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا ہی ہوا۔ کہ جہان آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انوار و برکات سے معمور ہو گیا۔

سولہ سال کی عمر میں آپ جمیع علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے۔ اور بغایت الہی اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرار و خصوصیات سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ اور جملہ کمالات و خصائص میں نسب کامل ملا تھا۔ اور منصب قیومیت بھی عطاء ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمد معصوم رحمہ اللہ زمرہ سابقین سے ہے کہ جس کی شان میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ”قُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ“ فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے جب آخر عمر میں عزلت اختیار فرمائی تھی تو کار بار ارشاد و بیعت طالبان و امامت مسجد انہی کے سپرد کر دی تھی۔ چنانچہ بعد وفات والد بزرگوار رحمہ اللہ اپنے والد کی زینت بخش مسند ارشاد ہوئے۔ قریباً نو لاکھ آدمیوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور ان کے سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ ایک ہفتہ میں آپ رحمہ اللہ کی صحبت میں طالب کو فنا و بقا حاصل ہو جاتی تھی۔ اور ایک ماہ میں کمالات و ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو دور سے ہی فرما دیا کرتے تھے کہ تیری ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا موسوی علیہ السلام یا عیسوی علیہ السلام ہے۔ شاہ اورنگ زیب بھی ان کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور بلا لحاظ جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت کارعب اس قدر غالب تھا کہ بادشاہ زبانی گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ جو عرض و معروض کرنی ہوتی تھی تو تحریری پیش کرتا تھا۔ جب حضرت حج مبارک کو جار ہے تھے تو راہ میں شاہزادہ اورنگ زیب ملا۔ اور حضرت کی خدمت میں بارہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اُسے بشارت سلطنت دی۔ گوہر آراء، ہمشیرہ اورنگ زیب کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگ زیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔

سکرات موت کے وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت یسین شریف پڑھتے تھے۔ غرضیکہ دوپہر کے وقت شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول شریف ۱۰۷۹ھ کو جان بجان تسلیم کی۔ ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (خزینہ معرفت)

مولانا فخر الدین رازی رحمہ اللہ

”مثنوی مولانا روم“ میں بیان ہے کہ مولانا فخر الدین رازی رحمہ اللہ ایک بہت بڑے عالم تھے جنہوں نے ”تفسیر کبیر“ لکھ کر اپنا مقام پیدا کیا۔ کہ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر پیش کر کے دین اسلام کی بڑی خدمت سرانجام دی۔ اس کے علاوہ ان کا یہ مقام تھا کہ جو مسئلہ پیش ہوتا اس پر سو سو دلائل پیش کر کے اپنے علم اور کلام الہی سے نسبت کا اظہار کرتے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے تالاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے دور میں خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ خدا کے مقبول بندے ولی اللہ بھی تھے جن کی خدمت میں وہ کبھی حاضری دیتے اور ان کی صحبت سے کچھ حاصل کرتے لیکن ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو شیطان کے حملہ سے بچ نہ سکے۔ عالم نزع میں شیطان ملعون بھی آدھمکا اور اپنی شیطنیت دکھانے کے لئے مولانا صاحب کو فریب میں مبتلا کرنے کے لئے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ وہ سلسلہ کلام کو شروع کرتے ہوئے کہنے لگا کہ فخر الدین! تم نے اپنی عمر گزار دی مگر یہ دلیل نہ پیش کر سکا کہ خدا کی ذات حق ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے۔ اس لئے تم نے اپنی عمر ہی ضائع کر دی ہے۔ اگر حق پر ہو تو دلیل پیش کر دو ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لو۔

مولانا فخر الدین رازی رحمہ اللہ یہ سن کر جوش میں آ گئے اور دلائل پیش کرنے شروع کر دیئے۔ جو دلائل مولانا پیش کرتے ابلیس اس کو رد کر دیتا۔ جسے دیکھ کر وہ گھبرانے لگے۔ اور خطرہ تھا کہ دلائل ختم ہو جائیں اور مولانا صاحب دولت ایمان

سے محروم ہو کر دنیا سے رخصت ہوں اور ان کی ساری عمر کی محنت برباد ہو جائے۔ عین اس وقت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز کیلئے وضو کرنے لگے تو کشف کی حالت میں ابلیس کا مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ ظاہر ہو گیا۔ بحالت کشف ہی میں مولانا کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ ہاتھ میں پانی لے کر ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور ساتھ ہی پکار کر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فخر الدین! دلائل دینے بند کر دو اور یہ اعلان کر دو یعنی زبان سے پکار کر یوں کہو کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے ہی مانتا ہوں۔ اس وقت وہ سینکڑوں میل دور تھے مگر ولی کے سامنے زمین سمٹ کر اس قدر قریب ہو گئی کہ مولانا ان کے سامنے تھے۔ ان کی یہ کرامت تھی کہ وہ پانی جو سینکڑوں میل دور سے پھینکا تھا ان کے چہرہ پر پڑا اور انہوں نے دیکھ لیا۔ مولانا نے آنکھیں کھولیں اور ان کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہی ہوں۔ یہ دیکھ کر ابلیس میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا اور غائب ہو گیا اور اس طرح ایک عالم دین کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔ جب عالم دین بھی شیطان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے تو عوام کا کیا حال ہے۔ اس لئے ولی اللہ کی صحبت اور ان کا فیض ایمان کی حفاظت کے لئے ایک ایسی ڈھال ہے جو مومن کیلئے ضروری ہے۔

اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ان کی صحبت اور فیض کے حصول کیلئے آیات کا نزول فرمایا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

﴿پ ۱۱ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾

کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس ڈر کا مقام حاصل کرنے کے لئے سچے لوگوں (اولیاء اللہ) کی صحبت اختیار کرو۔ کہیں فرمایا ہے.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

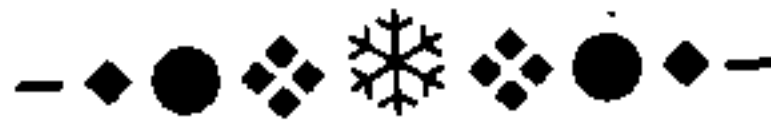
کہ اس کام میں ان کا وسیلہ تلاش کرو۔ جن کا مقام ہے۔

الْآنَ اُولِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲﴾

کہ اُن پر نہ خوف ہو گا نہ غم، کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہیں، وہ روشنی کا مینار ہیں، جو وہ کہتے ہیں ان کا حال ہوتا ہے محض قال نہیں ہوتا مگر گستاخ اور بے ادب کا محض قال ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ گیند اسی کو ملتا ہے جو دوڑتا ہے۔ مگر جو لوگ اس راستہ پر چلنے کو تیار ہی نہ ہوں وہ کیونکر ہدایت پاسکتے ہیں۔ ابلیس تو ہر موڑ پر فریب دینے والا موجود یعنی حاضر و ناظر رہتا ہے۔ وہ سیدھا راستہ چھڑا کر اس سے دور لے جانے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اُس کے فریب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ“ پر جب تک عمل نہ ہو گا انجام بخیر نہ ہو گا۔



حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

گھنٹہ گلشنِ زہرہ کا ہر گل ہے

کسی میں رنگِ علی اور کسی میں بوئے رسول ہے

حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبِ کرامت ولی اللہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک خادم کو کسی کام کی غرض سے شہر روانہ کیا۔ وہ جس سڑک سے گزر رہے تھے وہ سڑک بادشاہِ وقت کی آمد کے موقع پر بند کی جا چکی تھی۔ بادشاہ کے اہل کار نے دیکھا کہ سڑک پر ایک درویش گزر رہا ہے اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ سڑک بادشاہ کی آمد کے لئے بند پڑی ہے اور اس نے اس پابندی کو توڑ دیا ہے۔ فوراً لپک کر اس نے درویش کو روک لیا اور کوڑے مار کر قانون شکنی کی سزا دی۔ وہ درویش واپس خواجہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے در پر حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ولی اللہ کا خادم یوں بادشاہِ وقت کے اہل کار سے کوڑے کھائے اور ذلیل ہو۔

حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فوراً بادشاہِ وقت کو اپنا حکم نامہ تحریر کیا اور اس کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا۔

باز گرد اے عاٹے بدگوہرے

ورنہ بخشم مُلکِ تُو با دیگرے

کہ اے بادشاہ اپنے بدکردار عامل کو روک لو ورنہ تمہاری سلطنت کو تم سے واپس لے کر کسی دوسرے فرماں روا کو عطا کر دوں گا۔

سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے کہ سلطنت کی عطا ان کے درجہ اختیار میں ہے، وہ جسے چاہیں دنیا کی حکومت بخش دیں۔ ان کے اختیارات کا اس قدر مقام ہے تو آقا اور مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام کس قدر بلند و بالا ہے جن کے غلاموں کو اتنے اختیارات عطا ہوتے ہیں۔ وہ لوگ کس قدر گستاخ اور بے ادب ہیں جو حضور ﷺ کی توہین کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد (ﷺ) ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کا یہ بیان ہے) جس کا یہ عقیدہ ہو اس کو دین اسلام سے کیا نسبت ہے اور اس کے ایمان کی قبولیت خدا کے ہاں کیونکر قبول ہو سکتی ہے جب کہ وہ لعنت اور عذاب جہنم کا مستحق قرار پایا گیا ہے۔ جب کہ آیت اِنَّا الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۲۲﴾ الاحزاب: ۵۷ کہ مومن وہ ہے جس کا نظریہ حضور ﷺ کی غلامی اور تابعداری ہے۔

آپ کو مان کے جانا ہے خدا کو میں نے
آپ کے در سے ملی دولت ایمان آقا
حرف اول میرے ایمان کا خدا کی توحید
آپ کا نام مگر حاصل ایمان آقا
شفاعت کی نظر اے خاصہ خاصانِ رسل
عمرہ محشر میں ہوں بے سرو سامان آقا
آپ کی یاد سے روشن میرا کاشانہ دل
آپ کے ذکر سے لب میرے گلستان آقا

- ♦ ● ❖ ❖ ❖ ● ♦ -

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیر ربانی، عاشق یزدانی، سرتاج اولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مومن کے ایمان کو تروتازہ کرنے والا ہے۔ ایک مرتبہ وہ لاہور تشریف لائے، آپ کے ہاتھ مبارک میں عصا تھا اور فنائے عالم استغراق شاہ عالمی گیٹ کے اندر جوش کے عالم میں عصا پر زور ڈال کر فرمایا کہ یہ مکانات کب فنا ہوں گے۔ یہ کلمات تین بار بلند آواز میں کہے کہ مریدین کو فکر لاحق ہو گئی کہ اہل مکان یہ سن کر کہیں گھبرانہ جائیں۔ اس وقت تو کسی نے کچھ نہ کہا مگر اس فرمان کا ظہور ۱۹۴۷ء میں ہو گیا۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو شاہ عالمی گیٹ کے اندرونی حصہ کا جو حال ہوا دنیا نے دیکھ لیا کہ حرف بحرف پورا ہو گیا کہ سراسر تباہی و بربادی کا منظر تھا، کیونکہ ولی کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اس تباہی کا پیش خیمہ تھے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر سے بیعت اس لئے ہوتی ہے کہ جس طرح منہ زور گھوڑا کسی چابک سوار کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی چال درست کر دے اسی طرح نفس لتارہ کو لگام دینے کے لئے پیر کے حوالے کیا جاتا ہے تاکہ پیر کی روح اس پر سوار ہو کر فیضان پہنچا کر اس کی چال دُرست کرے۔ لہذا جب تک پیر کے کہنے پر عمل نہ ہوگا مرید کہلانے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ خدا کا خوف جب تک دل میں نہ آئے گا فیض کا اثر نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ پیر کے فرمان پر عمل کرنے سے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور نجات اخروی نصیب

ہوتی ہے۔

ولی کے در پر جانا اور فیض کا حصول تعلیم اسلام ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے گمراہ ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کے مطالعہ سے محروم ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم پر غور کرنا فرمان الہی ہے۔ ”لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ“ ﴿پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹﴾ پر عمل ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے واقعہ پر غور و فکر کریں۔ اصحاب کہف کتے کا ذکر سورہ کہف میں بیان ہے اور ولی کی گائے کا ذکر سورہ بقرہ میں موجود ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم کی مٹی کا ذکر ”سورہ طہ“ میں بیان ہوا ہے۔ یہ تمام واقعات اس لئے باعث ہدایت ہیں کہ ان کے اندر یہ سبق ملتا ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنا عین دین اسلام ہے۔ اصحاب کہف کے کتے نے ولیوں کی صحبت اختیار کی تو اس کا مقام بلند ہو گیا کہ سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کا فرمان ہے کہ اصحاب کہف کا کتا جنتی ہے۔ سورہ بقرہ میں ولی کی گائے کے ذبح کرنے اور اس کے ایک عضو کا ٹکڑا اس مردے پر مارا گیا تو اس سے ولی کی کرامت کا ظہور ہو گیا کہ مردہ زندہ ہو کر بول اٹھا اور اس نے بتایا کہ اس کا قاتل کون کون ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم سے چھو جانے والی مٹی جس کی نشانی یہ تھی کہ نور اوہاں پر گھاں اُگ آتی اور جب اس مٹی کو سامری نے سونے کے پھڑے کے اندر رکھ دیا تو وہ مثل جانداروں کے بول اٹھا۔ اس میں بھی حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم سے کرامت کا ظہور ہو گیا۔

ان تمام دلائل کے باوجود اولیاء اللہ سے بغض رکھنے والے ان کے در پر حاضری اور فیض کو گناہ عظیم اور شرک کا درجہ دینے والے محض زبانی کلامی توحید کے دعویدار ہیں اور ان کا عمل قرآن کریم کے خلاف، فرمان نبی کریم ﷺ کے خلاف اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے اور سراسر گمراہی کا راستہ ہے۔ اس لئے یہ نجات کے متمنی کیسے

ہو سکتے ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مومن پہلے دل میں سوچ لیتا ہے پھر زبان سے باہر نکالتا ہے مگر منافق کی زبان دل سے آگے رہتی ہے۔ اس لئے وہ بے سوچے سمجھے جو کچھ کہہ دیتا ہے وہ سراسر بکواس ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے فرمان **الْاِیْنَ اَوْلِیَاءَ اللّٰہُ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** ﴿پا ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ کی تکذیب کرتے ہوئے اولیاء اللہ جن کا مقام خدا نے اللہ کے دوست قرار دیا ہے ان کو ”ولی من دون اللہ“ یعنی اللہ کے دشمن قرار دیتا ہے۔ اس سے وہ نہ صرف قرآن کریم کی تکذیب کر کے نہ صرف خدا کے فرمان سے ٹھٹھا مذاق کرتا ہے کہ اسے شرک قرار دیتا ہے بلکہ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی توہین کرتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے فرمان کو ٹھکراتا ہے اور اولیاء اللہ ﷺ کی توہین کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے لوگ منافق ہیں اور ان کا نظریہ منافقت کا پرچار ہے۔ وہ ایسے عقیدے کی بنا پر عوام کو اسلام کی دعوت دینے کی بجائے الٹا مومن لوگوں کو مشرک قرار دیتا ہے۔ اور انہیں دین اسلام سے خارج کر کے خوش ہوتا ہے۔ یہ صریحاً دین کے اندر تخریب کاری ہے اور اس تخریب کاری کے مرتکب لوگ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ کیونکہ فرمان خدا اور رسول مکرم ﷺ کی مخالفت کرنے والے اسلام کے دعویدار نہیں ہو سکتے۔ اُن کا نظریہ سراسر باطل ہے۔ تبلیغ دین کا سہرا اولیاء کرام ﷺ کے سر پر ہے جنہوں نے مردہ دلوں کو روشنی بخشی اور اپنی کرامات سے کفر کے قلعے سر کئے۔ ان کے فیض کے مخالف سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے فیض کے منکر ہیں اور اس انکار کی وجہ سے عوام کو دین اسلام سے متنفر کرنے والے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی توہین سراسر دین اسلام کی توہین اور اس کا انکار ہے۔

پروفیسر اسلامیہ کالج مولوی اصغر علی روحی صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک

دفعہ بخار میں مبتلا ہو گئے اور شدت بخار میں ان کو خیال ہوا کہ دعا میں بھی تو اسی طرح اثر ہوتا ہے جس طرح دوا میں بلکہ روحانی طاقت مادی سے بڑھ کر ہے اس بنا پر ارادہ کیا کہ صبح کو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں شرق پور شریف حاضر ہوں گا تاکہ دعا کراؤں اور دم کروا کر پانی بھی استعمال کروں۔ انہوں نے رات کو ارادہ کیا تو فجر کی نماز کے وقت خود حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تشریف لے آئے۔ آپ میری چار پائی پر بیٹھ گئے اور میرا حال دریافت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مریض کے پاس بیٹھنے سے اسے تکلیف نہ ہو یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔ اور یہ فرماتے ہوئے چلے کہ والدہ صاحبہ نے فرمایا تھا کہ جلدی واپس آ جاؤ۔ جوں ہی میاں صاحب روانہ ہوئے پروفیسر مذکور تندرست ہو گئے۔ اس زمانہ میں موٹر گاڑی کا انتظام بہت کم تھا اور مغرب کے بعد ٹانگا بھی سواری کیلئے دستیاب نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح نہ ہی تار برقی سے پیغام دیا گیا نہ خط اور نہ ٹیلی فون پر اطلاع دی گئی کیونکہ اس زمانہ میں ایسے انتظامات بمشکل ہی ہوتے تھے۔ محض دل میں خیال کا آنا تھا کہ حضرت میاں صاحب کو اس کی اطلاع ہو گئی اور وہ خود ہی تیمارداری کے لئے پہنچ گئے۔ ان کا آنا تھا کہ بیماری سے نجات ہو گئی۔ سچ ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں روحانی اطاعت اس قدر ہوتی ہے کہ عوام کا اس کی وجہ سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ روشنی کے مینار ہیں جن کا مرکز مدینہ منورہ ہے۔ ان کے لئے سفر کے وقت زمین بھی سمٹ جاتی ہے اس لئے فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

شیر ربانی فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھتے وقت دل میں خیال ضرور کریں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں ہیں۔ یہاں پر درود و سلام پیش کر رہا ہوں اور وہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہو رہا ہے۔ آپ نے تلقین کی کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے پہلے آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱﴾ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۲۸ ضرور پڑھ لیا

کریں۔ حضرت میاں صاحب نے درود و سلام کے پڑھنے سے پہلے نہ صرف آیت
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱﴾ پ ۱۱ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۲۸ ﴿۲﴾ کے پڑھنے کا حکم دیا بلکہ
مزید فرمایا کہ آیت ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۱﴾ پ ۲۲ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۶ ﴿۲﴾ پڑھ کر شروع کرو بلکہ
اس کے آگے دوسری آیت ”إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱﴾ پ ۲۲ الاحزاب: ۵۷ ﴿۲﴾ بھی پڑھ لیا کرو۔ اس کی
فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت میں حضور ﷺ کے گستاخوں اور اسلام
کے منکروں کے بُرے انجام کا بیان ہوا ہے کہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اور رسوا
کرنے والا عذاب مسلط ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے بعد محبت کے ساتھ پڑھو۔

بَلَغَ الْعُلَى بِكَمَالِهِ
كَشَفَ الدُّجَى بِجَمَالِهِ
حَسَنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهِ
صَلُّوا عَلَيْهِ وَآلِهِ

فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے درجات میں بلندی ہوتی ہے رزق میں وسعت
ہوتی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں نہایت محبت کے ساتھ
نعت پڑھیں تا کہ حضور رسول اکرم ﷺ کے ذکر سے رحمتوں کا نزول ہو۔

حضرت میاں صاحب نے حضور رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ
طریقہ بیان کر کے اور حضور نبی کریم ﷺ کے غلاموں کو فیض حاصل کرنے کا طریقہ بتا
کر ان کو دین و دنیا میں سرخ روئی کا مقام حاصل کرنے کا بتا دیا

حضرت میاں صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ آیت.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا

﴿پ ۲۲ سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۱﴾

پڑھتے وقت اس کے عمل کا طریقہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ہو کی ضرب لگایا کرو۔

اور یہ عمل چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، ہر وقت ایسے کرو جیسے بندہ اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔

حافظ غلام حیدر امام جامع مسجد قصور کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب کی خدمت میں شرق پور شریف ایک مجلس میں حاضر تھا کہ میاں صاحب شرق پوری نے ایک شخص کو وجد میں دیکھ کر فرمایا کہ ایسا وجد کس کام کا جب تم زنا سے بچتے نہیں ہو یہ تو منافقانہ عمل ہے۔ باطن خراب ہو تو وجد میں آنا محض ریا کاری ہے۔

حضرت میاں صاحب کا کسی کے باطن پر واقف ہونا ان کی کرامت کی دلیل ہے۔ معتقدین میں سے کسی کو ذرا سی غفلت میں پاتے تو اس کی اصلاح کا حکم دیتے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ والے اپنے معتقدین میں ذرا سی غفلت پاتے تو اس کی اصلاح کیلئے سرزنش فرماتے۔ اب اس جوش و خروش سے اصلاح نہیں ہوتی۔ بیعت ہونا محض ایک رسم بنالیا گیا ہے، حالانکہ اصل مقصد اصلاح باطنی ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ صاحب سلسلہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کو برا کہے تو وہ دراصل وہابی ہے۔ کیونکہ وہابی عقیدہ میں سلسلہ کو برا کہا جاتا ہے اور وہ خود عمل سے محروم ہیں۔ اسی طرح سے جو اپنے پیر سے منحرف ہے وہ طریقت میں مرتد ہے، مگر شرط یہ ہے کہ پیر بھی با شرع ہو۔

حضرت میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ ذکر خفی ایسا ہو کہ دل کو بھی معلوم نہ ہو کہ ذاکر اتنا محو ذکر ہے۔

خواب میں سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی زیارت کے طریقہ کے لئے

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ نماز عشاء کے بعد ۴۰۰ بار درود خضریٰ پڑھ کر کسی سے کلام کئے بغیر سو جائے انشاء اللہ گوہر مقصود مل جائے گا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد اگر مصلیٰ پر درود خضریٰ ۴۰۰ مرتبہ پڑھ کر لیٹے اور اونگھ آجانے پر قسمت جاگ اٹھے تو زیارت سے فیض یاب ہو جائے گا۔ ان کے ایک مرید نے ایسا ہی عمل کیا تو اس پر یہ کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ میاں صاحب بیت اللہ شریف میں اس کے آگے طواف کر رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت صحابہ اربع اور دس دوسرے جلیل القدر صحابی بھی موجود تھے جن کے نام میاں صاحب نے بیان کئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت نظر آئے۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں پر وہی جماعت نظر آئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ روضہ اقدس کی زیارت کے بعد مرید نے میاں صاحب کے پاؤں پر اپنا قدم رکھا تو واپس لاہور آ گئے۔ لاہور سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوا تو اپنے گاؤں کیلئے سٹیشن سے اتر کر روانہ ہو گیا۔ جب گاؤں میں داخل ہوا تو بیدار ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد حج کی سعادت نصیب ہوئی تو وہ مرید جب بیت اللہ شریف پہنچا تو وہی مقامات نظر آئے جو خواب میں دیکھتے تھے۔ روضہ اقدس کی زیارت کے لئے پہنچا تو روضہ اقدس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ خواب میں زیارت کی تھی۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر ہم بھی سمجھیں کہ تاجدار ہم بھی ہیں

حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں بطن در بطن، بطن در بطن اسرار بطن ہیں۔ جتنا ان پر غور ہوگا اسرار کھلتے جائیں گے۔ اور یہ معمولی بات نہیں کیونکہ ہر ایک پر ایسے اسرار نہیں کھلتے بلکہ جن پر نظر کرم ہو جائے وہی

یہ مقام پاتے ہیں۔

میاں صاحب رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ لوگوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا پورا یقین نہیں۔ اگر پورا یقین ہو تو کبھی بھی کوئی بے ادب اور گستاخ رسول نہ ہو۔ درحقیقت ایسے لوگوں کا محض زبانی دعویٰ ہے، یقین کامل نہیں۔

زبان سے کہتے ہیں سب لا الہ الا اللہ

یقین و عمل اس پر نہیں لیکن، معاذ اللہ

اولیائے کرام رحمہم کی زیارت سے شرف یاب ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل اور خدا کے حکم کی تعمیل ہے جس میں ارشاد ہے۔.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

﴿پ ۱۱ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۱۹﴾

بلکہ صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی سنت ہے جیسا کہ اس کا ذکر حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہو چکا ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے وہی حاضر ہوتا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں مجھے اس کی توفیق مل گئی تو حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی کی خدمت میں حاضری کا شرف عطا ہو گیا، حالانکہ اس وقت میرا انجینئرنگ یونیورسٹی مغلیہ لاہور میں طالب علمی کا دور تھا۔ جب میں نے ان کا ذکر سنا تو اپنے ۹ دوستوں کے ہمراہ جو اسی یونیورسٹی میں طالب علم اور ہم جماعت تھے روانہ ہوئے۔ لاہور سے چل کر شرق پور شریف پہنچے اور اپنے ایمان کو تازہ کرنے کا موقع مل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ولی کی صحبت میں ایک ساعت بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ کیونکہ ان کی نظر کندن بنا دیتی ہے۔

وہاں پر معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کا بیٹا گھر سے گم ہے۔

عرصہ ہوا لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا، جس کی وجہ سے اس کی ماں اس کے غم میں
نڈھال ہے اس لئے دعا کریں کہ بچہ مل جائے۔ میاں صاحب نے فریاد سنی تو بیتاب
ہو گئے۔ اسی دوران دسترخوان بچھایا گیا اور کھانے پر دو دو حضرات اکٹھے بٹھائے گئے
مگر سائل کو اکیلا بٹھایا گیا۔ جون ہی دسترخوان پر دو آدمیوں کا کھانا رکھا گیا۔ تو اس
اکیلے آدمی کے ساتھ کھانے میں اس کا گم شدہ بیٹا بھی حاضر ہو گیا۔ باپ کی خوشی کی
انتہا نہ رہی۔ جب بیٹے سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ سرحدی علاقہ سے ابھی ایک
بزرگ لے آئے ہیں۔ جو یہ میاں صاحب ہی کی کرامت تھی۔ کرامت پر تعجب کیوں
ہے جب آصف بن برخیا بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آیا اور حضرت سلیمان
علیہ السلام کے دربار میں پیش کر دیا۔ وہ بنی اسرائیل کا ولی تھا اور میاں صاحب بھی آخر
الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی ہیں۔ جب ہر جگہ پر خدا کے حکم کا ہی ظہور ہے جو ولیوں سے ظاہر
ہو رہا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے جس پر مومن کا ایمان ہے۔ پھر بھی
انکار ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا قرآن کریم بھی ایمان کامل نہیں۔ حقیقت یہ
ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے کہ اولیاء اللہ صاحب حال ہو جاتے ہیں
۔ یہ سارا فیض حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خلوص کا مقام ہے۔



حضرت میاں رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ گھنگ شریف

یہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا صدقہ تھا کہ عاصی کو بھی توبہ کیلئے حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہو گیا جو ان کے خلیفہ برحق تھے۔ اگرچہ دیر ہو گئی کیونکہ ۱۹۵۴ء تک درس و تدریس کے بعد ملازمت کی ذمہ داریوں اور دیگر مصروفیات نے اتنی دیر روکے رکھا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان جب معرض وجود میں آ گیا تو میں اس وقت جالندھر میں آگ اور خون کے دریا کو عبور کرنے میں سرگرداں تھا اور بالآخر لاہور پہنچ گیا۔

حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کیلئے ارادہ کیا۔ گھنگ شریف میں ان کے قیام کا پتہ ملنے پر دقت محسوس ہوئی تو پہلے حضرت کرماں والا کے دربار میں حاضر ہو گیا جو ان کے پیر بھائی تھے۔ ان کی خدمت میں حاضری بھی باعث سعادت تھی۔ کئی گھنٹے تک حضرت محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوا مگر دل میں خیال حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جس کا اظہار کسی سے نہ کیا گیا۔ عصر کی نماز کے بعد رخصت ہو کر واپسی کیلئے سٹیشن پر پہنچ گیا وہاں گاڑی کا انتظار کر رہا تھا تو ایک بزرگ جو حضرت کرماں والا کے دربار میں میرے قریب ہی بیٹھے تھے آگئے اور پوچھنے پر ظاہر کیا کہ وہ میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھنگ شریف جا رہے ہیں۔ اس پر میں نے بھی اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میرا بھی وہیں پر جانے کا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کیونکہ اس کے

مقبول بندے کے پاس جانے کا ارادہ ہو تو وہ غیب سے سامان بھی مہیا کر دیتا ہے اور راستے کی دقت بھی دور ہو جاتی ہے۔ جس طرح سفر آخرت کیلئے بھی ساتھی مل جاتا ہے نجات کا سامان بھی اسی طرح مہیا کر دیتا ہے کیونکہ روز محشر خدا کے دربار میں حاضری کیلئے **يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاَمَامِهِمْ** ﴿پ ۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۷﴾ کے فرمان کے مطابق ہر شخص کو اپنے امام اور مرشد کے ساتھ جانا پڑے گا۔ اس پر عمل کرنے لئے اس کا حکم ہے۔ **وَبْتَغُوا إِلَهَ الْوَسِيلَةِ** ﴿المائدہ: ۲۵﴾ **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**۔ ﴿پ ۱۱ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۱﴾ اس لئے دنیا میں جس نے خدا کے فرمان سے منہ موڑ لیا اور اپنا سفر کا ساتھ کسی اللہ والے ولی اور مرشد کو نہ بنایا تو اس کا مرشد اور ساتھی ابلیس ہوگا جو اس کو سیدھا جہنم میں لے جائے گا۔ الغرض گاڑی پر سوار ہو کر گھنگ شیشن پر پہنچے تو وہاں سے پیدل چل کر منزل مقصود پر پہنچ گئے اور حضرت میاں صاحب کے دربار میں حاضری دی۔

فجر کی نماز کے بعد میری زندگی میں وہ وقت بھی آ گیا جو میری توبہ کا دن تھا اس کے بعد سفر آخرت کیلئے راہ نمائی خدا کے مقبول بندے کے سپرد ہو گئی۔ جب کبھی موقع ملتا اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو جاتا آپ سے ہدایات حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی کوشش جاری ہو گئی۔ حضرت میاں صاحب زمیندار تھے اپنی زمینداری خلق خدا کی راہنمائی اور ان کی مدد ان کا نصب العین تھا مگر وہ جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے اور واصل الی اللہ کا مقام پالیا۔

حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عطا تھی کہ دعا کیلئے جب کبھی ان کے ہاتھ اٹھ جاتے تو قبولیت ان کا دامن تمام لیتی۔ ایک موقع پر میری آزمائش کا وقت آ گیا۔ ملازمت کے دوران افسر بالا نے میری جگہ پر ایک دوسرے آدمی کی تقرری محض اس بنا پر کر دی کہ میں رشوت کے معاملہ میں محتاط رہتا تھا۔ کیونکہ رشوت

سے اجتناب اور اس کے رسول کا حکم اور اپنے پیر کا دیا ہوا سبق تھا۔ میں نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اس معاملہ کو پیش کر دیا گیا اور درخواست کی کہ حق کا بول بالا ہو کیونکہ جب توبہ ہو چکی ہو تو پھر دنیا کی ذلت بھی ناقابلِ برداشت ہے۔ اور اس سے حق کی شکست بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ہاتھ دعا کیلئے اٹھ گئے جو قبولیت کی دلیل تھے۔ اس پر افسر بالا کو ایسی سخت سزا مل گئی کہ تازیت اسے یاد رہے۔ میری ملاقات پر اس نے میری ترقی کے احکام جاری کر دیئے مگر اس کے ایک گھنٹے بعد اپنے ماتحت افسر کے ایماء پر اسے منسوخ کرنے کیلئے وعدہ کر لیا کہ کل وہ دوسرے احکامات کے ذریعہ مجھے ڈپورٹ کر دے گا کیونکہ انسپکشن رپورٹ میں اس کی نااہلی کے احکام ہوں گے۔ مگر دفتر بند ہونے سے پہلے ہی اس کو وائز لیس پر ہیڈ آفس سے حکم نامہ مل گیا کہ وہ کل سے ڈیوٹی پر نہ آئے کیونکہ اسے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا ہے۔ اس کا ثبوت ملتان کے ڈویژنل آفس میں ریلوے کے محکمے میں موجود ہے کیونکہ ۱۹۵۸ء میں مسٹر اے آر خان نامی ڈویژنل انجینئر مکینیکل کی سزا رشوت خوروں کے لئے باعث عبرت ہے۔ جیسا کہ رشوت خود دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جس کی راہ نمائی خدا کے مقبول بندے کے سر ہو جب وہ دنیا کے ذلیل نہیں ہوتا تو ان شاء اللہ وہ آخرت میں بھی ذلیل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ يُعْبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

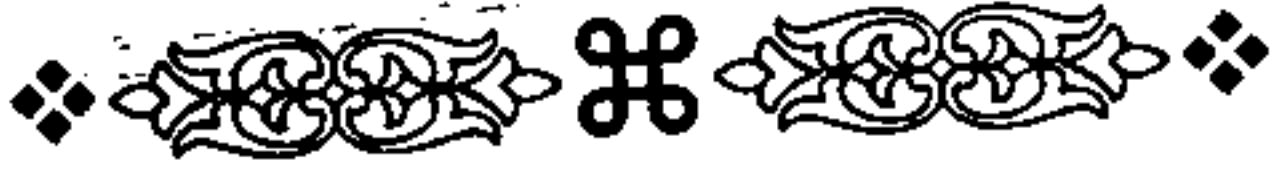
﴿پ ۲۳ سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳﴾

کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

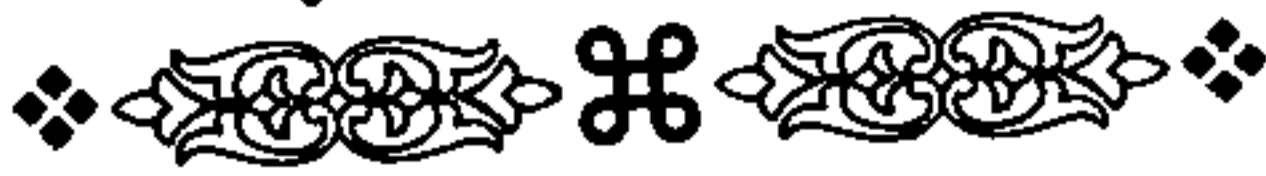
حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عاصی نے ایک مرتبہ گستاخانِ رسول ﷺ اور بے ادب لوگوں کے باطل نظریات کی اصلاح کیلئے سوال کر دیا۔ چونکہ سوال بڑا اہم تھا اس لئے انہوں نے کمال مہربانی سے گنہگار پر نظرِ رحمت اور توجہ سے دیکھا جس کے اثرات دل پر مرتب ہوئے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ کتاب و سنت کا مطالعہ سے ایسے اسرارِ ظاہر ہونے لگے جس سے محبوبِ خدا کی محبت کے جذبہٴ صادقہ کا اظہار کا فرما ہوا۔ اور اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ جس نے چنی انتشار کے شکار لوگوں کی اصلاح کیلئے خدمت کا موقع بندہ کے کمزور ہاتھوں کے سپرد بھی ہو گیا۔





جو خیال آیا تو خواب میں ' وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں ' کہ مکان سارا بسا گئے
ہمیں دام غم سے چھڑا گئے ' ہمیں مصیبت سے بچا گئے
وہ نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کہ جو سوئے عرش علی گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں ' یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے ' تیری بکریاں جو چرا گئے
کہیں حسن بن کے قبول میں ' کہیں رنگ بن کے وہ پھول میں
کہیں نور بن کے رسول میں ' وہ جمال اپنا دکھا گئے
ہو دُرود اُن پہ ہزار بار ' میرے رہنما ' میرے ناخدا
میرا پار بیڑا لگا گئے ' میر ڈوبی کشتی ترا گئے





عالم برزخ کے پراسرار حالات پر انکشاف



Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528

”مقاماتِ اولیائے کرام“ کے بعد ”عالمِ برزخ“ کے
حالات پر چند مفید معلومات پیش خدمت ہیں

—◆●◆❖◆●◆—

عالمِ برزخ کے پراسرار حالات پر انکشاف

مومن کیلئے مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں اعمالِ صالح ہی کام آنے والے ہیں۔ اس بنا پر عالمِ برزخ کے حالات سے خبرداری مومن کے لئے بڑی مفید ہے۔ تاکہ وہ ان حالات سے آگاہ ہو کر اپنے بچاؤ کا انتظام کر سکے اور وہ اعمالِ کثرت سے کر سکے جو اس کے لئے بہتر مقام کے حصول میں مدد و معاون ہوگا۔

اندریں حالات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خدا کے مقبول بندے کے رسالہ ”اللعنہ فی الاجوبۃ السبعہ“ سے سات باتوں کے بارے میں احادیثِ پاک پیش خدمت ہیں۔ ان میں بیان ہے کہ مرنے کے بعد مومن کی روح کا مقام جنت ہوتا ہے مگر کافر اور منافق کا دوزخ میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- (۱)..... مومن روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں۔
- (۲)..... وہ زندوں کے حالات سے خبردار ہوتی رہتی ہیں۔
- (۳)..... روحیں مرنے والے کی پیشوائی اور استقبال کو آتی ہیں کیونکہ مومن اور صالح کی روح آزاد ہوتی ہے اور کافر کی روح پابند عذاب۔
- (۴)..... صاحبِ قبر کی روح ہر اُس آنے والے شخص کو جو قبر پر آتا ہے دیکھتی ہے اور جس کو دُنیا میں پہچانتی ہے اس سے اُنس حاصل کرتی ہے اور

- سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے۔
(۵)..... مومن کی روح بہشت کے درختوں میں مثل پرندہ کے مقام پاتی ہے
جو قیامت کے روز اپنے جسم میں لوٹائی جائے گی۔
(۶)..... شہیدوں کو قبر میں سوالات سے مشغنی کیا جاتا ہے۔
(۷)..... مومن بچے سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔

مومن روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں

روحیں مرنے والے کی پیشوائی اور استقبال کرتی ہیں اور زندوں کے حالات دریافت کرتی ہیں۔

حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو طبرانی اور بیہقی میں ہے اور ابن ابی الدنیانے بواسطہ ابن لیلیٰ ام بشر کی حدیث روایت کی ہے کہ جب بشیر بن البراء کی وفات ہوئی تو اس کی والدہ بہت مغموم ہوئیں۔ پس عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنی سلمہ قبیلہ کے آدمی مرتے ہیں۔ اگر مردے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اُن کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام بھیجوں جو فوت ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مردے ایک دوسرے سے ملتے ہیں ملاقات کرتے ہیں اور پہچانتے ہیں جیسے کہ پرندے درختوں پر پہچانتے ہیں۔ اسی لئے جب کوئی بنی سلمہ سے مرتا ام بشر آ کر سلام کرتیں اور کہتیں اے فلاں! میرا سلام میرے بیٹے بشیر کو پہنچانا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مومنوں کی روحیں ایک مہینے کی راہ سے ملتی ہیں حالانکہ ایک دوسرے کو ہرگز نہ دیکھا ہوگا۔

اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا: بیشک مومن کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ بس مومنوں کی ارواح جو پہلے فوت ہو گئیں اُس کے استقبال کو آتی ہیں اور پھر دُنیا میں ان کے ملاقات والوں کا حال دریافت کرتی ہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں تو خوش ہوتی ہیں اور جو کہے کہ فلاں شخص پہلے مر گیا ہے تو وہ کہتی ہے کہ ہمارے پاس نہیں لایا گیا۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت عبید بن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی مرے تو روحیں اس کے استقبال کو آتی ہیں اور اس سے حالات دریافت کرتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں نے کیا کیا۔

اور حسن سے روایت ہے کہ سکرات موت کے وقت پانچ سو فرشتے مومن کی روح کو قبض کرنے حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی روحیں جو پہلے فوت ہو چکیں ہیں اس سے باتیں دریافت کرنے کو بطور پیشوائی کے آتی ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ جلدی نہ کرو بڑی محنت سے نکلا ہے پس کوئی اپنے بھائی اور کوئی دوست کا حال دریافت کرتا ہے۔ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کا فرزند پیشوائی کو آتا ہے جیسے غائب کی پیشوائی کو۔

اور ثابت بن بنانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بے شک جب کوئی فوت ہو کر جدائی سے رنج پاتا ہے تو اس کے اقرباء جو پہلے فوت ہو گئے اس کی پیشوائی کو آتے ہیں وہ ایسے خوش ہو جاتا ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر کو پہنچے۔



صاحب قبر کی روح ہر اس آنے والے شخص کو جو قبر پر آتا ہے دیکھتی ہے اور جس کو دُنیا میں پہچانتی ہے اس سے اُنس حاصل کرتی ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر پر بیٹھے مگر اہل قبر خوش ہوتا ہے اور محبت کرتا ہے۔ وہ سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ زیارت کرنے والا اُٹھ کر جدا نہ ہو وہ خوش رہتا ہے۔

ابن عبد البر نے کتاب استذکار اور تمہید میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں کوئی شخص کہ اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (اس حدیث کی ابو محمد عبد الحق نے تصحیح کی ہے)

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں باسناد متصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد اس شخص کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں پہچانتا ہو اور سلام کہے تو مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچانتا ہے۔ اور جو ایسے شخص کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں نہیں پہچانتا ہو مردہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے محمد بن واسع سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ بلاشبہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں۔

روایت کی ہے ضحاک سے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص ہفتہ کے دن آفتاب نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے تو مردہ اس سے خبردار ہوتا ہے۔ لوگوں نے ضحاک

سے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن قرب زیادہ ہوتا ہے

زندوں کے حالات سے مردوں کو خبر ہوتی ہے

بلاشبہ مردے زندوں کے حالات جانتے ہیں اس واسطے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک تمہارے اعمال تمہارے اقربا مردوں اور متوفی عزیزوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ تم مرنے سے پہلے سیدھے راستہ پر آ جاؤ اور ہدایت حاصل کرو جیسے ہم نے ہدایت پائی تھی۔

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بیشک تمہارے اعمال تمہارے عزیزوں اور اقرباء کے سامنے ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہوں تو وہ بشارت پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو کہتے ہیں یا اللہ! ان کو نیکی کی توفیق دے۔

اور طبرانی نے اوسط میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بیشک جب مومن کی روح قبض کرتے ہیں خدا کے رحمت والے بندے تو اس کی پیشوائی کو آتے ہیں جیسے دُنیا میں خوش خبری دینے والے کے پاس آیا کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ جلدی نہ کرو تا کہ آرام پاوے اس واسطے کہ وہ محنت اور تکلیف کھینچے ہوئے لوٹ آیا ہے۔ اس کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں آدمی نے کیا کیا اور فلاں عورت نے خاوند کیا گویا اپنے واقفوں کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ اور جب اس شخص کا حال دریافت کرتے

ہیں جو فوت ہو چکا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مر گیا ہے۔ پس وہ پڑھتے ہیں ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کہ وہ دوزخ میں پہنچ گیا جو اُس کا اصل مقام تھا۔ وہ بہت برا ٹھکانہ اور نہایت خراب جگہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے اعمال ان تمہارے اقارب اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جو اہل آخرت ہیں۔ وہ نیک عمل سے خوش ہوتے ہیں بشارت پاتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ! یہ تیرا فضل اور رحمت ہے۔ اس پر پوری رحمت کرتا کہ اسی پر فوت ہو اور جب گنہگاروں کے عمل پیش کئے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اے پروردگار! اس کو نیک کام کی توفیق دے کہ تیرے قرب اور رضا مندی کا سبب ہو۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب مناجات میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے عمل تمہارے مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے عمل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جو برے عمل دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو توبہ کی توفیق دے اور سیدھے راستہ پر لا۔ اور حکم ترمذی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پیش کئے جاتے ہیں اعمال پیر اور جمعرات کو خدا تعالیٰ کے سامنے اور انبیاء کے سامنے اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن بس نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو خدا سے ڈرو اور اپنے گناہوں کے سبب اپنے مردوں کو رنج نہ پہنچاؤ۔

اور روایت کیا ہے ابن ابی الدنیا نے کتاب مناجات میں متصل اسناد کے ساتھ نعمان بن بشیر سے کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے ڈرو خدا سے اپنے بھائیوں کے حق میں جو مردہ ہیں کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور نیز متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ

نے کہ اپنے مردوں کو زسوانہ کرو اپنے اعمال کی برائی سے اس واسطے کہ تمہارے اعمال تمہارے عزیز مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

اور نیز یہ کہ روایت کیا ہے حضرت بلال بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میرے خالو عبداللہ بن رواحہ قیامت کے دن مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ اور عبدالوہاب بن مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ فرمایا: بشارت پاتا ہے باپ بیٹے کی نیکی سے جب کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ نیک ہو۔ کیونکہ اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

مردے آدمیوں کی بات سنتے ہیں اور جو

اُن کے حق میں کیا جائے اُس سے خبردار ہوتے ہیں

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ البتہ مردہ جانتا ہے کہ جو اس کو نہلاتا ہے اور جو اس کو اٹھائے اور جو اس کو قبر میں رکھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا دوسرے اسناد کے ساتھ اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے مختلف اسنادوں کے ساتھ عمر بن دینار اور بکر بن عبداللہ المزنی وسفیان ثوری وغیرہ سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: مردہ کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب کہ مردے کو غسل دیتے ہیں وہ فرشتہ ہمراہ قبر کی طرف جاتا ہے اور جب قبر میں رکھتے ہیں تو قبر میں چلا جاتا ہے۔ پس اس وقت مردہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور دوسری روایت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے ہیں کہ فرمایا: روح فرشتے کے ہاتھ میں ہے جو جنازہ کے ہمراہ جاتا ہے اور کہتا ہے اس سے جو اس کے حق میں کہتے ہیں۔

جب قبر میں پہنچا تو روح کو میت کے ہمراہ دفن کرتا ہے۔

مرنے کے بعد ارواح کہاں پر ہوتی ہیں؟

مومن کی روح بہشت میں مثل پرندہ کے ہوتی ہے۔

یہ مسئلہ مشکل ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ مومن کی روح پرندہ معلق ہے بہشت کے درختوں میں۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا اس روح کو جسم میں لوٹا دے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اور وہ اس کو امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت اُمّ ہانی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی روح معلق پرندہ ہے بہشت کے درخت میں قیامت کے دن تک۔ پھر آجائے گی ہر روح اپنے جسم میں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: کہ شہیدوں کی روحوں خدا تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں میں ہوتی ہیں، بہشت کی نہروں میں جس جگہ چاہتی ہیں پھرتی ہیں، پھر آتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

اور روایت کیا ہے امام احمد ابوداؤد اور حاکم وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے ہمراہی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں میں رکھ دیا، وہ بہشت کی ندیوں میں آتی ہیں اور بہشت کے میوے کھاتی ہیں اور عرش کے نیچے سونے کی

قدیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

حضرت امام احمد اور عبد بن حمید نے روایت کیا اپنی مسند میں اور طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہشت کی ندی کے کنارے پر سبز قبہ میں شہید رہتے ہیں اور ہر صبح شام بہشت سے ان کا رزق آتا ہے۔

اور روایت کیا ہے بیہقی و طبرانی نے صحیح اسناد سے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے کہ جب کعب بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو اُمّ بثیر نے کہا: اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو میرا سلام کہو۔ بس کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔ اے اُمّ بثیر! میں اس سے مشغول ہوں گا کہ کسی کو سلام پہنچاؤں۔ پس اُمّ بثیر نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بیشک مومن کی روح بہشت میں پھرتی ہے جس جگہ چاہتی ہے اور کافر کی روح سجن میں ہوتی ہے بیشک میں نے سنا۔ اور جواب دیا کہ اس سے میری مراد یہی تھی۔

اور روایت کیا طبرانی نے کہ رسول اللہ ﷺ سے مومنوں کی ارواح کا حال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ پرندے جس جگہ بہشت میں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کافروں کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟ فرمایا گیا کہ سجن میں ہوتی ہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

اور روایت کیا حضرت امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں، بیہقی اور ابن داؤد نے کتاب بعث میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، مومنوں کی اولاد بہشت کے ایک پہاڑ میں ہوتی ہے اور ان کی پرورش حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارا علیہا السلام فرماتے ہیں، قیامت کے دن تک پھر ان کے والدین کے پاس پہنچا دیں۔ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی

ہے۔

اور روایت کی ہے بیہقی نے دلائل میں اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لائی گئی میرے سامنے سیڑھی کہ ارواح بنی آدم کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور کسی مخلوق نے اس سیڑھی سے بہتر نہیں دیکھی۔ پس میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اس سیڑھی پر آسمان کی طرف گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوا یا جو کھول دیا گیا، وہاں جا کر ہم نے آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ پیش کرتے ہیں ان پر مومنوں کی ارواح کو جو ان کی اولاد سے تھیں نیز فرماتے تھے کہ ہر ایک پاک روح اور پاک نفس جو ہے ان کو علیین میں رکھو۔ پھر فاجروں کی ارواح جو ان کی اولاد سے تھیں پیش کی گئیں تو فرماتے تھے کہ ہر ایک روح خبیث اور نفس ناپاک کو جہنم میں رکھو۔

اور ابو نعیم اصفہانی نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک مومنوں کی ارواح ساتویں آسمان پر ہوتی ہیں اور بہشت میں اپنے گھر دیکھتی ہیں۔ یہ مرفوع حدیثیں تھیں جو بیان ہوئیں۔ اور اخبار موقوفہ جو سلف کرام سے منقول ہیں وہ یہ ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: زمین میں سب سے بڑی جگہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک جنگل ہے جس کو برہوت کہتے ہیں اس جنگل میں کافروں کی ارواح کو رکھتے ہیں۔ یہ جگہ حضرموت کے اطراف میں ہے۔

اور روایت کیا بیہقی نے بعث و نشور میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب المناجات میں سعید بن مسیب سے کہ بے شک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اپنے پروردگار سے ملاقات کرے پس مجھے خبر دے جو کچھ تو نے پایا۔ پس کہا

کیا ملاقات ہوتی ہے زندوں کی مردوں کے ساتھ؟۔ کہا ہاں، مومنین کی روہیں تو بہشت میں ہیں، پس یہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

اور بیہقی نے روایت کیا ہے طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مروزی نے اسناد کے ساتھ کتاب جنازہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے فرمایا: مومنوں کی ارواح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس اوپر لے جاتے ہیں، پس کہا جاتا ہے کہ تم قیامت تک ان کے متولی رہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ فرمایا: کافروں کی ارواح جمع کی جاتی ہیں جو ایک مقام دمشق میں ہے۔

اور اسناد کے ساتھ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے کعب الاحبار سے روایت کیا کہ کہا جنت الماویٰ میں سبز پرندے ہیں۔ تمہاری روہیں ان میں پھرتی ہیں، بہشت میں جس جگہ چاہتی ہیں۔ اور آل فرعون کی ارواح سیاہ پرندوں میں صبح و شام آگ میں ہوتی ہیں۔ اور مومنوں کے بچے بہشت کی چڑیوں میں ہوتے ہیں۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک ساتویں آسمان میں ایک گھر اللہ کا بنایا ہوا ہے جس کو بیضاء کہتے ہیں۔ مومنوں کی ارواح اس میں جمع ہوتی ہیں۔ جب دنیا میں سے کوئی آتا ہے تو مومنوں کی ارواح پیش والی کو آتی ہیں اور دنیا کی خبریں دریافت کرتی ہیں جیسا کہ گھر والے اس سے دریافت کرتے ہیں جو غائب ہو گیا ہو۔

اور ابن ابی الدنیا نے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: مجھ کو یہ پہنچا ہے کہ مومنوں کی ارواح بہشت میں چھوڑی گئیں ہیں اور وہ جہاں چاہیں پھرتی ہیں۔

شہید کو قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

شہید کو قبر میں سوال نہیں ہوتا۔ علماء کی جماعت نے اس کی تصریح میں بیان کیا ہے کہ امام قرطبی استدلال لاتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث سے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: کیا شہید کو قبر میں سوال ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ کافی ہے اس کو تلوار کی چمک جو اس کے سر پر پہنچی۔ امام قرطبی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سوال قبر اس واسطے کیا جاتا ہے کہ مومن صادق منافق سے جدا ہو جائے اور ثابت رہے۔ اور شہید کا تلوار کے نیچے ہونا اول دلیل ہے اس کے ایمان کی راستی کی۔ اگر خلل ہوتا تو کافروں کے پاس چلا جاتا۔

بچوں کو قبروں میں سوال ہوتا ہے یا نہیں

اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ حنبلیوں کے نزدیک ہے کہ ابو نعیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے اور امام نووی کا قول ہے جو روضہ اور شرح مہذب میں ہے اور وہ یہ ہے کہ تلقین دفن کے بعد بالغوں کے ساتھ خاص ہے اور بچوں کو تلقین نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نووی نے نزدیک بچوں کے واسطے سوال قبر نہیں ہوتا..... واللہ اعلم

﴿مندرجہ بالا احادیث نبویہ کا صفحہ اسرارِ غیبیہ سے منقول ہیں﴾

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء میں جنگِ یمامہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں لشکر اسلام کی ٹکر مسلمانہ کذاب سے ہوئی تھی جس کے اندر بہت سے حافظ اور قاری شہید ہو گئے تھے۔ ان صحابیوں میں حضرت قیس بن ثابت بھی شہید ہو گئے۔ شام کا وقت ہو گیا اور آپ کی لاش میدانِ جنگ میں پڑی تھی۔ قریب ہی ایک مجاہد صحابی رات کے وقت سو گئے۔ انہوں نے خواب کے اندر حضرت قیس شہید کی وصیت کو سنا کہ ان کی روح نے بعد وصال یوں وصیت کی اے میرے دوست

صحابی: میری وصیت کو سنو اور سپہ سالار افواج خالد بن ولید کو سنا دو تا کہ وہ اس وصیت پر عمل کر کے میری مدد کر سکیں۔

وصیت میں ایک بات یہ تھی کہ جب وہ شہید ہو گئے اس وقت ان کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی جس کو ایک شخص نے میرے اوپر سے اُتار کر اپنے پاس رکھ لی ہے۔ مگر چونکہ یہ تر کہ کمال ہے جس پر اس کا حق نہیں بلکہ میرے ورثاء کا حق ہے اس لئے اس چادر کو اس شخص سے واپس لے کر میرے ورثاء کو دی جائے۔ آپ نے اس شخص کا پتہ بھی دیا کہ وہ اسی میدان جنگ کے اندر ان خیموں کے اندر موجود ہے اور اس کا خیمہ اسی قطار کے آخر میں ہے جس کے باہر گھوڑا بندھا ہوا ہے اور میری چادر گھوڑے کی کاٹھی کے نیچے خیمہ کے اندر پڑی ہوئی ہے۔

دوسری بات جس کی آپ نے وصیت کی وہ یہ تھی کہ بوقت شہادت میں مقروض تھا جس کی بنا پر مجھ پر پابندی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے محروم ہوں لہذا میرا قرض ادا کیا جائے اور امیر المؤمنین کو میرا پیغام اور وصیت سنا دیں تا کہ میرا قرض ادا ہو جائے اور خدا کی زیارت سے شرف یاب ہو جاؤں۔

صبح کو اس صحابی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وصیت کے مطابق حضرت قیس بن ثابت شہید رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام سنایا تو انہوں نے چادر کو اس خیمہ سے حاصل کر کے ان کے ورثاء کے حوالے کر دی اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ان کا قرضہ بھی اُتار دیا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہید زندہ ہے اسی بنا پر بعد شہادت کے وصیت کی۔ کیونکہ وصیت ہمیشہ زندہ کرتا ہے مردہ کی وصیت نہیں ہوتی۔ اور وصیت میں چادر اُٹھانے والے کا پتہ اور اس کا عمل بھی بتا دیا جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ کافر کا خدا پر ایمان نہیں مگر شہید نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات برحق ہے

اور مومن کو اس کی زیارت ہوتی ہے۔ اور تیسرے یہ کہ مرنے والا اگر مقروض ہے تو اس کا قرض اس کو خدا کی زیارت سے محروم رکھتا ہے اس بنا پر اس کا قرض اُتارنے کا حکم ہے۔ لہذا عالم برزخ کے حالات پر آگاہ ہو جانا مومن کے لئے باعث برکت ہے کہ دُنیا میں رہ کر وہ ان سے آگاہ ہو کر اپنی حفاظت اور نجات کا سامان فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق کر سکتا ہے۔

چند واقعات بطور ذریعہ نجات

مزید چند واقعات جو راقم الحروف عاصی محض اس بنا پر بیان کر رہا ہے تاکہ عوام کے لئے ذریعہ ہدایت ہو ملاحظہ کریں۔

میری اہلیہ کی وفات ۱۹۶۴ء میں ہو گئی اور اُسے گوجرانوالہ کے بڑے قبرستان میں دفن کر دیا۔ اس کے چند ماہ بعد ملازمت سے ریٹائرمنٹ ہو گئی تو کچھ عرصہ کیلئے مالی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کیونکہ گریجوئی کے حصول میں دیر ہو گئی۔ اس دوران گوجرانوالہ میں رہائش ہو گئی۔ ایک روز لاہور جانا پڑا اور کسی دوست کے بتانے پر وہاں پر ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی جو چوبرجی کے علاقہ میں قبرستان لاہور شہر کے ملحقہ علاقہ میں رہتا تھا۔ جوں ہی پہلی مرتبہ اس سے ملاقات ہوئی اس بزرگ نے میری بیوی کا نام اور حلیہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ تمہارے بارے میں یہ باتیں کہہ رہی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو فوت ہو چکی ہے اور گوجرانوالہ کے قبرستان میں مدفون ہے۔ اس نے صاف بتا دیا کہ وہ اس وقت کھڑی ہے اور دائیں جانب تمہارے پہلو میں کھڑی ہے جو مجھے بتا رہی ہے اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ ہر ایک کو نظر نہیں آ سکتی سوائے ان کے جن پر خدا کا خاص فضل ہو یہ مقام ہر ایک کو عطاء نہیں ہوتا۔ کیونکہ مومن کی روح آزاد ہوتی ہے اس پر پابندی نہیں

قرآن کریم کے فرمان ”قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ ﴿۵۸۵﴾ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۸۵ کے مطابق روح اس لئے زندہ ہے کہ وہ امر ربی ہے کہ جب خدا جی قیوم زندہ ہے اس کا امر بھی زندہ ہے۔ اور موت کا عمل روح کو جسم سے جدا کر دیتا ہے جو عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے اور یہ مقام عالم آخرت اور عالم دنیا کے مابین ہے۔ عالم برزخ کے حالات سے آگاہی مومن کے حق میں بہت فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جب اسے یہ معلوم ہو جائے کہ بعد وفات انسان کے ساتھ کیا گزرتی ہے تو وہ اس کے حق میں باعث عبرت ہو سکتا ہے۔ اسی نظریہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مزید مندرجہ ذیل واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔



ایک بزرگ شخصیت حبیب الرحمان ڈاکٹر ہو میو جو علامہ اقبال کے مکان کے ساتھ مسجد ملحقہ کے جانب شمال میں رہتے تھے اور وہیں پر ان کا کلینک تھا جو ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس کے عین جانب مشرق برب سڑک تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نو مسلم ہیں کیونکہ پہلے ہندو تھے۔ ایک ملاقات کے موقع پر کچھ دوستوں کے درمیان انہوں نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ جب ان کی عمر تقریباً پچیس برس کی تھی اور شادی شدہ تھے ایک رات جب وہ اپنی چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے اور رات کا آخری حصہ تھا ان پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ ان پر موت واقع ہو گئی۔ ہوا یوں کہ اچانک ان کے سامنے چند ایسی صورتیں ظاہر ہوئی جن کو وہ نہیں جانتے تھے بڑی ڈراؤنی شکلیں۔ آنکھیں سرخ، بھاری بھر کم جسم، سیاہ رنگ اور چہرے سخت ڈراؤنے تھے۔ آتے ہی اس قدر سخت کلابی سے پیش آئے اور ڈرایا اور یہ کہا کہ اے رام کشن تم ابھی یہیں پر ہو

حالانکہ تمہیں عدالت میں طلب کیا گیا ہے کیونکہ تم بڑے مجرم ہو۔ ہم تم کو لینے آچکے ہیں، خیر چاہتے ہو تو ہمارے آگے ہو جاؤ اور فوراً روانہ ہو جائیں۔ ان کی شکلوں سے میں خوف زدہ تھا، جب سخت کلامی سے پیش آئے تو مجھے فوراً آگے آگے دوڑنا پڑا۔ رفتار سست ہوتی تو وہ بہت سخت ڈانٹ پلاتے، جس سے بھاگنے میں تیزی آ جاتی۔ یہاں تک کہ ایک ویرانے میں پہنچے تو وہاں پر ایک مکان کے اندر مجھے دھکا دے کر بند کر دیا۔ میں سخت اندھیرے میں پریشان حال ہو گیا کہ مجھے وہاں پر چھوڑ کر وہ کہیں اور طرف چلے گئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ واپس آ گئے۔ میرا نام لے کر بلایا اور ڈانٹ پلاتے ہوئے مجھے بھگاتے بھگاتے واپس لے آئے اور میں اپنے مکان کے اندر داخل ہو گیا، کیونکہ میری واپسی کا حکم ان کو مل گیا تھا۔

اس دوران میرے جسم میں جان نہ تھی اور میرے رشتہ دار اور والدین مجھے مردہ سمجھ کر چتا پر جلانے کے لئے لیجانے والے تھے کہ عین اس وقت میرے بائیں پاؤں کے انگوٹھا میں حرکت آگئی اور تھوڑی دیر کے بعد میرے بدن میں جان پڑ گئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور سارے خوش ہو گئے۔ مگر جوں ہی میں زندہ ہو گیا عین اسی وقت میرے محلے کا عمر رسیدہ رام کشن ہندو مر گیا اور وہاں سے رونے کی آوازیں آنے لگیں جیسے ماتم برپا ہو گیا۔ میں نے جب یہ سنا تو بتا دیا کہ وہ جہاں پر جا رہا ہے میں اس جگہ کو دیکھ آیا ہوں۔ مجھے اس لئے لے جایا گیا تھا کہ میں اس کا ہم نام تھا، مگر وہاں پہنچنے پر میرے بارے میں واپسی کا حکم ہوا، اور میرے محلے کے رام کشن بوڑھے اور معمر آدمی کو بلایا گیا ڈاکٹر موصوف نے مزید کہا کہ اس کے چند روز بعد مجھے سرکارِ مدینہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت ہوگئی اور حضور رسول اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس ارشاد فرمایا کہ بیٹا تجھے اپنے انجام کی خبر دی جا چکی ہے کہ موت کے بعد تیرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، پھر بھی تم نے اس کی فکر نہیں کی۔ تم خوش قسمت ہو کہ موقع مل گیا ہے اس لئے کلمہ پڑھ کر اسلام

قبول کر لو اور خدا کا شکر یہ ادا کرو۔ صبح اٹھا تو اس کا کا ذکر اپنی اہلیہ سے کر کے اسے صاف بتا دیا کہ میں خواب میں اسلام قبول کر چکا ہوں، اس لئے آج اس کا اعلان کرنے والا ہوں تاکہ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر توبہ کر کے پاک ہو جاؤں۔ تم چاہو تو میرا ساتھ دو اور مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ ساتھ نہ دو مگر یاد رکھو کہ موت کے بعد تمہارا حشر وہی ہوگا جو مجھے دکھایا گیا اور اس کے بعد مہلت مل گئی ہے۔ میری اہلیہ نے میرا ساتھ دیا اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی اور ہم اسلام پر زندگی گزار رہے ہیں۔

اب ہم بوڑھے ہو چکے ہیں، کوئی اولاد نہیں، مگر اس کا غم نہیں کیونکہ دنیا میں ہمیں نجات کا سامان عطا ہو گیا ہے۔ دونوں بڑے نیک اور صالح تھے۔ کبھی کبھی ان سے مل کر خوشی ہوتی کہ کتنے خوش بخت ہیں جو سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کے منظور نظر ہو گئے۔ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ”إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ“۔



عالم برزخ کے حالات میں ایک واقع ایک نیک مومنہ، پابندِ صوم و صلوٰۃ کے ساتھ ہوا۔ وہ اس طرح پر ہے کہ میرے والد محترم کی پابندِ صوم و صلوٰۃ والدہ محترمہ نے اپنا واقع بیان کیا ہے کہ شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب کہ ابھی اُن کی کوئی اولاد نہ تھی، ایک رات میں اپنے بستر پر لیٹی تھی کہ رات کے آخری حصہ میں میرے جسم سے جان نکل گئی۔ صبح گھر میں کہرام مچ گیا جب مجھے مردہ پڑا دیکھا۔ فوراً میرے والدین کو خبر دی گئی جو گلہ منڈی کے قریب ایک گاؤں گڑھانزلہ میں رہتے تھے۔ وہ میری موت کی اچانک خبر پا کر سخت پریشانی کے عالم میں گوجرانوالہ آ گئے۔

ہوایوں کہ چند آدمی سفید لباس میں ملبوس، پتہ وقار اور بارعب، میرے سامنے

آگئے اور کہنے لگے کہ آپ کی عدالت میں طلبی ہے ہمارے ساتھ حاضری کے لئے چلیں۔ مجھے سمجھ میں نہ آیا کہ بغیر جرم کے حاضری کیوں ہوئی ہے! مگر اُن کا احترام تھا کہ اُن کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ جوں ہی مکان کے دروازہ سے باہر قدم رکھا تو ایک بہت بلند سیڑھی نظر آ گئی جس پر اُن کے ہمراہ چڑھنا شروع کر دیا۔ سفر اتنا طویل تھا کہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا۔ آخر اتنا بلند مقام آ گیا کہ ایک مقام پر مجھے ایک بزرگ ہستی کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اُنہوں نے دیکھتے ہی سر بلند کر کے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے واپس لے جاؤ۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ اپنے مکان کے اندر واپس آ گئی اور میرے جسم کے اندر جان پڑ گئی۔ پہلے میرے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں حرکت ہوئی اس کے بعد باقی جسم حرکت میں آ گیا اور میں اُٹھ کر چار پائی پر بیٹھ گئی اور گھر میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اس وقت سورج کافی بلندی پر تھا اور میرے ماں باپ بھی آچکے تھے انہوں نے اپنے سامنے مجھے زندہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔

عین اسی وقت میری ہم نام معمر اور بوڑھی خاتون جو میرے محلے میں رہتی تھی اور اہل محلہ کی روٹیاں پکایا کرتی تھی وہ فوت ہو گئی۔ اس کا جنازہ میں بڑی مخلوق شامل ہوئی کیونکہ وہ بڑی خوش اخلاق مومنہ تھی اور سب کو اس کی جدائی کا صدمہ تھا۔

اس واقعہ کے بعد میری دادی صاحبہ کے دل پر ساری عمر اتنا گہرا اثر رہا کہ ہر وقت خدا سے ڈرنے والی پابند صوم و صلوٰۃ با اخلاق پاک باز ہو گئیں۔ جس وقت اُنہوں نے اپنا یہ واقعہ مجھے بیان کیا اس وقت وہ بڑھاپے کے عالم میں تھیں اور میں ابھی نابالغ بچہ تھا۔ یہ واقعہ میں نے سنا تو اُس نے میرے دل پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے جو میری زندگی میں میرے راہ نما ثابت ہوئے۔ بچپن سے ہی پابند صوم و صلوٰۃ خوف خدا شامل حال ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ دُنیا میں ہی عالم برزخ کے

حالات سے آگاہی ہوگئی۔ میری دادی صاحبہ کو میرا بڑا خیال رہتا اور میں بھی عبادت سمجھ کر اُن کی خدمت کرتا۔ وہ ایک ایسی ہستی تھیں جس نے مر کر پھر دُنیا کو ہدایت دینے کے لئے زندگی پائی تھی۔ آخر وہ وقت آگیا کہ وہ دُنیا سے رخصت ہو گئیں، مگر آخری سانس تک مجھے دل سے پیار کیا۔ آپ نے مجھے نام لیکر بلایا اور اپنے سینے سے لگا کر میرے لئے دُعا کی۔ اُس وقت سارے خاندان کے افراد جن میں باپ، چچا، تایا اور باقی افراد تھے خاموش کھڑے تھے کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انہوں نے شہادت کی موت پائی کیونکہ وہ مکان کی چھت سے نیچے گر پڑی تھیں جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ ”إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ“

—◆●◆◆●◆—

عالم برزخ کے چند حالات مشتمل نمونہ از رخوارے ہیں جس سے آگاہ ہو کر اگر انسان کو عبرت نہ ہو تو اس کا وہی حشر ہوگا جو کفار بے ادب اور گستاخوں کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موت کے بعد عالم آخرت ہے مگر آخرت سے پہلے عالم دُنیا کے بعد عالم برزخ کا مقام بھی ہے جس کے اندر قیامت تک قیام ہے۔ اس میں وہی شخص چین پاسکتا ہے جس نے سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا دامن تھام کر اس کے لئے تیاری کی ہے ورنہ وہ نقصان میں رہے گا کیونکہ وہاں پر عزت و اکرام حضور باعث تخلیق کائنات ﷺ کی غلامی میں ہے۔ بے ادب اور گستاخ کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ عالم جہنم برزخ سے شروع ہو جاتا ہے اور عالم آخرت کی زندگی میں جو ختم ہونے والی نہیں وہ اسی عذاب جہنم میں مبتلا رہتا ہے۔ اس پر غور کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔

”کَیْفَ تَکْفُرُونَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَانًا فَاَحْبَبْتُکُمْ ثُمَّ یُؤْتِیْکُمْ یَحْیَیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُونَ“ ﴿پس اسورہ البقرہ آیت نمبر ۲۸﴾

ترجمہ:- بھلا تم خدا کے منکر ہو گئے حالانکہ تم مردہ تھے۔ اس نے تم کو زندگی بخشی پھر تمہیں مارے گا، پھر جلائے گا (زندہ کرے گا) پھر اسی کی طرف لوٹے گا۔

اس میں بیان ہوا ہے کہ تم پہلے عناصر کی شکل میں بے جان تھے، تم کو بے جان نطفہ بنایا، پھر نطفہ سے خون کا لو تھڑا بنا اور پھر ماں کے پیٹ میں صورت بنا کر اس میں زندگی بخشی اور تم دنیا میں آ گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد موت طاری کر کے عالم برزخ میں منتقل کر دیا اور قیامت کے روز دوبارہ زندگی عطا کر کے دائمی زندگی عطا کرے گا۔ لہذا اس آخرت کی زندگی کا مدار دنیا کی زندگی پر ہے اس میں عمل صالح ہوں گے تو زندگی اچھی ہوگئی اور اگر اعمال بُرے ہوئے تو دائمی زندگی بھی بُری ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے وبال جان ہوگی۔

چنانچہ انسان کی اپنی پیدائش اس کے لئے باعث ہدایت ہے مگر ہدایت صرف اس کے لئے ہے جو آیات قرآن کریم کی روشنی میں اس پر غور و فکر کرتا ہے، کیونکہ جب وہ غور کرتا ہے تو اس کے سامنے وہ دنیا آ جاتی ہے جو ماں کے پیٹ میں رہنے کے متعلق تھی اور جب وہ ماں کے شکم سے باہر قدم رکھتا ہے تو اس دنیا نے فانی میں پہنچ جاتا ہے۔ باوجودیکہ یہ دنیا فانی ہے مگر اس دنیا کے مقابلہ میں اس کی ماں کا پیٹ کوئی نسبت نہیں رکھ سکتا کہ وہ مشیت پھر ہے اور عالم دنیا مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اتنی وسیع و عریض ہے کہ اس کی نسبت ہی قائم کرنا مشکل ہے۔

اس کلیہ کی بنا پر عالم برزخ کے مقابلہ میں عالم دنیا کا بھی کوئی مقام نہیں کہ یہ دنیا مثل ماں کے پیٹ کے بالشت بھر ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح سے عالم آخرت کے سامنے عالم برزخ کا حال ہے کہ عالم آخرت انسان کی عقل و فکر سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے حالات پر آگاہی کیلئے انبیائے کرام ﷺ مبعوث ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ کی حیثیت اسی کی آخری کڑی ہے جس پر ایمان لانا ہی نجات

کی دلیل ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کا مقام خاتم النبیین حدیث پاک کے مطابق ہے جس میں ارشاد کہ حضور نبی کریم ﷺ اس نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں۔ ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے بغیر عالم برزخ اور عالم آخرت کے حالات انسان پر کھل نہیں سکتے کیونکہ وحی الہی کا منبع حضور ﷺ ہی ہیں۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کا خاتمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پر ہوا اس پر جنت واجب ہوگی اس امر کا اظہار ہے کہ اس دل کے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقام ہے۔ جو پاک ہیں اس لئے ان کی موجودگی دل کو پاک بنا دیتی ہے اور پاک کا مقام جنت ہے۔ لہذا ایسا مومن جنتی ہے۔ اور فرمان الہی کے مطابق.....

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ“ ﴿پ ۴﴾ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴ ﴿﴾

حضور نبی پاک ﷺ پاک کرنے والے اور تزکیہ نفس کے لئے مامور من اللہ ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بغیر انسان نہ پاک ہو سکتا ہے۔ نہ عمل صالح کا حق دار ہو سکتا ہے اس صورت میں حضور سید عالم ﷺ کے وسیلے کے بغیر کسی کا دعویٰ ایمان اور نجات کا خیال باطل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں نمازی ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ کو اپنی زبان سے ادا کر کے اپنے ایمان کا دل و زبان سے اقرار کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا تعلق باللہ روز ازل سے تا ابد دائمی طور پر قائم ہے۔ لہذا اس کے ایمان کی پختگی کے لئے ہر نماز میں اس کا اقرار لازمی قرار دیا گیا ہے۔

افسوس ہے کلمہ گو لوگوں پر کہ ایسے اقرار کے بعد بھی حضور نبی کریم ﷺ کے مقام تعلق باللہ دائمی پر ایمان نہیں رکھتے اور حضور ﷺ کے جملہ کمالات، علم غیب، اختیارات، حیات النبی، نورانیت، مقام حاضر و ناظر کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کے جملہ کمالات ہی حضور ﷺ کے تعلق باللہ کی دلیل ہیں۔ اس لئے اس

انکار کے بعد وہ کیونکر عالم برزخ اور عالم آخرت میں سرخ رو ہو سکتے ہیں اور دائمی زندگی میں نجات پاسکتے ہیں۔

جس انسان کو پیدا ہوتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان سنائی جائے اور بائیں کان میں اقامت سنائی جائے اُس کو بتایا جاتا ہے کہ دُنیا میں تیرا قیام صرف اتنا ہی ہے جتنا اذان کے بعد اقامت (تکبیر) کا کہ اس کے بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ لہذا غفلت کو چھوڑ کر عالم آخرت کی فکر کر۔ لہذا دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو تھام لے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے پر ایمان قائم کر لے کیونکہ حضور ﷺ کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ غلامی کا دعویٰ کیا ہے تو پھر آقا کے کمالات پر ایمان قائم لے جو آ خدا نے عطاء کئے ہیں۔ آپ پر تنقید کفر ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں..... عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

خدا تعالیٰ کے فرمان ”اَوَّلُكُمْ يَرِ الْاِنْسَانُ اَنَا خَلَقْتُهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ“ ﴿پ ۲۳ سورہ یس آیت ۷۷﴾ پر جب تک توجہ نہ ہوگی کہ اپنی پیدائش پر غور کرے کہ کیسے اُس کی تخلیق ہوئی نطفہ سے پھر وہ جھگڑا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہو سکتا کہ جب عالم دُنیا کا مقام عالم برزخ کے مقابلے میں مثل ماں کے پیٹ بالشت بھر کے برابر ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کے مقام پر تنقید اور اعتراضات ایمان کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ برزخ کے مقابلہ میں دُنیا کا مقام بالشت بھر ہے۔ اور حدیث پاک میں حضور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلَى مَا هُوَ كَاَنِّنٌ فِيْهَا اِلَى يَوْمِ الْعِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى كَفِّي“ کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو حضور سید عالم ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور حضور ﷺ اس کو اور دُنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

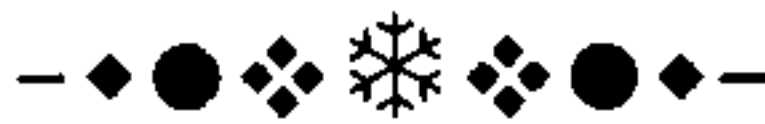
ان دلائل کی موجودگی میں خدا کے رسول کے علم پر اعتراضات مقام حاضر و ناظر اور جملہ کمالات کا انکار ایمان کی دلیل نہیں سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ کہ جب یہ دُنیا بالشت بھر ہو اور کوئی شخص اپنے مکان کے اندر بیٹھا سارے حالات کو جانتا ہے بلکہ موجود سائنسی دور میں لاہور میں بیٹھا وہ امریکہ، افریقہ، کینڈا، آسٹریلیا، یورپ اور کسی براعظم کے کسی شہر سے رابطہ قائم کر سکتا ہے، ادھر بیٹھے شخص کی بات سُن سکتا ہے۔ کو مٹری کو دیکھ اور سُن سکتا ہے۔ گویا یہ سارا کرۂ ارض مثل ایک مکان کے ہے تو پھر روحانی طاقت کا انکار کیوں ہے! جب مادی طاقت کا یہ مقام ہے۔ تو انبیاء کرام بالخصوص امام الانبیاء ﷺ کی روحانیت کا مقام تو بے مثال ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی عطاء سے اولیاء کرام ﷺ کے روحانی کمالات بھی بے مثال ہیں کہ قرآن کریم کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کے شاگرد اور وزیر آصف بن برخیا کا مقام

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا اَتِيكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ“ ﴿پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۲۰﴾

بیان ہے کہ آپ نبی کے وسیلے اور علم کی عطا سے آنکھ جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا تخت ملک سباء سے اٹھا کر لے آئے اور حاضر خدمت کر دیا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت عطا فرمائے کیونکہ جب تک اس کی نظر کرم نہ ہوگی کسی کو ہدایت عطا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے دلائل کے بعد دعا بھی ضروری ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ



Madni Library

Madni Library

منیر احمد ندوی کے نثری جواہر پائے

یہ مکتب عنقریب منظرِ اشاعت پر آئے گا

عظمتِ نبیؐ الانام

ہوٹ کے بعد عالم برنخ کے حالات
خلفاءِ راشدینؓ سے شہادتِ امام حسینؑ تک
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے سلطان صلاح الدینؒ

اٹھارہویں تک

منیر احمد نعل یو ایس۔ اے

انجینئر محمد اسلم یو ایس۔ اے

۱۰

اولیٰ اللہ کا مقام

اسلامِ معظم خاندانِ رسول

انعامِ پانچویں دستاویز

۱۳۱۱ھ و ۱۳۱۲ھ

۱۳۱۳ھ و ۱۳۱۴ھ

۱۳۱۵ھ و ۱۳۱۶ھ

۱۳۱۷ھ و ۱۳۱۸ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین

گشتِ کتب خانہ لاہور

042-37213575

قادی رضوی مکتب خانہ

Whatsapp: 03139319528

Madni Library

Talib-e-Dua: M Awais Sultan

Islami Books Quran & Madni Ittar House Faisalabad +923067919528